کتاب الزکاۃ
زکوٰۃ کی کتاب

نام کتاب

کتاب الزکاۃ

زکوۃ کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات :

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

تاریخ اشاعت

مئی ۲۰۰۵ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

Fiqh-ul-Hadith Publications

Mobile: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری)

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں"

كتاب الزكاة

زکوٰۃ کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان)

فون: 042-7321865, 0333-4229127
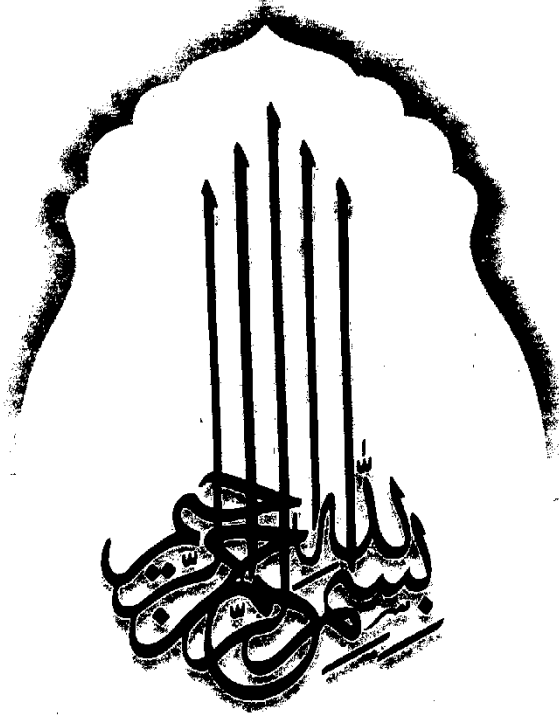
پیش لفظ

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف اُمتِ محمد کو ہی نہیں بلکہ گزشتہ اُمتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا اور قرآنِ کریم میں بیاسی (82) مرتبہ نماز کے ساتھ اس کا تاکیدی حکم موجود ہے۔زکوٰۃ کی ادائیگی پر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیا کرتے تھے۔جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا حاکم وقت کو شرعاً یہ اجازت حاصل ہے کہ اس سے جرمانہ سمیت زبردستی زکوٰۃ وصول کر لے۔اگر کوئی جماعت یا گروہ فرضیتِ زکوٰۃ کا ہی منکر ہو تو اس کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہے۔زکوٰۃ کی ادائیگی سے روگردانی کرنے والوں کو دنیا میں لعنتی کہا گیا ہے'انہیں قحط سالی سے دوچار کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور آخرت میں انہیں ان کے جمع کردہ سونا چاندی سے داغنے'ان کے مویشیوں کے پاؤں تلے انہیں روندنے اور جہنم کی آگ میں ڈالنے کی وعید سنائی گئی ہے۔

ہر چند کہ زکوٰۃ کا ذکر اکثر و بیشتر مقامات پر بحیثیتِ عبادت نماز کے ساتھ ہے لیکن فی الحقیقت زکوٰۃ دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ عبادت ہونے کی وجہ سے اللہ کا حق ہے اور دوسرے غرباء و مساکین'یتامی و بیوگان اور مجاہدین اسلام کی کفالت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے حقوق العباد میں سے ہے۔یوں یہ عبادت بھی ہے اور مالی حق بھی جس سے اس کی اہمیت عیاں ہے۔

فوائد و ثمرات کے لحاظ سے زکوٰۃ دنیاوی و اُخروی کامیابی کا ذریعہ ہے۔دنیا میں اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے مال میں برکت ڈال کر اس میں مزید اضافہ فرماتے ہیں'اس کے مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اس سے راضی ہو جاتے ہیں'زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور مال کا شر ختم ہو جاتا ہے یعنی

مال کی وجہ سے وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے گناہ مٹا کر اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور اسے صدیقین اور شہداء کا ساتھ عطا فرمائیں گے۔

زکوٰۃ کے اِن سخت احکام اور فوائد وفضائل کے باوجود آج اہل دولت وثروت حضرات کی اکثریت زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کا شکار ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مالی فراوانی' ذرائع پیداوار کی ترقی اور محیر العقول معاشی ارتقاء کے باوجود آج انسانیت افلاس' غربت' فقر وفاقہ' بے روزگاری' ظلم وزیادتی اور ناانصافی کی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اگر غربت وافلاس کا علاج صرف مال ودولت کی فراوانی اور ذرائع پیداوار کی ترقی ہوتا تو پھر بلا تردد آج مالی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ کہیں غربت کا نام ونشان تک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے بلکہ صورتحال اس کے برعکس ہے۔ روز بہ روز بھوک وننگ میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو رہا ہے' بے روزگاری کا خاتمہ نہیں بلکہ بہتات ہو رہی ہے' فاقہ زدہ افراد کی تعداد کم نہیں بلکہ بڑھ رہی ہے اور اس کا سبب تقدیر کا بہیمانہ ظلم نہیں بلکہ وہ نظامِ معیشت ہے جسے ہم نے اہل مغرب کو خوش کرنے کے لیے اپنا رکھا ہے۔

وہ نظام سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ ہر فرد اپنے مال ودولت کا خود مختار اور مالکِ کل ہے یعنی مالک اپنی دولت میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے' خواہ کسی حلال کام میں صرف کرے یا حرام کام میں' خواہ اس کے تصرف سے معاشرے میں فحاشی وعریانی پھیلے یا اخلاقی بگاڑ۔ اس نظام کے تحت وہ آزاد ہے' اسے کوئی الزام نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دولت صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہی گردش کرتی رہتی ہے اور غربت وافلاس میں کمی نہیں بلکہ آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس پریشانی کا حل اسلام نے اپنے معاشی نظام میں پیش کیا ہے جس کا بنیادی ستون زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے جہاں اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں وہاں اس سے غربا ومساکین کی اعانت بھی ہوتی ہے' ان کی بھوک مٹائی جاتی ہے' ان کی عریانی کو ختم کیا جاتا ہے' انہیں مفلسی سے نکال کر معاشرے کے دیگر افراد کی طرح محنت وکوشش میں شریک ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

لہٰذا زکوٰۃ کی اس اہمیت وافادیت کو سمجھ کر اس پر ہر ممکن طریقے سے عمل درآمد کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ محض زکوٰۃ کی ادائیگی کا علم کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ زکوٰۃ کے جملہ مسائل واحکام کو کتاب وسنت کی روشنی میں سمجھا جائے اور برحق مؤقف تک پہنچا جائے تاکہ اُن تمام اختلافات سے بچا جا سکے

جو فقہائے اُمت کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔

مسئلہ زکوٰۃ کی اِس قدر اہمیت وضرورت کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ شب وروز کی پانچ نمازوں کی طرح اس میں بھی کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن حالت یہ ہے اس کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو جو اختلاف سے مبرا ہو وگرنہ ہر مسئلے میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہے اور اختلاف کی انتہا یہ ہے کہ اگر ایک فقیہ کے نزدیک کسی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے تو دوسرے کے نزدیک بالکل اس کے برعکس اسی چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلا بعض فقہا کا کہنا ہے کہ خواتین کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں۔ بعض فقہا کے نزدیک زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز پر زکوٰۃ ہے اور بعض کے نزدیک صرف چند مخصوص اشیا پر ہی زکوٰۃ ہے۔ بعض فقہا بچے اور پاگل کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ بعض کے قول کے مطابق سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ بعض قرض دی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کو واجب کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اس رقم میں زکوٰۃ نہیں۔ بعض وجوبِ زکوٰۃ کے لیے نصاب کو شرط قرار دیتے ہیں اور بعض شرط قرار نہیں دیتے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کتنی ہی ایسی اختلافی آراء ہیں جو ایک ہی چیز میں زکوٰۃ کے وجوب اور عدمِ وجوب سے تعلق رکھتی ہیں۔

ضرورت اِس امر کی تھی کہ زکوٰۃ سے متعلقہ تمام اختلافی آراء کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کر اُس اساس پر استوار کیا جائے جو فرضیتِ زکوٰۃ سے حقیقی منشاءِ الٰہی ہے اور جس مقصد کی خاطر زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ زکوٰۃ کے تمام مسائل کی حقیقت سے آشنا ہو سکیں۔

علاوہ ازیں ایک اور اہم ضرورت یہ بھی تھی کہ زکوٰۃ سے متعلقہ دورِ جدید کے وہ نئے نئے مسائل بھی زیرِ بحث لائے جائیں جو متقدم ومتاخر فقہا کے ادوار میں ناپید تھے۔

زیرِ نظر کتاب "کتاب الزکاۃ" میں اِن تمام ضروریات کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں زکوٰۃ کے اساسی مسائل کے ساتھ ساتھ چند جدید مسائل بھی شامل کر دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین نفسِ مضمون کے حوالے سے کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ کریں۔ دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تمام آیات واحادیث کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے۔ تحقیق کے لیے "علامہ ناصر الدین البانیؒ" کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ، شیخ شعیب اُرناؤط، شیخ عبدالقادر اُرناؤط، شیخ عادل عبد

الموجود، شیخ علی محمد معوض، شیخ حازم علی قاضی، شیخ محمد صبحی حسن حلاق اور شیخ عبد الرزاق مہدی وغیرہ کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

مسائل میں مزید تائید کی غرض سے مختلف قدیم وجدید اہل علم مثلاً شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ، عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ، عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ، شیخ البانیؒ، شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن عثیمینؒ، شیخ ابن جبرین، شیخ صالح بن فوزان اور سعودی مجلس افتاء میں شامل علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل میں راجح یعنی قرآن وسنت کے مطابق سب سے زیادہ صحیح مؤقف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کتاب ہر قسم کے نقص سے پاک ہو لیکن پھر بھی انسان نسیان سے ہے اور خطا کار ہے لہٰذا اہل علم سے التماس ہے کہ وہ جہاں کہیں کوئی نقص وسقم دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے راقم، اس کے اہل وعیال اور کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں کسی بھی طریقے سے تعاون والے تمام حضرات کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ : 17 اپریل 2005ء

بمطابق : 27 صفر 1426ھ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

فہرست

زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان

مانعِ زکوٰۃ کے گناہ اور اس کے حکم کا بیان

جس پر زکوۃ واجب ہے

جن اموال میں زکوۃ واجب ہے

جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

تجارتی اموال کی زکوۃ کا بیان

کھیتوں اور پھلوں کی زکوۃ کا بیان

دفینے اور معدنیات کی زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ نکالنے کا بیان

زکوۃ وصول کرنے کا بیان

زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

جن پر زکوٰۃ حرام ہے

صدقہ فطر کا بیان

نفلی صدقہ کا بیان

سوال کرنے سے بچنے کا بیان

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابو حنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھدار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب ،نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق' بدعتی' بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

مقدمہ

لغوی وضاحت: لفظِ زکوٰۃ ''بڑھنا' نشوونما پانا اور پاکیزہ ہونا'' کے معانی میں مستعمل ہے۔اس کے تین ابواب آتے ہیں: زَکَی یَزْکُوْ (نصر) زَکّٰی یُزَکِّی (تفعیل) تَزَکّٰی یَتَزَکّٰی (تفعّل)۔(۱)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ دینے والے کا مال مزید بڑھ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿ وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھا دیتے ہیں۔'' [البقرة : ٢٧٦] اور حدیث نبوی ہے کہ ﴿ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ ﴾ ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔'' (۲)

زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے اور صاحبِ مال کو بخل کی رزالت سے اور گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ان دونوں لغوی معنوں کو ایک ہی آیت میں دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا** ﴾[التوبة : ١٠٣] ''آپ ﷺ ان کے مالوں سے صدقہ لیں جس کے ذریعے آپ انہیں گناہوں سے پاک کر دیں اور ان کے اجر و مال میں اضافے کریں۔''

اس کے علاوہ اکثر مقامات پر یہ لفظ پاکیزگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً:

(1) ﴿ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا** ﴾ [الشمس : ٩] ''بے شک فلاح پا گیا وہ شخص جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا۔''

(2) ﴿ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى** ﴾ [الأعلى : ١٤] ''بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے تزکیہ کر لیا۔''

(3) ﴿ **فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ** ﴾ [النجم : ٣٢] ''اپنے نفسوں کا تزکیہ نہ بیان کرو۔''

---

(۱) [المنجد (ص/٣٣٩) القاموس المحيط (ص/١١٦٣) سبل السلام (٧٨٧/٢)]

(۲) [مسلم (٢٥٨٨) كتاب البر والصلة والآداب : باب استحباب العفو والتواضع ' أحمد (٢٣٥/٢) ابن خزيمة (٢٤٣٨) ترمذی (٢٠٢٩)]

شرعی تعریف: زکوٰۃ ایسا حق ہے جو مال میں واجب ہے' جسے کسی فقیر یا اس کی مثل (یا اس کے علاوہ شریعت کے بتائے ہوئے) کسی شخص کو ادا کیا جاتا ہے جبکہ وہ کسی شرعی مانع کے ساتھ متصف نہ ہو۔(۱)

صاحبِ قاموس نے زکوٰۃ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے: ((مَا أَخْرَجْتَهُ مِنْ مَّالِكَ لِتُطَهِّرَهُ بِهِ))

''اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے جو چیز آپ نکالیں وہ زکوٰۃ ہے۔''(۲)

فرضیتِ زکوٰۃ کا وقت

اس کے وقتِ فرضیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ 2ھ میں صیامِ رمضان کی فرضیت سے پہلے فرض ہوئی اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ فرض تو مکہ ہی میں ہو گئی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکام مدینہ میں 2ھ کو نازل ہوئے۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین ؒ) اہل علم کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی لیکن نصاب' زکوٰۃ کے اموال اور اہل زکوٰۃ کی تعیین مدینہ میں ہوئی۔(٤)

(عبداللہ بسام) زکوٰۃ 2ھ میں فرض ہوئی۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال فرض کی گئی۔(٦)

فرضیتِ زکوٰۃ کی حکمتیں

① تاکہ مال پاکیزہ و بابرکت ہو جائے۔

② فقراء و مساکین کی مدد و تعاون کے لیے۔

③ انسان کا نفس بخیلی و کنجوسی جیسی بری صفات و گناہوں سے محفوظ ہو جائے۔

④ مال کی نعمت کی وجہ سے انسان پر جو اللہ کا شکر لازم آتا ہے وہ ادا ہو جائے۔(۷)

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱۷۸۸/۳) نيل الأوطار (٦٧/٣) المغني (٥٧٢/٢) كشاف القناع (١٩١/٢) اللباب (١٣٩/١) مراقي الفلاح (ص/١٢١) الدر المختار (٢/٢)]

(۲) [القاموس المحيط (ص/١١٦٣)]

(۳) [مزید دیکھئے: فتح الباري (٩/٤-١٠) نيل الأوطار (٦٧/٣) فقه الزكاة للقرضاوي (٥٨/١)]

(٤) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (١٥/١٨)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٨١/٣)]

(٦) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (٣٢٠/١)]

(٧) [كما في الفقه الإسلامي وأدلته (١٧٩٠/٣)]

چھپا کر زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی افضل ہے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ...... وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ﴾

''سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سائے میں سایہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا...... (ان میں سے ایک) وہ آدمی ہے جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ کیا حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔'' (۱)

(نوویؒ) اس حدیث میں چھپا کر صدقہ کرنے کی فضیلت ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ﴾

''چھپا کر کیا ہوا صدقہ اللہ کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔'' (۳)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ﴾

''خفیہ صدقہ اللہ کا غصہ ٹھنڈا کر دیتا ہے۔'' (٤)

(ڈاکٹر عائض القرنی) چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (٦٦٠) كتاب الأذان : باب من جلس فى المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد ' مسلم (١٠٣١) كتاب الزكاة : باب فضل إخفاء الصدقة ' ترمذی (٢٣٩١) كتاب الزهد : باب ما جاء فى الحب فى الله ' موطا (١٧٧٧) كتاب الشعر : باب ما جاء فى المتحابين فى الله ' نسائی (٥٣٩٥) ابن حبان (٤٤٨٦) ابن خزيمة (٣٥٨) طيالسى (٢٤٦٢) شرح السنة للبغوى (٧٤٠) بيهقى (٦٥/٣)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (٣٥٧/٤)]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٣٦٥٤)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٨٩٠) كتاب الصدقات : باب الترغيب فى صدقة السر ' رواه الطبرنى فى الأوسط]

(٥) [فقه الدليل للدكتور عائض القرنى (ص / ٢١٠)]

دوسروں کو ترغیب کے لیے دکھا کر صدقہ کرنا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷٤]

''جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ یہ غمگین ہوں گے۔''

اس آیت میں چھپا کر صدقہ کرنے والے اور ظاہر کر کے صدقہ کرنے والے' دونوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کی نوید سنائی گئی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ (محض ترغیب کی غرض سے) لوگوں کو دکھا کر صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر لوگوں کو دکھانے کا مقصد اُن کے ہاں عزت و مقام حاصل کرنا ہو تو یہ جائز نہیں بلکہ اس کے ذریعے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں۔ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ

''وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے وافر مال دیا' اس کو ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد کرائے گا۔ وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے' تم نے انعامات کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا' میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جسے تو پسند کرتا تھا کہ اس میں مال خرچ کیا جائے' میں نے اس میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' تو جھوٹ کہتا ہے جبکہ تو نے محض اس لیے مال خرچ کیا تا کہ تجھے سخی کہا جائے' چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے اوندھے منہ گھسیٹ کر دوزخ میں گرا دیا جائے۔''(۱)

(ڈاکٹر عائض القرنی) کسی مصلحت کے تحت صدقہ ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔(۲)

احسان جتلانے سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى' كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا

(۱) [مسلم (۱۹۰۵) کتاب الإمارة : باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار' ترمذی (۲۳۸۲) کتاب الزهد : باب ما جاء في الرياء والسمعة]

(۲) [فقه الدليل للدكتور عائض القرنى (ص / ۲۰۹)]

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ، فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ، لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ، وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴾ [البقرة : ٢٦٤]

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو' جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر' اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار بارش برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے' ان ریا کاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔''

(ابن کثیرؒ) اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ خبر دی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد اگر احسان جتلا دیا جائے یا ایذا پہنچا دی جائے تو صدقہ باطل ہو جاتا ہے...... جیسے اُس شخص کا صدقہ باطل ہو جاتا ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے صدقہ کرتا ہے۔(۱)

(قرطبیؒ) اس آیت کے متعلق جمہور علماء کا کہنا ہے کہ بلاشبہ ایسا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جس کے کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ احسان جتلا رہا ہے یا ایذا پہنچا رہا ہے......(اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے اپنے صدقے کے ساتھ احسان جتلانے والے اور ایذا پہنچانے والے کی مثال اُس شخص کے ساتھ دی ہے جو اللہ کی رضامندی کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔(۲)

(2) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ لَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ : الْمُسْبِلُ وَ " الْمَنَّانُ " وَ الْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ ﴾

''روزِ قیامت اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ تو کلام کریں گے' نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ایک تہبند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والا' دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا سودا بیچنے والا۔''(۳)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶۲۸/۱)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۹۶/۳)]

(۳) [مسلم (۱۰۶) کتاب الإیمان : باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن بالعطیة ' ابو داود (۴۰۸۷) کتاب اللباس : باب ما جاء فی إسبال الإزار ' ترمذی (۱۲۱۱) کتاب البیوع : باب ما جاء فیمن حلف علی سلعة کاذبا ' نسائی (۲۴۵/۷) احمد (۱۴۸/۵) ابن حبان (۴۹۰۷)]

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ " مَنَّانٌ " وَلَا عَاقٌّ ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ ﴾

''احسان جتلانے والا' والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''(۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ ، وَ لَا عَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ ، وَلَا مَنَّانٌ ﴾

''ہمیشہ شراب پینے والا' والدین کا نافرمان اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''(۲)

(شیخ سلیم الہلالی) احسان جتلانے اور اذیت پہنچانے سے اجر ضائع ہو جاتا ہے۔(۳)

کیا حالتِ شرک میں کیے ہوئے صدقہ وخیرات کا اجر مسلمان ہونے کے بعد ملتا ہے؟

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَ صِلَةِ رَحِمٍ ، فَهَلْ فِيهَا أَجْرٌ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ ﴾

''میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقہ' غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا مجھے ان کا ثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔''(٤)

اس حدیث کی شرح میں مولانا داود رازؒ رقمطراز ہیں کہ

''امام بخاریؒ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کافر مسلمان ہو جائے تو کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا بھی

---

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (٥٢٤١) کتاب الأشربة : باب الرواية في المدمنين في الخمر ' السلسلة الصحيحة (٦٧٠) نسائی (٥٦٧٥)]

(۲) [صحیح : نسائی في السنن الكبرى (٤٩٢١) احمد (٤٩٩/٤) ابن حبان (٥٣٤٦) حاكم (١٥٦/٤) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تفسير ابن كثير بتحقيق عبد الرزاق مهدى (٦٢٨/١)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (٦٥/٢)]

(٤) [بخاری (١٤٣٦) كتاب الزكاة : باب من تصدق في الشرك ثم أسلم ' مسلم (١٢٣) كتاب الايمان : باب بيان حكم عمل الكافر إذا أسلم بعده ' احمد (١٥٣١٨) طبرانی کبیر (٣٠٧٦) عبد الرزاق (١٩٦٨٥) حميدى (٥٥٤) شرح السنة للبغوى (٢٧) بيهقى (١٢٣/٩) أبو عوانة (٧٢/١)]

ثواب ملے گا۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ بادشاہ حقیقی کے پیغمبر نے جو کچھ فرما دیا وہی قانون ہے۔ اس سے زیادہ صراحت دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جب کافر اسلام لاتا ہے اور اچھی طرح مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی ہر نیکی جو اس نے اسلام سے پہلے کی تھی' لکھ لی جاتی ہے اور ہر برائی جو اسلام سے پہلے کی تھی مٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا رہتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے اللہ پاک اسے بھی معاف کر دے۔'' (۱)

بخیلی کی مذمت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ أَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَى o وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنَى o فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى o وَ مَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ﴾ [الليل : ۸ ۔ ۱۱]

''جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی۔ اور نیک بات کی تکذیب کی۔ تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔ اس کا مال اسے (اوندھا) گرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔''

(2) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [التغابن : ۱۶]

''جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا جائے وہی کامیاب ہے۔''

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اتَّقُوا الظُّلْمَ ' فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' وَاتَّقُوا الشُّحَّ ' فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ' حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَ اسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ ﴾

''ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن (ظالموں کے لیے) عذاب کا باعث ہوگا اور بخل (کنجوسی) سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ بخل نے انہیں اس بات پر اُبھارا کہ انہوں نے مسلمانوں کا (ناحق) خون بہایا اور ان کی حرمتوں کو حلال بنا لیا۔'' (۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَ الْمُتَصَدِّقِ ' كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ ' قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا

---

(۱) [شرح بخاري (تحت الحديث / ۱۴۳۶)]

(۲) [مسلم (۲۵۷۸) كتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم]

إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَ تَرَاقِيهِمَا ، فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَ جَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ ، وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا ﴾

''بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال دو انسانوں کی ہے جنہوں نے زرہ پہن رکھی ہے' ان کے ہاتھوں کو ان کی چھاتیوں اور ان کے سینوں کی جانب جکڑ دیا گیا ہے۔ صدقہ دینے والا جب صدقہ عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ سمٹ جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی اپنی جگہ پر کس جاتا ہے۔'' (۱)

(شیخ سلیم الہلالی) مومن بزدل اور بخیل نہیں ہوتا۔ (۲)

دنیاوی مال و متاع کی حقارت

(1) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ ؟ ﴾

''اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال بس اتنی سی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا کے پانی میں ڈالتا ہے' وہ غور کرے کہ انگلی کے ساتھ کتنا پانی لگتا ہے؟۔'' (۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ ، فَقَالَ : أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ ؟ فَقَالُوا : مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ ، فَقَالَ : فَوَ اللّٰهِ ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ ﴾

''رسول اللہ ﷺ بھیڑ کے ایک ایسے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان بہت چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے (صحابہ سے) پوچھا' تم میں سے کون شخص ایک درہم کے عوض اسے لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا' ہم تو کسی معمولی چیز کے عوض بھی اسے اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ کی قسم!

---

(۱) [بخاری (۱۴۴۳) کتاب الزکاۃ : باب مثل المتصدق والبخیل ' مسلم (۱۰۲۱) کتاب الزکاۃ : باب مثل المنفق والبخیل ' نسائی فی السنن الکبری (۲۳۲۷) حمیدی (۱۰۶۴) ابن حبان (۳۳۱۳) شرح السنة للبغوی (۱۶۶۰) بیہقی (۱۸۶/۴) احمد (۷۴۸۸)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۵۳/۲)]

(۳) [مسلم (۲۸۵۸) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ' ترمذی (۲۳۲۳) كتاب الزهد : باب منه ' ابن ماجة (۴۱۰۸) كتاب الزهد : باب مثل الدنيا ' طبرانی کبیر (۷۱۳/۲۰) مستدرك حاكم (۷۸۹۸/۴) ابن حبان (۴۳۳۰) احمد (۱۸۰۳۰)]

دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا تمہارے نزدیک یہ حقیر ہے۔''(۱)

(3) حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فَوَ اللّٰهِ ! لَا الْفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ' وَ لٰكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ' فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا ' وَ تُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ ﴾

''اللہ کی قسم! میں تمہارے متعلق فقیری کا خوف نہیں رکھتا البتہ تمہارے بارے میں مجھے یہ خدشہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ ہوئی پس تم اس میں رغبت کرو گے جیسا کہ انہوں نے اس میں رغبت کی اور وہ تمہیں تباہ و برباد کر دے گی جیسا کہ اس نے انہیں برباد کر دیا۔''(۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا ' إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاهُ ' وَ عَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ ﴾

''خبردار! بے شک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون (یعنی اللہ کی رحمت سے دور کرنے والا) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ اعمال جنہیں اللہ محبوب جانتا ہے اور عالم اور علم سیکھنے والا۔''(۳)

(5) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ ' مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا (کی قدر و منزلت) مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا گھونٹ نہ پلاتا۔''(٤)

---

(۱) [مسلم (۲۹۵۷) کتاب الزهد والرقائق : باب ' ابو داود (۱۸٦) کتاب الطهارة : باب ترك الوضوء من مس الميتة ' تحفة الأشراف (۲٦۰۱)]

(۲) [بخاری (٦٤۲٥) کتاب الرقاق : باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها ' مسلم (۲۹٦۱) کتاب الزهد والرقائق : باب ' ترمذی (۲٤٦۲) کتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب منه ' ابن ماجة (۳۹۹۷) کتاب الفتن : باب فتنة المال ' حمد (۱۷۲۳٤)]

(۳) [حسن : الصحيحة (۲۷۹۷) ترمذی (۲۳۲۲) کتاب الزهد : باب منه ' ابن ماجة (٤۱۱۲) کتاب الزهد : باب مثل الدنيا]

(٤) [ترمذی (۲۳۲۰) کتاب الزهد : باب ما جاء في هوان الدنيا على الله ' شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے کچھ شواہد ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں۔ دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۹٤۳) هداية الرواة (۵۱۰۵)' (۵/۱۰)]

(6) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ ، فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى ﴾

''جس نے (اللہ سے بڑھ کر) دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو برباد کر لیا اور جس نے آخرت کے ساتھ محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ پس تم باقی رہنے والی اشیاء کو فنا ہونے والی اشیاء پر ترجیح دو۔''(۱)

انسان کا اپنا مال صرف تین قسم کا ہی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَقُولُ الْعَبْدُ : مَالِيْ ، مَالِيْ ، وَإِنَّ مَالَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ : مَا أَكَلَ فَأَفْنَى ، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى ، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى ، وَ مَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَ تَارِكُهُ لِلنَّاسِ ﴾

''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال (اتنا ہے) میرا مال (اتنا ہے) حالانکہ فی الحقیقت اس کے مال میں سے اس کا مال صرف تین قسم کا ہے: (1) جو اس نے کھا لیا اور ختم کر دیا۔ (2) جو اس نے پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا۔ (3) جو اس نے عطیہ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا۔ ان اموال کے علاوہ جو بھی مال ہے اسے وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔''(۲)

باعمل فقراء کی فضیلت

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ ﴾

''میں نے جنت کا مشاہدہ کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں اکثریت فقراء کی ہے۔''(۳)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الْجَنَّةِ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا ﴾

---

(۱) [مسند احمد ([illegible]) شیخ البانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے لیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حسن سند کے ساتھ شاہد موجود ہے۔ دیکھیے سلسلة صحيحة (۳۲۸۷) هداية الرواة (۵۱۰۷)' (۱۰/۵)]

(۲) [مسلم (۲۹۵۹) كتاب الزهد والرقائق' ترمذی (۳۳۵٤) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة ألهاكم التكاثر' نسائی (۲۳۸/٦) احمد (۸۸۲۱) ابن حبان (۳۲٤٤) بيهقی (۳٦۸/۳)]

(۳) [بخاری (٦٥٤٦) كتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار' مسلم (۲۷۳۷) كتاب الرقاق : باب أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء' ترمذی (۲٦۰۲) كتاب صفة جهنم : باب ما جاء أن أكثر أهل النار النساء' احمد (۲۰۸٦) نسائی فی السنن الكبرى (۹۲٦۱) طبرانی كبير (۱۲۷٦٥)]

"بے شک روزِ قیامت فقیر مہاجر لوگ مالدار لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔" (۱)

(3) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ : مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا ؟ فَقَالَ : رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا ۔ وَاللّٰهِ ۔ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ وَ إِنْ قَالَ أَنْ يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، قَالَ : فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا ؟ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، هٰذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ، وَ إِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : **هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا** ﴾

"رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا' یہ شخص بڑے لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ شخص اس لائق ہے کہ اگر وہ کسی کی طرف منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح ہو جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور شخص گزرا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص فقیر مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح نہ ہو اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہ اکیلا شخص اُس (امیر) شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین سے بھی کہیں زیادہ بہتر ہے۔" (۲)

رسول اللہ ﷺ مسکین رہنے کے خواہشمند تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَ أَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ ﴾

"اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ' مجھے مسکین فوت کر اور مجھے مساکین کے گروہ میں اُٹھانا۔" (۳)

---

(۱) [مسلم (۲۹۷۹) کتاب الزھد و الرقائق : باب]

(۲) [بخاری (٦٤٤٧) کتاب الرقاق : باب فضل الفقر' ابن ماجۃ (۴۱۲۰) کتاب الزھد : باب فضل الفقراء]

(۳) [**صحیح** : إرواء الغلیل (٨٦١) السلسلة الصحیحة (۳۰۸)]

اللہ چاہے تو فقیر کو غنی کر دے اور غنی کو فقیر

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ' بِيَدِكَ الْخَيْرُ ' إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٦]

''آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ شاہ کو گدا بنا دینا اور گدا کو شاہ' اسی طرح معزز کو ذلیل کر دینا اور ذلیل کو معزز' سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اس لیے جس کے پاس مال جیسی نعمت الٰہی موجود ہو تو اسے تکبر و غرور اور ریاء و نمود کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے چاہیے کہ ہر وقت مال کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے اسے ادا کرتا رہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اپنی نعمت چھین لے اور پھر وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿ وَ إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٧]

''جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

اور شکر یہ ہے کہ اللہ کی ہر نعمت کو اسی طرح استعمال کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وگرنہ ناشکری کی صورت میں اللہ تعالیٰ شان و شوکت کا مقام چھین کر مفلسی کی چوکھٹ پر بٹھانے پر بھی قادر ہے۔

مال کی فراوانی علامات قیامت میں سے ایک ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ بِزَكوٰةِ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ ﴾

''قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ مال و دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ (مال و دولت کی) اس قدر کثرت ہوگی کہ آدمی زکوۃ کا مال لے کر نکلے گا مگر کوئی زکوۃ لینے والا نظر نہیں آئے گا۔'' (۱)

قیامت کے قریب ایسا حکمران ہوگا جو بہت زیادہ سخاوت کرے گا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَ لَا يَعُدُّهُ ﴾

''آخری زمانے میں (یعنی قیامت کے قریب) ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔'' (۲)

(نوویؒ) یہ خلیفہ اتنا مال اس وجہ سے تقسیم کرے گا کیونکہ اُس وقت اموال' غنائم اور فتوحات کی کثرت ہوگی اور اس پر مزید اس کا نفس بھی سخی ہوگا۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (۱۴۱۱) کتاب الزکوۃ : باب الصدقة قبل الرد ' مسلم (۱۰۱۱) کتاب الزکاة : باب الترغیب فی الصدقة قبل أن لا یوجد من یقبلها]

(۲) [مسلم (۲۹۱۳) کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل ' احمد (۱۱۰۱۲)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۱۷۱/۹)]

كتاب الزكاة
زکوٰۃ کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ ﴾

[حم السجدة : ٦ ـ ٧]

''اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔''
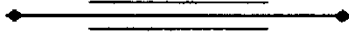
حدیث نبوی ہے کہ

﴿ مَانِعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ ﴾

''زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا روزِ قیامت آگ میں ہوگا۔''

[صحيح الجامع الصغير (٥٨٠٧)]

باب فرضية الزكاة　　زکوۃ کی فرضیت کا بیان

زکوۃ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ " وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ " وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ﴾

''اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔'' (۱)

(نوویؒ) نماز اور زکوۃ شہادتین کے بعد اسلام کے اہم ترین ارکان ہیں۔(۲)

پچھلی اُمتوں کو بھی زکوۃ کا حکم دیا گیا تھا

(1) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ أَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ [المائدة : ۱۲]

''اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس عہد و پیمان کا تذکرہ کیا ہے:

﴿ وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ أَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۳]

---

(۱) [بخاری (۸) کتاب الإیمان : باب دعائکم إیمانکم ' مسلم (۱۶) کتاب الإیمان : باب بیان أرکان الإسلام ودعائمه العظام ' ترمذی (۲۶۱۲) نسائی (۱۰۷/۸) حمیدی (۷۰۳) ابن خزیمة (۳۰۸) احمد (۱۲۰/۲۔۱۴۳) شرح السنة (۶۴/۱) الحلیة لأبی نعیم (۶۲/۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۱۸/۲)]

''(یاد کرو!) جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' لوگوں کو اچھی بات کہنا' نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا' پھر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔''

(3) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴾ [مريم : ٥٥]

''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ شخص تھے۔''

(4) حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴾ [الأنبياء : ٧٣]

''ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیکیوں کے کرنے' نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔''

(5) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ٥ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مريم : ٣٠-٣١]

''میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبوت سے نوازا اور میں جہاں بھی ہوں مجھے بابرکت بنا دیا اور مجھے حکم دیا کہ میں جب تک زندہ رہوں نماز قائم رکھوں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔''

اِس اُمت پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے

جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَآتُوا الزَّكَاةَ ﴾ [البقرة : ٤٣]

''اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

(2) ﴿ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ [المزمل : ٢٠]

''زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔''

(3) ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ [التوبة : ١٠٣]

''ان کے مالوں سے آپ صدقہ لیجیے۔''

(4) ﴿ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ [الأنعام: ١٤١]

''اس کے کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو (یعنی پھل اتارنے یا فصلوں کی کٹائی کے وقت)۔''

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا کہ

﴿ اُدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ ' فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَالِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ' فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَالِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ ﴾

''تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ (یعنی زکوۃ کو) فرض قرار دیا ہے۔''(١)

(6) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فریضہ زکوۃ کے متعلق یہ تحریر بھیجی:

﴿ هٰذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ ﴾

''یہ وہ فریضہ زکوۃ ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔''(٢)

(7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

---

(١) [بخاری (١٣٩٥) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة ' مسلم (١٩) كتاب الإيمان : باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام ' أبو داود (١٥٨٤) كتاب الزكاة : باب في زكاة السائمة ' ترمذی (٦٢٥) كتاب الزكاة : باب ما جاء في كراهية أخذ خيار المال في الصدقة ' نسائی (٥/٢) ابن ماجة (١٧٨٣) كتاب الزكاة : باب فرض الزكاة ' أحمد (٢٣٣/١) دارمی (١٦١٤) دارقطنی (١٣٥/٢) طبرانی کبیر (١٢٢٠٧) بيهقی (٩٦/٤)]

(٢) [بخاری (١٤٥٤) كتاب الزكاة : باب زكاة الغنم ' أبو داود (١٥٦٧) كتاب الزكاة : باب في زكاة السائمة ' نسائی (٢٤٤٧) كتاب الزكاة : باب زكاة الإبل ' ابن ماجة (١٨٠٠) كتاب الزكاة : باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق سن ' ابن خزيمة (٤٠) ابن الجارود (٣٤٢) دارقطنی (١١٣/٢) كتاب الزكاة : باب زكاة الإبل والغنم]

اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! ہم ربیعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان پڑتے ہیں۔اس لیے ہم صرف حرمت کے مہینوں میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں رُک جاتی ہیں اور راستوں میں امن ہوتا ہے)۔آپ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتا دیجئے جن پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلے کے اُن لوگوں کو بھی ان پر عمل کے لیے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ آمُرُکُمْ بِأَرْبَعٍ وَ أَنْهَاکُمْ عَنْ أَرْبَعٍ : اَلْإِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ـ وَ عَقَدَ بِیَدِهِ هٰکَذَا ـ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ " وَإِیْتَاءِ الزَّکَاةِ " وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ ...... ﴾

''میں تمہیں چار کاموں کا حکم دیتا ہوں اور چار کاموں سے روکتا ہوں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہا تو) آپ ﷺ نے اپنی اُنگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے (کا حکم دیتا ہوں)۔''(۱)

(8) قیصر روم ہرقل نے ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے تو اس نے کہا:

﴿ یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهِ شَیْئًا وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ آبَاءُکُمْ وَ یَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ " وَالزَّکَاةِ " وَ الصِّدْقِ وَ الْعَفَافِ وَ الصِّلَةِ ﴾

''وہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں (اُن شرکیہ باتوں کو) چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے' زکوۃ دینے' سچ بولنے' پرہیزگاری اختیار کرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔''(۲)

(9) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد والوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا' اس

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۸) کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة ' مسلم (۱۷) کتاب الإیمان : باب الأمر بالإیمان باللہ ورسولہ وشرائع الدین والدعاء إلیہ والسؤال عنہ وحفظہ وتبلیغہ من لم یبلغہ ' ابو داود (۳۶۹۲) کتاب الأشربة : باب فی الأوعیة ' ترمذی (۱۵۹۹) نسائی فی السنن الکبری (۵۰۵۷) ابن حبان (۱۵۷) ابن خزیمة (۳۰۷) طبرانی کبیر (۱۰۶۸۸) طیالسی (۲۷۴۷) شرح السنة للبغوی (۲۰) بیهقی فی السنن الکبری (۲۹۴/۶) وفی دلائل النبوة (۳۲۳/۵) ابن أبی شیبة (۱۱/۶) احمد (۲۰۲۰)]

(۲) [بخاری (۷) کتاب الوحی : باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ' مسلم (۱۷۷۳) کتاب الجهاد والسیر : باب کتاب النبی إلی هرقل یدعوه إلی الإسلام ' ابو داود (۵۱۳۶) ترمذی (۲۷۱۷) نسائی فی السنن الکبری (۵۸۵۸) ابن حبان (۶۵۵۵) عبد الرزاق (۹۷۲۴) ابن منده (۱۴۳) بیهقی فی دلائل النبوة (۳۷۷/۴) احمد (۲۳۷۰)]

کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور ہمیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتی کہ وہ نزدیک آن پہنچا' تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے' اس نے کہا بس اس کے سوا تو مجھ پر کوئی نماز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے تو اور بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا' اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں مگر تو نفل روزے رکھے تو اور بات ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَ ذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " زَكَاةً " قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ قَالَ : لَا ' إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوۃ کا ذکر کیا (کہ یہ بھی اسلام کا ایک حصہ ہے) تو اس نے کہا کہ مجھ پر کوئی اور تو صدقہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں مگر تو نفلی صدقہ دے تو اور بات ہے۔''(۱)

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ " وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ " وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ ﴾

''اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے' نماز قائم کرے' فرض زکوۃ ادا کرے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔''(۲)

(شیخ وہبہ زحیلی) زکوۃ کے وجوب پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۳)

(شیخ صالح بن فوزان) زکوۃ کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(٤)

---

(۱) [بخاری (٤٦) كتاب الإيمان : باب الزكاة من الإسلام ' مسلم (١١) كتاب الإيمان : باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام ' موطا (٤٢٥) كتاب الصلاة : باب جامع الترغيب في الصلاة ' ابو داود (٣٩٢) كتاب الصلاة : باب فرض الصلاة ' دارمي (١٥٧٨) ابن حبان (١٧٢٤) ' (٣٢٦٢) ابن خزيمة (٣٠٦) ابن الجارود (١٤٤) شرح السنة للبغوى (٧) بيهقى فى السنن الكبرى (٣٦١/١)]

(۲) [بخاری (٤٧٧٧) كتاب تفسير القرآن : باب قوله إن الله عنده علم الساعة ' مسلم (٩) كتاب الإيمان : باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان ووجوب الإيمان بإثبات قدر الله سبحانه وتعالى ' ابو داود (٤٦٩٨) كتاب السنة : باب في القدر ' ابن ماجة (٦٤) ' (٤٠٤٤) مقدمة : باب في الإيمان ' نسائي (٥٠٠٦) ابن أبي شيبة (١١/٥) ابن حبان (١٥٩) ابن منده (١٥)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (١٧٩٢/٣)]

(٤) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (٣٢٠/١)]

زکوۃ کی ادائیگی پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ " وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ " وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ﴾

''میں نے ان اُمور پر نبی کریم ﷺ کی بیعت لی: کہ میں نماز قائم کروں گا' زکوۃ ادا کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔'' (۱)

اگر کسی چیز میں فرضیتِ زکوۃ کا علم ہی نہ ہو

(ابن بازؒ) (اگر آپ کو علم نہیں تھا تو پھر جب بھی علم ہو جائے تو) آپ پر لازم ہے کہ سابقہ تمام سالوں کی زکوۃ ادا کریں اور آپ کی (فرضیتِ زکوۃ کے حکم سے) جہالت آپ سے زکوۃ کو ساقط نہیں کرے گی کیونکہ زکوۃ کی فرضیت ایسا حکم ہے جو دین میں ضروری طور پر معلوم ہے اور یہ مسلمانوں پر مخفی بھی نہیں' نیز زکوۃ ارکانِ اسلام میں تیسرا رکن بھی ہے۔ لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ فوراً سابقہ تمام سالوں کی زکوۃ ادا کر دیں۔ مزید یہ کہ تاخیر کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار بھی کریں۔ اللہ ہمیں' آپ کو اور ہر مسلمان کو معاف فرمائے۔ (۲)

---

(۱) [بخاری (۱٤۰۱) کتاب الزکاۃ : باب البیعة علی إیتاء الزکاۃ' مسلم (٥٦) کتاب الإیمان : باب بیان أن الدین النصیحة' ترمذی (۱۹۲٥) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في النصیحة' ابن حبان (٤٥ ' ٤٦' طبرانی کبیر (۲۲٤٤)' (۲۲٤٥) بیهقی (۱٤٥/۸) احمد (۱۹۱۸۲) حمیدی (۷۹٥)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۲۳۹/۱٤)]

باب فضيلة الزكاة و فوائده　زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان

زکوٰۃ کی ادائیگی جنت میں لے جانے والا عمل ہے

(1) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ ، قَالَ : مَالَهُ مَالَهُ ، وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَرَبٌ مَالَهُ ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ تُقِيمُ الصَّلَاةَ " وَ تُؤْتِي الزَّكَاةَ " وَ تَصِلُ الرَّحِمَ ﴾

''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ آخر کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (تو یاد رکھو!) اللہ کی عبادت کرو' کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔'' (۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے اُس دیہاتی کو جنت میں داخلے کا یہ فارمولا بتایا تو اس نے کہا:

﴿ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا ﴾

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان عملوں پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ پھیر گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔'' (۲)

(3) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۶) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة ' مسلم (۱۳) كتاب الإيمان : باب بيان الإيمان الذی يدخل به الجنة وأن من تمسك بما أمر به دخل الجنة ' نسائی فی السنن الكبری (۳۲۸/۱) ابن حبان (۳۲۴۵) ' (۳۲۴۶) طبرانی كبير (۳۹۲۴) ' (۳۹۲۵) شرح السنة للبغوی (۸) ابن منده (۱۲۳) ' (۱۲۴) احمد (۲۳۵۹۷)]

(۲) [بخاری (۱۳۹۷) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة ' مسلم (۱٤) كتاب الإيمان : باب بيان الإيمان الذی يدخل به الجنة وأن من تمسك بما أمر به دخل الجنة ' احمد (۸۵۲۳) ابن منده (۱۲۸)]

﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ " وَ أَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ " وَ أَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ﴾

''اپنے رب سے ڈرو، پانچ نمازیں ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور امیر کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' (۱)

زکوٰۃ وخیرات مال اور اجر وثواب میں اضافے کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴾ [الروم : ۳۹]

''جو کچھ تم صدقہ وزکوٰۃ اللہ کی رضا کے لیے دو تو یہی لوگ ہیں جو (اپنا مال اور اجر) دُگنا کرنے والے ہیں۔''

صدقہ وزکوٰۃ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالَى ﴾

''صدقہ کسی مال کو کم نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتے ہیں۔'' (۲)

(2) حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ ، قَالَ : مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ ، وَ لَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا ، وَ لَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ ﴾

''تین باتوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کر لو۔ آپ ﷺ نے فرمایا، صدقے سے بندے کے مال میں کمی نہیں آتی اور جس بندے پر بھی ظلم کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ

---

(۱) [صحیح : الصحیحة (۸٦۷) صحیح ترمذی ، ترمذی (٦١٦) کتاب الجمعة : باب منه ، مسند احمد (۲٥١/٥) مستدرك حاكم (٩/١) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔]

(۲) [مسلم (۲٥٨٨) کتاب البر و الصلة و الآداب : باب استحباب العفو و التواضع ، ترمذی (۲٠۲٩) کتاب البر و الصلة : باب ما جاء فی التواضع ، ابن خزیمة (۲٤۳۸) ابن حبان (۳۲٤۸) شرح السنة للبغوی (١٦۳۳) دارمی (١٦۷٦) بیهقی (١٨۷/٤) احمد (۷۲١٠)]

اسے عزت وشرف میں مزید بڑھا دیں گے اور جس بندے نے بھی سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیں گے۔"(۱)

زکوۃ مال کا شر ختم کر دیتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَرَأَيْتَ إِنْ أَدَّى الرَّجُلُ زَكَاةَ مَالِهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ ﴾

"ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے اگر آدمی اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو یقیناً اس سے اُس (مال) کا شر چلا گیا۔"

مستدرک حاکم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهُ ﴾

"جب تو اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دے تو یقیناً تو نے خود سے اس کا شر دور کر دیا۔"(۲)

زکوۃ اموال کی طہارت کا ذریعہ ہے

حضرت خالد بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : أَخْبِرْنِي قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ " وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ " جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ " ﴾

"ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آپ رضی اللہ عنہما سے پوچھا مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتائیے "جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوۃ

---

(۱) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (٨٦٩) كتاب الصدقات : باب الترغيب في الصدقة والحث عليها وما جاء في جهد المقل ومن تصدق بما لا يحب ' ترمذى (٢٣٢٥) كتاب الزهد : باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر ' ابن ماجة (٤٢٢٨)]

(۲) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٧٤٣) رواه الطبراني في الأوسط كما في مجمع الزوائد للهيثمي (٦٣/٣) ابن خزيمة (١٣/٤) حاكم (٣٩٠/١)]

نہ دی تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ حکم زکوۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔'' (۱)

زکوۃ اموال کی حفاظت کا باعث ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ ﴾

''زکوۃ کے ذریعے اپنے اموال محفوظ کرو۔'' (۲)

زکوۃ ادا کرنے والا صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ قُضَاعَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : إِنِّي شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ وَ صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَ صُمْتُ رَمَضَانَ وَ قُمْتُهُ " وَ آتَيْتُ الزَّكَاةَ " فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ ﴾

''قضاعہ قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا' بلاشبہ میں نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں نے پانچوں نمازیں ادا کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور اس کا قیام کیا اور زکوۃ ادا کی۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص اسی عمل پر فوت ہوا وہ صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (۳)

ہر سال زکوۃ ادا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے

حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ : مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ ' وَعَلِمَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ '

---

(۱) [بخاری (۱۴۰۴) کتاب الزکاۃ : باب ما أدی زکاته فلیس بکنز ' ابن ماجه (۱۷۸۷) کتاب الزکاۃ : باب ما أدی زکاته لیس بکنز]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۷۴۴) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی أداء الزکاۃ و تأکید وجوبها ' بیهقی فی شعب الإیمان (۳۵۵۷)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۷۴۹) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی أداء الزکاۃ و تأکید وجوبها ' رواہ البزار فی کشف الأستار (۴۵) بإسناد حسن ' ابن خزیمة (۲۲۱۲) ابن حبان (۳۴۲۹)]

وَأَعْطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ ﴾

''جس شخص نے تین کام کیے اس نے یقیناً ایمان کا ذائقہ چکھ لیا: جس نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی اور یہ جان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور ہر سال دِلی خوشی اور اس کی رغبت وتعاون کے ساتھ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی۔''(۱)

زکوٰۃ وخیرات گناہوں کا کفارہ ہے

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ ؟ قَالَ : قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ ' قَالَ : إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ فَكَيْفَ قَالَ ؟ قُلْتُ : فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَ وَلَدِهِ وَ جَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ " والصَّدَقَةُ " وَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ لوگوں میں سے کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اسے بیان کرنے کی جرأت ہے تو (بتاؤ) آپ ﷺ نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ ﷺ نے فرمایا تھا):

''انسان کی آزمائش (یعنی فتنہ) اس کے خاندان' اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز' صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا اس آزمائش کا کفارہ بن جاتی ہیں۔''(۲)

(2) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ﴾

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱٤۰۰) كتاب الزكاة : باب في زكاة السائمة ' صحيح الترغيب (۷٥۰) كتاب الصدقات : باب الترغيب في أداء الزكاة وتأكيد وجوبها ' ابو داود (۱٥۸۲)]

(۲) [بخاری (۱٤۳٥) كتاب الزكاة : باب الصدقة تكفر الخطيئة ' مسلم (۱٤٤) كتاب الإيمان : باب أن الإسلام بدأ غريبا وسيعود كما غريبا وإنه يأرز بين المسجدين ' ترمذی (۲۲٥۸) كتاب الفتن : باب ما جاء في النهي عن سب الرياح ' ابن ماجة (۳۹٥٥) كتاب الفتن : باب ما يكون من الفتن ' نسائی فی السنن الكبرى (۳۲۷/۱) طيالسی (٤۰۸) ابن حبان (٥۹٦٦) ابن أبي شيبة (۱٥/۱٥) عبد الرزاق (۲۰۷٥۲) طبرانی كبير (۳۰۲٤) شرح السنة للبغوی (٤۲۱۸)]

''صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے۔''(۱)

صدقہ و خیرات سے رب کا غضب ختم ہو جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ﴾

''بلاشبہ صدقہ پروردگار کا غضب ختم کر دیتا ہے۔''(۲)

صدقہ روزِ قیامت مومن پر سایہ کرے گا

مرثد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ ﴾

''بلاشبہ روزِ قیامت مومن پر اس کا صدقہ سایہ کرے گا۔''(۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی' ترمذی (٢٦١٦) کتاب الإیمان : باب ما جاء فی حرمة الصلاة]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (١٩٠٨)]

(۳) [صحیح : هدایة الرواة (٣٠٠/٢) احمد (٢٣٣/٤)]

باب إثم مانع الزكاة و حكمه — مانع زکوۃ کے گناہ اور اس کے حکم کا بیان

زکوۃ ادا نہ کرنے والے کو اس کے مال کا طوق پہنایا جائے گا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران : ١٨٠]

''جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے' عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے۔''

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ عُنُقِهِ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ " وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ " ﴾

''جو آدمی اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی گردن میں (اس کے مال کو) سانپ بنا دیں گے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کتاب اللہ سے اس کا مصداق تلاوت کیا کہ ''جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں کنجوسی کو (اپنے لیے بہتر) ہرگز خیال نہ کریں۔'' (١)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ﴾

''جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا لیکن اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا' وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں۔'' (٢)

---

(١) [**حسن صحيح** : هداية الرواة (٢/٢٥٤) ترمذى (٣٠١٢) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة آل عمران ' ابن ماجة (١٧٨٤) كتاب الزكاة : باب ما جاء فى منع الزكاة ' نسائى (١١/٥)]

(٢) [بخارى (١٤٠٣) كتاب الزكاة : باب إثم مانع الزكاة ' نسائى (٢٤٨٤) كتاب الزكاة : باب مانع زكاة ماله ' احمد (٩٩٥١) مؤطا (٥٣٠) كتاب الزكاة : باب ما جاء فى الكنز]

مانع زکوۃ کو روزِ قیامت اُسی کے خزانے سے داغا جائے گا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ o يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣٤-٣٥]

''جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے کہ جس دن اس خزانے کو آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں' اور پہلو' اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔''

زکوۃ روک لینا علامتِ کفر و شرک اور موجبِ ہلاکت ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ o الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ o ﴾
[حم السجدة : ٦-٧]

''اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ثَلَاثَةً فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَبْرَصَ وَ أَقْرَعَ وَ أَعْمٰى بَدَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ : أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ فَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَ جِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ : أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ ' هُوَ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنَّ الْأَبْرَصَ وَ الْأَقْرَعَ قَالَ أَحَدُهُمَا : الْإِبِلُ ' وَقَالَ الْآخَرُ : الْبَقَرُ ' فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ ' وَ أَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ : أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : شَعْرٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبُ عَنِّيْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ ' قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ ' وَ أُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا ' قَالَ : فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : الْبَقَرُ ' قَالَ : فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا ' وَقَالَ يُبَارِكُ لَكَ فِيْهَا ' وَ أَتَى الْأَعْمٰى فَقَالَ : أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : يَرُدُّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ ' قَالَ : فَمَسَحَهُ ' فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرَهُ ' قَالَ : فَأَيُّ الْمَالِ

أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : الْغَنَمُ ' فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا ' فَأُنْتِجَ هَذَانِ وَ وَلَّدَ هَذَا ' فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ إِبِلٍ وَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ وَ لِهَذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ '

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَ هَيْئَتِهِ ' فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْكِينٌ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْحِبَالُ فِي سَفَرِهِ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ ' أَسْأَلُكَ ۔ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَ الْجِلْدَ الْحَسَنَ وَ الْمَالَ ۔ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي ' فَقَالَ لَهُ : إِنَّ الْحُقُوقَ كَثِيرَةٌ ' فَقَالَ لَهُ : كَأَنِّي أَعْرِفُكَ ' أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ ' فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللَّهُ ؟ فَقَالَ : **لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ** ' وَ أَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ ' فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا ' فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا ' فَقَالَ : **إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ** ' وَ أَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَ ابْنُ سَبِيلٍ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْحِبَالُ فِي سَفَرِهِ ' فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ ' أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي ' فَقَالَ : قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ بَصَرِي وَفَقِيرًا فَقَدْ أَغْنَانِي فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَ اللَّهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلَّهِ ' فَقَالَ : **أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ ' فَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَ سَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ** ﴾

''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے (1) کوڑھی (2) اندھا (3) اور گنجا' اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ اس نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اچھا رنگ اور خوبصورت جلد کیونکہ لوگ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی وہ بیماری دور ہو گئی' اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور جلد بھی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اُونٹ یا کہا گائے'' راوی کو شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اُونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔'' چنانچہ اسے حاملہ اُونٹنی دے دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اچھے بال اور یہ عیب مجھ سے دور ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا وہ عیب ختم ہو گیا اور اس کے بدلے اچھے بال آ گئے۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ پھر فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت لوٹا دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں کے جانوروں کے بچے پیدا ہوئے حتیٰ کہ کوڑھی کے اُونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی' گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر فرشتہ اپنی پہلی شکل میں دوبارہ کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نہایت مسکین آدمی ہوں' سفر میں میرا مال واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی اُمید نہیں لیکن میں تم سے اُسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا' ایک اُونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر پورا ہو جائے۔ اس نے فرشتے سے کہا میرے ذمے اور بہت سے حقوق ہیں' فرشتے نے کہا گویا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں' کیا تمہیں کوڑ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے' تم ایک فقیر آدمی تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے' فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس اپنی پہلی صورت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں' سفر کے تمام سامان واسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی اُمید نہیں۔ میں تم سے اُس ذات کے واسطے سے جس نے تمہیں تمہاری بصارت واپس دی' ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے اپنا سفر پورا کر سکوں۔ اندھے نے جواب میں کہا کہ یقیناً میں ایک اندھا آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بصارت عطا فرمائی اور واقعتاً میں فقیر و مسکین تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہتے ہو لے سکتے ہو' اللہ کی قسم! آج میں تمہیں اس چیز سے نہیں روکوں گا جسے تم اللہ کے لیے لینا چاہو گے۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو' بلاشبہ یہ تو صرف تم لوگوں کی آزمائش تھی اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض۔'' (۱)

---

(۱) [بخاری (٣٤٦٤) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب ما ذکر عن بنی إسرائیل' مسلم (٢٩٦٤) کتاب الزھد والرقائق : باب' ابن حبان (٣١٤) بیھقی (٢١٩/٧) تحفة الأشراف (١٣٦٠٢)]

زکوۃ ادا نہ کرنے والے ملعون ہیں

(1) مسروق ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ آكِلُ الرِّبَا وَ مُوكِلُهُ وَشَاهِدَاهُ إِذَا عَلِمَاهُ ' وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُوْتَشِمَةُ ' وَلَاوِي الصَّدَقَةِ ' ...... مَلْعُونُونَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''سود کھانے والا' اس کا کھلانے والا' اس کے دونوں گواہ جبکہ انہیں اس کا علم ہو' بال گوندھنے والی' بال گندوانے والی اور صدقہ و زکوۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والا...... زبانِ محمد کے مطابق روزِ قیامت ملعون ہوں گے۔'' (۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَاهُ وَ كَاتِبَهُ وَ الْوَاشِمَةَ وَ الْمُسْتَوْشِمَةَ " وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ " وَ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' اس کے کھلانے والے' اس کے دونوں گواہوں پر' بال گوندھنے اور گندوانے والی عورت پر' صدقہ و زکوۃ روکنے والے' حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے' (سب افراد) پر لعنت فرمائی ہے۔'' (۲)

زکوۃ روکنے والے کا عبرتناک انجام

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَ لَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ ' فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَ جَبِينُهُ وَظَهْرُهُ ' كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ ' فَيَرَى سَبِيلَهُ : إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِمَّا إِلَى النَّارِ '

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! فَالْإِبِلُ ؟ قَالَ : وَلَا صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا ۔ وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ

---

(۱) [حسن لغیرہ : صحيح الترغيب (۷۵۷) كتاب الصدقات : باب الترهيب من منع الزكاة وما جاء في زكاة الحلي ' ابن خزيمة (۹/٤) احمد (۳۹۳/۱-٤۰۲) ابن حبان في صحيحه (۳۲٤۱)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحيح الترغيب (۷۵۸) كتاب الصدقات : باب الترهيب من منع الزكاة وما جاء في زكاة الحلي ' رواه الأصبهاني]

وِرْدِهَا ـ إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهُ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا ، تَطَأُهُ بِأَخْفَافِهَا وَ تَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا ، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ ، فَيَرَى سَبِيلَهُ : إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِمَّا إِلَى النَّارِ ،

قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ ؟ قَالَ وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا ، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا ، وَتَطَأُهُ بِأَظْلَافِهَا ، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ ، فَيَرَى سَبِيلَهُ : إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِمَّا إِلَى النَّارِ ،

قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! فَالْخَيْلُ ؟ قَالَ : الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ : هِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ : فَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا ، كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَ تَعَفُّفًا ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا ، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ ، وَأَمَّا الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَ رِيَاءً وَ نِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ ، فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ ،

وَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ؟ فَقَالَ : مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ " فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ " ﴾

”جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے' دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں' اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔ پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں میں فیصلے ہونے تک جب بھی ان پتروں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا' اس کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلسل کے ساتھ) لوٹانے کا عمل جاری رہے گا' یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! اونٹوں کا (حکم) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جو اونٹوں والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا' جب کہ اونٹوں کے بارے میں یہ حق بھی (مستحب) ہے کہ جس دن ان کو پانی پلانے

کے لیے لے جایا جائے ان کا دودھ دھو کر (فقراء و مساکین میں) تقسیم کیا جائے تو جب قیامت کا دن ہوگا تو زکوٰۃ نہ دینے والے اونٹوں کے مالک کو (چہرے کے بل) اونٹوں کے (پامال کرنے کے) لیے چٹیل کھلے میدان میں گرادیا جائے گا' اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہوگا چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹیں گے جب اس پر سے پہلا دستہ گزر جائے گا تو پھر اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یہ تسلسل اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص اپنے مقام کو ملاحظہ کرے گا کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! گائے اور بکریوں کا کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' گائے بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل وسیع میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا۔ جانوروں میں سے کوئی جانور غائب نہیں ہوگا ان میں خم دار سینگوں والا' بغیر سینگوں والا اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والا کوئی جانور نہ ہوگا۔ جانور اس کو سینگ ماریں گے اور کھروں کے ساتھ اسے پامال کریں گے جب اس پر پہلا دستہ گزر جائے گا تو اس پر آخری دستہ (اس روز تک تسلسل کے ساتھ) گزرتا رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کے بارے میں کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ کسی شخص کے لیے گھوڑے وبال ہوں گے جبکہ بعض لوگوں کے لیے پردہ ہوں گے اور بعض کے لیے (باعث) ثواب ہوں گے۔ اُس شخص کے لیے وبال ہیں جس نے ان کو ریا' فخر اور مسلمانوں کی عداوت کے لیے باندھا ہوا ہے اور اُس شخص کے لیے پردہ ہوں گے جس نے ان کو فی سبیل اللہ رکھا ہوا ہے نیز ان کی پیٹھ اور ان کی گردنوں میں جو حقوق ہیں وہ ان کی ادائیگی میں غفلت نہیں کرتا اور اُس شخص کے لیے باعث اجر و ثواب ہیں جس نے ان کو اہل اسلام کے لیے فی سبیل اللہ چراگاہ اور باغیچے میں رکھا ہوا ہے' وہ وہاں سے جو کچھ بھی چرتے ہیں تو ان کے مالک کے لیے اس کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں اور ان کے گوبر اور پیشاب کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی رسی کو توڑ کر جب کسی ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر قوت کے ساتھ چلتے ہیں تو ان کے قدموں کے نشانات اور ان کا گوبر نیکیوں کی شکل میں تحریر ہوتا ہے اور جب بھی ان کا مالک ان کو لے کر کسی نہر کے پاس سے گزرتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں حالانکہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہیں ہے تو جس قدر انہوں نے پانی پیا اس کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں۔

پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! ''گدھوں کے بارے میں کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' گدھوں کے بارے میں مجھ پر اس ایک جامع آیت کے سوا کچھ نازل نہیں ہوا (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''جس شخص نے ذرہ بھر نیک عمل کیا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ بھر برا عمل کیا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (۱)

زکوٰۃ روکنے والوں کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَانِعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ ﴾

''زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا روزِ قیامت آگ میں ہوگا۔'' (۲)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ لَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ ﴾

''جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکوٰۃ روک لی اُن کے لیے آسمان سے بارش روک دی گئی۔'' (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ ﴾

''جنہوں نے زکوٰۃ روک لی ان سے بارش روک دی گئی۔'' (٤)

(3) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِيْنَ ﴾

---

(۱) [مسلم (۹۸۷) كتاب الزكاة : باب إثم مانع الزكاة' أبو داود (۱٦٥۸) أحمد (۲/۲٦۲) عبدالرزاق (٦۸٥۸) ابن خزيمة (۲۲٥۲) ابن حبان (۳۲٥۳) بيهقى (٤/۸۱) شرح السنة (۳/۳۱۱)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الجامع الصغير (٥۸۰۷) صحيح الترغيب والترهيب (۷٦۲) كتاب الصدقات : باب الترهيب من منع الزكاة وما جاء فى زكاة الحلى' طبرانى صغير (۱/٥۸)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۷٦٤) كتاب الصدقات : باب الترهيب من منع الزكاة وما جاء فى زكاة الحلى]

(٤) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۷٦٥) كتاب الصدقات : باب الترهيب من منع الزكاة وما جاء فى زكاة الحلى' رواه الطبرانى فى الكبير]

''زکوٰۃ روکنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قحط سالی سے دوچار کر دیتے ہیں۔'' (۱)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قتال کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ ، فَقَالَ عُمَرُ : كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : **أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَ حِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ ،**

فَقَالَ : **وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ ، وَ اللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا ،**

قَالَ عُمَرُ : فَوَ اللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ ﴾

''جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا لہٰذا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی موجودگی میں آپ کیسے لڑائی کر سکتے ہیں کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص یہ شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا سوائے اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ہر اُس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق ڈالے گا (مراد یہ ہے کہ نماز ادا کرے لیکن زکوٰۃ ادا نہ کرے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے زکوٰۃ میں بکری کے چار ماہ کے بچے کو بھی دینے سے انکار کیا جسے یہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول

---

(۱) [**صحیح لغیرہ :** صحیح الترغیب (۷۶۳) کتاب الصدقات : باب الترهیب من منع الزكاة وما جاء في زكاة الحلي ، رواه الطبراني في الأوسط ، مستدرك حاكم (۱۲۶/۲) بيهقي في السنن الكبرى (۳٤٦/۳) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

دیا تھا اور پھر میں نے بھی جان لیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔" (۱)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکوۃ کا انکار کرنے والوں کا کہنا تھا کہ زکوۃ لینا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ [التوبة : ۱۰۳] "آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیجیے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجیے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔"

اور تطہیر، تزکیہ اور دعا جو پیغمبر کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس دور از کار تاویل کی تردید کی اور ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

(شیخ وہبہ زحیلی) صحابہ کا اتفاق ہے کہ زکوۃ روکنے والے کے خلاف جنگ کی جائے گی۔(۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ہر اُس گروہ کے خلاف جو زکوۃ کی ادائیگی میں سرکشی کرتا ہے اسلام نے تلواریں سونتنا اور اعلانِ جنگ کرنا واجب قرار دیا ہے۔(۳)

اسلامی حکمران زبردستی بھی زکوۃ وصول کر سکتا ہے اور جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے

جیسا کہ بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا بِهَا فَلَهُ أَجْرُهَا وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ ﴾

"جو شخص حصولِ ثواب کی نیت سے زکوۃ ادا کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے زکوۃ روک لی تو ہم زبردستی زکوۃ وصول کریں گے اور اس کا مزید کچھ مال بھی (جرمانے کے طور پر ضبط کر لیں گے)۔" (٤)

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۹، ۱٤۰۰) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة ' مسلم (۲۰) كتاب الإيمان : باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا : لا إله إلا الله محمد رسول الله ويقيموا الصلاة ' ابو داود (۱۵۵٦) كتاب الزكاة : باب ' ترمذی (۲٦۰۷) كتاب الإيمان : باب ما جاء أمرت أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ' نسائی (۲٤٤۲) '(۳۰۹۲) عبد الرزاق (۱۸۷۱۸) ابن حبان (۲۱٦) ابن منده (۲٤) بيهقى فى السنن الكبرى (٤/۷) تحفة الأشراف (۱۰٦٦٦)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۳٤/۲)]

(۳) [فقه الزكاة (۷۸/۱)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (۱۳۹۳) كتاب الزكاة : باب زكاة السائمة ' أبو داود (۱۵۷۵) نسائی (۲٤٤٤) عبدالرزاق (٦۸۲٤) أحمد (۲/۵) ابن أبی شيبة (۱۳۲/۳) دارمی (۳۹٦/۱) ابن خزيمة (۱۸/٤) ابن الجارود (۳٤۱) حاكم (۳۹۸/۱) بيهقى (۱۰۵/٤) طبرانی (۹۸٤) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ زبردستی زکوٰۃ وصول کر لے جبکہ مال کا مالک (زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے از خود) رضامند نہ ہو رہا ہو۔(۱)

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شیخ سلیم الہلالی) جو شخص زکوٰۃ کے وجوب کا اعتراف کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لے تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے اور اس سے اس کا نصف مال بھی لے سکتا ہے۔(۳)

فرضیتِ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے کا حکم

(نوویؒ) جب کوئی زکوٰۃ کی ادائیگی سے اُس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے رُک جائے تو اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن پر حکمِ زکوٰۃ مخفی رہ سکتا ہے مثلاً نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے یا اس لیے کہ وہ کہیں دور دیہات میں پیدا ہوا یا کسی اور وجہ سے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اسے وجوبِ زکوٰۃ کی پہچان کرائی جائے گی اور اس سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی لیکن پھر اگر وہ اس کے بعد بھی اس کا انکار کر دے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اور اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن پر یہ مسئلہ مخفی نہیں رہ سکتا مثلاً وہ ایسا مسلمان ہے جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے تو وہ اس کے انکار کے ساتھ کافر ہو جائے گا اور اُس پر مرتدین کے احکام یعنی توبہ کرانا اور قتل وغیرہ جاری ہوں گے کیونکہ زکوٰۃ کا وجوب دین الٰہی سے ضروری طور پر معلوم ہے پس جس نے اس کے وجوب کا انکار کیا تو یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا لہٰذا اُس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔(٤)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(شیخ عبداللہ بسام) جس نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کیا اُس نے کفر کیا۔(٦)

---

(١) [نيل الأوطار (٧٦/٣)]

(٢) [الأم للشافعي (٩٣/٢) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: شرح المهذب (٣٠٤/٥) المغني لابن قدامة (٧/٤) كشاف القناع (٢٥٦/٢) سبل السلام (١٧١/٢) حاشية الدسوقي على الشرح الكبير (٥٠٣/١) شرح الخرشي (٢٢٦/٢)]

(٣) [موسوعة المناهي الشرعية (٦٢/٢)]

(٤) [المجموع للنووي (٣٣٤/٥)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٥٧٣/٢)]

(٦) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٢٨٢/٣)]

(شیخ وہبہ زحیلی) جس نے فرضیتِ زکوۃ کا انکار کیا اور وہ بلادِ اسلام میں اہل علم کے درمیان تھا تو کافر و مرتد ہو گیا' اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے اور اس سے تین مرتبہ توبہ طلب کی جائے گی' اگر تو وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے جہالت کی بنا پر زکوۃ کے وجوب کا انکار کیا یا تو نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے یا پھر اس لیے کہ وہ شہروں سے دور کسی دیہات میں پیدا ہوا تو اسے زکوۃ کے وجوب کی پہچان کرائی جائے گی' اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ وہ معذور ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) علماء نے یہ مقرر کیا ہے کہ جس نے زکوۃ کا انکار کیا اور اس کے وجوب کو تسلیم نہ کیا تو اس نے کفر کیا اور وہ اسلام سے یوں نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔(۳)

(شیخ سلیم الہلالی) جو شخص زکوۃ کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے زکوۃ روک لے تو حاکم وقت اس سے قتال کرنے کا مجاز ہے۔(٤)

(ڈاکٹر عائض القرنی) زکوۃ روکنے والے سے قتال کیا جائے گا۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) زکوۃ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے' پس جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا اور پھر اسی پر مصر رہا تو اس نے کفر کیا' نہ تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ صرف بخل کی وجہ سے زکوۃ ادا نہ کرے اور وہ اس کے وجوب کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب اور فاسق ہے اسے کافر قرار نہیں دیا جا سکتا' اگر وہ اسی حال میں فوت ہو جائے تو اسے غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی اور روزِ قیامت اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔(٦)

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧٣٤/٢)]

(۲) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (١٤/١٨)]

(۳) [فقه الزكاة (٨٥/١)]

(٤) [موسوعة المناهي الشرعية (٦٣/٢)]

(٥) [فقه الدليل للدكتور عائض القرني (ص/ ٢٠٠)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٨٤/٩)]

باب من تجب علیه الزکاة — جس پر زکوٰۃ واجب ہے

ہر مسلمان' آزاد اور مالکِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے

مسلمان ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہاں لوگوں کو پہلے کلمہ شہادت کہنے کی تلقین کریں' اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں پانچ نمازوں کا حکم دیں اور اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں زکوٰۃ کا حکم دیں۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا عَلَى الْيَمَنِ قَالَ : إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ " فَلْتَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ " فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ ' فَإِذَا فَعَلُوْا الصَّلَاةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا' تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت (یعنی کلمہ شہادتین کہنے) کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔'' (۱)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں فرائض کا مطالبہ صرف اسلام کے بعد ہی درست ہے۔

---

(۱) [بخاری (۱۴۵۸) کتاب الزکاة : باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة ' مسلم (۱۹) کتاب الإیمان : باب الدعاء إلی الشهادتین وشرائع الإسلام ' أبو داود (۱۵۸۴) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة ' ترمذی (۶۲۵) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی کراهیة أخذ خیار المال فی الصدقة ' نسائی (۵/۲) ابن ماجة (۱۷۸۳) کتاب الزکاة : باب فرض الزکاة ' أحمد (۲۳۳/۱) دارمی (۱۶۱۴) دارقطنی (۱۳۵/۲) طبرانی کبیر (۱۲۲۰۷) بیهقی (۹۶/۴)]

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

اس بات کی مزید تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں واضح طور پر لفظ ''مومنین'' مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ " عَلَى الْمُؤْمِنِينَ " فِي صَدَقَةِ الثِّمَارِ ۔ أَوْ مَالِ الْعِقَارِ ۔ عُشْرُ مَا سَقَتِ الْعَيْنُ وَ مَا سَقَتِ السَّمَاءُ ، وَ عَلَى مَا يُسْقَى بِالْغَرْبِ نِصْفُ الْعُشْرِ ﴾

''مومنین پر پھلوں کے صدقے میں یا مالِ عقار (یعنی زمینی مال مثلاً پھل، سبزیاں اور دیگر کھیتیاں وغیرہ) میں عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ ہے جبکہ اُس زمین کو چشمہ یا آسمانی بارش سیراب کرے اور جسے بڑے ڈھول کے ذریعے سیراب کیا جائے اُس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔''(۲)

مزید برآں مندرجہ ذیل آیت بھی ظاہری طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ صرف مومنین سے ہی وصول کی جائے گی:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ﴾ [التوبة : ۱۰۳]

''آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیجیے، جس کے ذریعے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجیے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔''

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے انہیں پاک صاف کریں اور مشرکین کیسے پاک صاف ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ابھی شرک وضلالت کی گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ نیز اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے دعا کرنے کا بھی حکم ہے حالانکہ کفار کے لیے دعا کرنے سے آپ کو منع کیا گیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے وصول کی جائے گی، غیر مسلموں سے نہیں۔

(شیخ حسین بن عودہ) یقیناً جو بھی سیرتِ نبوی، تاریخ خلفائے راشدین اور دیگر مسلمان خلفاء اور بادشاہوں کے حالات کا مطالعہ کرے گا اسے لازمی طور پر یہ علم ہو جائے گا کہ وہ سب غیر مسلم ہم وطنوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کرتے تھے بلکہ صرف ان سے جزیہ لیتے تھے جیسا کہ اس پر کتاب وسنت میں نص موجود ہے۔(۳)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۸/۲)]

(۲) [السلسلة الصحيحة (۱٤۲) رواه ابن أبي شيبة]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۸/۳)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) علمائے اسلام نے اجماع کیا ہے کہ بلاشبہ زکوٰۃ مسلمان' بالغ' عاقل' آزاد اور نصاب کے مالک پر واجب ہے۔ نیز مسلمانوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ فریضہ زکوٰۃ غیر مسلم پر لازم نہیں ہوتا۔ اگرچہ کفار اور غیر مسلم بھی تمام احکامات کے مخاطب ہیں لیکن ان سے زکوٰۃ کا مطالبہ اس لیے نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ فروعی مسائل کے مکلف ہونے سے پہلے اسلام لانے کے مکلف ہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) ان کی معروف کتاب ''المحلی'' میں ہے کہ'' کافر سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔'' اس کے بعد رقمطراز ہیں کہ ''ابو محمد نے کہا کہ زکوٰۃ اس (یعنی کافر) پر بھی واجب ہے اور اسے زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے مگر یہ اس سے اُس وقت تک کفایت نہیں کرتی جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائے..... (ان کا مستدل یہ آیت ہے) ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ٥ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ﴾ [حم السجدة : ٦-٧] ''اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔''(۲)

(شوکانیؒ) لزومِ زکوٰۃ کے لیے اسلام کو شرط قرار دیا گیا ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) زکوٰۃ صرف آزاد مسلمانوں پر فرض ہے۔ آزاد ہونا اس لیے لازم ہے کیونکہ غلام مکمل مالک نہیں ہوتا اور جب تک کوئی شخص مالک ہی نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو سکتی۔..... رہی بات کافر کی تو اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔(٤)

(سید سابقؒ) مسلمان' آزاد اور مالکِ نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے۔(٥)

(شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) غلام کے مال کی زکوٰۃ اس کے مالک پر لازم ہے۔(٦)

کیا فرضیتِ زکوٰۃ کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے؟

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) یتیم' نابالغ بچے اور مجنون کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام

---

(۱) [فقه الزكاة (٩٥/١)]

(۲) [المحلى بالآثار (٣/٤)]

(۳) [السيل الجرار (٧٣٧/١)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنى (٦٩/٤) المجموع (٣٢٦/٥) رد المختار (٥/٢) بداية المجتهد (٢٠٩/١)]

(٥) [فقه السنة (٣١٤/١)]

(٦) [المحلى بالآثار (٤/٤)]

عطاءؒ، امام جابر بن زیدؒ، امام مجاہدؒ، امام ابن سیرینؒ، امام حسن بن حیؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام ابوثورؒ اور ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔

(ابوحنیفہؒ، ثوریؒ) ان کے اموال میں زکوۃ فرض نہیں مگر صرف ان کے پھلوں اور ان کی کھیتیوں میں عشر واجب ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام ابو وائلؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سعید بن میسبؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ اور ابراہیم نخعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (امام ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ ہمیں علم نہیں کہ کوئی بھی ان سے پہلے اس تقسیم کا قائل ہوا اور امام ابن عبدالبرؒ رقمطراز ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے۔) (۱)

جن حضرات نے عقل و بلوغ کی شرط لگائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ یہ شرط اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ فاتر العقل اور نابالغ پر شرعی احکام کا نفاذ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْغُلَامِ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتَّى يُفِيْقَ ﴾

”تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا: سونے والے کا تاوقتیکہ وہ بیدار ہو جائے' بچے کا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور پاگل کا حتی کہ اسے افاقہ ہو جائے۔“ (۲)

اور ان حضرات کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ زکوۃ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اور عبادت نیت کے بغیر درست نہیں ہوتی اور بچے اور مجنون سے نیت متحقق نہیں ہو سکتی لہٰذا ان دونوں پر زکوۃ سمیت کوئی عبادت بھی واجب نہیں' نیت ساقط ہونے کی وجہ سے جب ان سے نماز ساقط ہو جاتی ہے تو اس علت کی وجہ سے زکوۃ بھی ساقط ہو جائے گی۔

(راجح) یتیم' نابالغ بچے اور فاتر العقل شخص کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور وہ کسی کے چھوٹے یا فاتر العقل ہونے سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ ﴾ [التوبة : ١٠٣]

---

(۱) [الأم للشافعي (٣٥/٢) شرح المهذب (٣٠٠/٥) الحاوی (١٥٢/٣) روضة الطالبين (٣/٢) كشاف القناع (١٦٩/٢) سبل السلام (١٨٣/٢) الاستذكار لابن عبد البر (١٥٦/٣)]

(۲) [أحمد (١٤٤/٦) أبو داود (٤٣٩٨) كتاب الحدود : باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا' ابن ماجة (٢٠٤١) كتاب الطلاق : باب طلاق المعتوه والصغير والنائم' نسائی (١٥٦/٦) دارمی (١٧١/٢) ابن الجارود (١٤٨)]

''ان کے مالوں سے آپ زکوٰۃ لیجیے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔''

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ))

''مال کو اس کے حق میں خرچ کرنے کا بیان۔''

اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ...... ﴾

''حسد (یعنی رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے' ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اسے حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔'' (۱)

چونکہ مقصود غرباء و مساکین کا فائدہ کرنا ہے لہٰذا مال کسی کا بھی ہو اس سے ان کا حق نکالنا لازم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ اغنیاء سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ اب یہ لفظ عام ہے اس میں نابالغ اور بالغ دونوں شامل ہیں' اسی طرح عقلمند اور مجنون بھی شامل ہیں۔ اس لیے ان کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے جبکہ اس کی ادائیگی ان کے اولیاء پر ہوگی اور ان کی طرف سے نیت بھی درست ہوگی۔

(شوکانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے مالدار بچے اور مجنون پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (۲)

(ابن عبد البرؒ) نابالغ بچے اور مجنون کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے یہ نماز کی طرح نہیں ہے (کیونکہ) وہ بدن کا حق ہے لہٰذا زکوٰۃ اُس پر بھی واجب ہے جس پر نماز فرض ہے اور اُس پر بھی جس پر نماز فرض نہیں۔ (۳)

(ابن حزمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (۱٤۰۹) کتاب الزکاۃ ' مسلم (۸۱۵) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها : باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه من فقه أو غیره فعمل بها وعلمها ' ابن ماجة (٤۲۰۹) کتاب الزهد : باب الحسد ' ترمذی (۱۹۳٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الحسد ' حمیدی (٦۱۷) ابن حبان (۱۲۵) أبو یعلی (٥٤۱۷) ابن أبی شیبة (۱۰/٥٥۷) شرح السنة للبغوی (۳٥۳۷) بیهقی (٤/۱۸۸)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/٦۸ ـ ٦۹)]

(۳) الاستذکار لابن عبد البر (۳/۱٥٦)]

(٤) [المحلی بالآثار (٤/٤ ـ ٥)]

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) کسی بھی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ بچے کے مال میں عدمِ زکوٰۃ کا قول ثابت نہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) بچے اور مجنون کے ولی پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کی طرف سے ان کے مال سے زکوٰۃ ادا کرے جبکہ وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) بچے اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ ایسا حق ہے جس کا تعلق مال سے ہے اور یہ حق چھوٹی عمر اور پاگل پن سے ساقط نہیں ہوتا۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ڈاکٹر عائض القرنی) بچے اور پاگل کے مال سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) یتیم بچوں اور پاگلوں کے اموال میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۷)

(شیخ ابن جبرین) بڑے کی طرح بچے کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔(۸)

تاہم نابالغ کے مال میں وجوبِ زکوٰۃ کی جو واضح روایات ہیں وہ ضعیف ہیں:

(1) ایک روایت میں ہے کہ

﴿مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا فَلْيَتَّجِرْ لَهُ وَلَا يَتْرُكْهُ تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ﴾

'' جو شخص کسی یتیم کا والی بنے وہ اس کے مال سے تجارت کرے اور اسے ایسے ہی نہ چھوڑے کہ اسے زکوٰۃ ختم کر دے۔''(۹)

(2) اور ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

---

(۱) [المغنی (٤/٦٩)]

(۲) [تحفة الأحوذی (٢/٥١)]

(۳) [فقه السنة (١/٣١٥)]

(٤) [فقه الزكاة (١/١١٩)]

(٥) [الملخص الفقهی للدكتور صالح بن فوزان (١/٣٥٦)]

(٦) [فقه الدلیل للدكتور عائض القرنی (ص / ٢٠٠)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٩/٤١٠)]

(۸) [فتاوى إسلامية (٢/٧٢)]

(۹) [ضعیف : إرواء الغلیل (٧٨٨) ترمذی (٦٤١) دارقطنی (٢/١٠٩) بیهقی (٤/١٠٧)] اس کی سند میں مثنی بن صباح راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (٦/١٩)]

﴿ اِبْتَغُوْا فِیْ أَمْوَالِ الْیَتَامٰی لَا تَأْکُلُهَا الصَّدَقَةُ ﴾
''یتیموں کے اموال کو تجارت میں صرف کرو کہیں زکوٰۃ انہیں ختم نہ کر دے۔''(۱)

کیا مقروض شخص پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(سید سابقؒ) جس کے ہاتھ میں کوئی مال ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ مقروض ہو تو اتنا مال الگ کر لے جو اس کے قرض کے لیے کافی ہو اور باقی مال کی زکوٰۃ ادا کر دے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اور اگر وہ نصاب تک نہ پہنچے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس حالت میں وہ شخص فقیر ہے اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ

﴿ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًی ﴾
''صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔''(۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ ﴾
''زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔''

نیز اس قرض میں یہ چیز مساوی ہے کہ وہ قرض اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندوں کا' چنانچہ حدیث میں ہے کہ

﴿ فَدَیْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ ﴾
''اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔''(۳)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(مرغینانی حنفیؒ) اگر اس کا مال اس کے قرض سے زیادہ ہو تو وہ زائد مال کی زکوٰۃ ادا کرے جبکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو کیونکہ وہ حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہے۔(٥)

اگر قرض مکمل مال سے زائد ہو

تو یقیناً ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ جو قرض کی رقم اس کے پاس موجود ہے وہ اس کا مکمل مالک نہیں

---

(۱) [ترتیب المسند للشافعی (۱/۲۲٤) بیهقی (٤/۱۰۷) یہ روایت مرسل ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔[السیل الجرار (۲/۱۱)]
(۲) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث / ۱٤۲٦) کتاب الزکاة : باب لا صدقة إلا عن ظهر غنی]
(۳) [فقه السنة (۱/۳۱٥)]
(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳/۲۹)]
(٥) [نصب الراية مع الهداية (۲/۳۳٤)]

بلکہ وہ اُسے ایک دن واپس کرنی ہی ہے۔لہٰذا اُسے چاہیے کہ جلد از جلد قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے۔یاد رہے کہ اگر معاملہ ایسا ہے کہ اس مقروض کے دیگر آمدنی کے ذرائع بھی ہیں اور وہ بآسانی قرض ادا کر سکتا ہے لیکن جان بوجھ کر تساہل برتتا ہے تو ایسے شخص کو محض مقروض ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا جبکہ فرضیت زکوٰۃ کی مکمل شرائط بھی موجود ہوں۔

(مرغینانی حنفیؒ) جس پر اتنا قرض ہو جو اس کے تمام مال کو محیط ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں (کیونکہ اس صورت میں اُس شخص کا حکم معدوم کا ہوگا یعنی جس کے پاس مال ہے ہی نہیں)۔(۱)

جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو

جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر زکوٰۃ واجب تھی تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس کے مال سے قرض کی ادائیگی، وصیت کی تنفیذ اور وراثت کی تقسیم سے پہلے زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ زکوٰۃ بھی ایک قرض ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہونے کی وجہ سے ادائیگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ ﴾ [النساء : ۱۱]

''اُس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ " فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى " ﴾

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے روزے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔''(۲)

(احمدؒ) جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو تو اس کے ترکے سے وصول کر لی جائے گی خواہ اس نے اس کی

---

(۱) [نصب الراية مع الهداية (۳۳٤/۲)]

(۲) [بخاري (۱۹۵۳) كتاب الصوم : باب من مات وعليه صوم ' مسلم (۱۱٤۸) كتاب الصيام : باب قضاء الصوم عن الميت ' ابو داود (۳۳۰۸) ' (۳۳۱۰) ترمذي (۷۱٦) ' (۷۱۷) نسائي في السنن الكبرى (۲۹۱۵) ابن ماجة (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۵۷۰) ابن خزيمة (۲۰۵۳) طيالسي (۲٦۲۱) بيهقي (۲۵۵/٤) ' (۲۷۹/٦) دارقطني (۱۹۵/۲)]

وصیت نہ بھی کی ہو...... کیونکہ یہ ایسا واجب حق ہے جس کے ساتھ وصیت درست ہے اور یہ حق آدمی کے قرض کی طرح موت کی وجہ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) وہ زکوٰۃ جو کسی پر حالت اسلام میں لازم ہو چکی ہے' اس کے اسلام سے خارج ہونے یا اس کے فوت ہو جانے سے ساقط نہیں ہوگی الا کہ کوئی دلیل مل جائے لیکن اس کی کوئی دلیل موجود نہیں جبکہ (اس کے برعکس) آپ ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ ''اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔'' اور زکوٰۃ اللہ کا قرض ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) جو فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ ہو تو اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور اسے قرض خواہوں' وصیت اور وراثت سے (ادائیگی میں) مقدم کیا جائے گا۔(٤)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو اس کے ترکے سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے' یہ اس کی موت سے ساقط نہیں ہوگی۔(٦)

(ڈاکٹر عائض القرنی) جو شخص فوت ہو اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ کو قرض' وصیت اور وراثت (کی تقسیم) سے پہلے ادا کیا جائے گا کیونکہ یہ اللہ کا قرض ہے۔(۷)

---

(۱) [الواضح فی فقه الإمام أحمد للدكتور على أبى الخير (ص / ١٥٨)]

(٢) [المغنى لابن قدامة (١٤٥/٤)]

(٣) [السيل الجرار (٧٤٧/١)]

(٤) [فقه السنة (٣١٥/١)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٣٠/٣)]

(٦) [الملخص الفقهى للدكتور صالح بن فوزان (٣٢٤/١)]

(٧) [فقه الدليل للدكتور عائض القرنى (ص / ٢٠١)]

باب ما تجب فيه الزكاة — جن اموال میں زکوۃ واجب ہے

چار قسم کے اموال پر زکوۃ واجب ہے

① سونا چاندی اور نقدی وغیرہ۔

② مویشی مثلاً اُونٹ' گائے اور بکری وغیرہ۔

③ ہر قسم کے تجارتی اموال۔

④ زمین سے حاصل شدہ اشیاء مثلاً پھل' سبزیاں' معدنیات اور دفینے وغیرہ۔

(ابن قیمؒ) رسول اللہ ﷺ نے مال کی چار اصناف میں زکوۃ مقرر فرمائی ہے۔ (1) کھیتی اور پھل (2) چوپائے جانور یعنی اونٹ' گائے اور بکری (3) سونا اور چاندی (4) تجارتی اموال۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) چوپائے جانور' زمین سے خارج شدہ اشیاء' نقدین (یعنی سونا اور چاندی) اور سامانِ تجارت میں زکوۃ واجب ہے۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) چار اصناف میں زکوۃ واجب ہے' زمینی نباتات مثلاً غلہ جات اور پھل' باہر چرنے والے چوپائے' سونا اور چاندی اور تجارتی سامان۔(۳)

(شیخ ابن جبرین) جس مال میں زکوۃ واجب ہے وہ یہ ہے: مویشی' نقدین (یعنی سونا چاندی) زمین سے خارج ہونے والی اشیاء اور تجارتی سامان۔(٤)

ان چاروں اقسام کی تفصیل تو آئندہ بالترتیب ہر باب کے تحت آئے گی البتہ ان اموال میں فرضیتِ زکوۃ کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

فرضیتِ زکوۃ کی شرائط

زکوۃ کی فرضیت کے لیے اہل علم نے جن شرائط کو بالاتفاق مدنظر رکھا ہے ان کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) مالک کو مال پر ملکِ تام حاصل ہو۔

---

(۱) [زاد المعاد (۱۵۱/۱)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱٦۹/۹)]

(۳) [فتاوى إسلامية (۷۰/۲)]

(٤) [فتاوى إسلامية (۷۲/۲)]

(2) یہ مال فردِ واحد کی ملکیت میں ہو۔

(3) یہ مال کسی حرام ذریعے سے نہ کمایا گیا ہو۔

(4) حوائجِ اصلیہ یعنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو۔

(5) قرض سے فارغ ہو۔

(6) ''نامی'' یعنی نشو ونما کے قابل ہو۔

(7) شریعت کے مقرر کردہ نصاب کو پہنچتا ہو۔

(8) اُس مال پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

ان شرائط کی کچھ تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جا رہی ہے۔

❶ ملکِ تام حاصل ہو

ملکِ تام سے مراد ایسی ملکیت ہے جس پر مالک کو مکمل حقِ تصرف حاصل ہو' وہ جیسے چاہے' جب چاہے اسے استعمال کر سکتا ہو' اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہ ہو اور اس میں اسے کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو۔ اس شرط کے ذریعے وہ تمام اموال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو جائیں گے جو مالک کے کامل تصرف میں نہیں۔ مثلاً چوری شدہ اموال' گم ہو جانے والے اموال' کسی کے ناجائز قبضہ میں چلے جانے والے اموال اور ایسا قرض جس کے ملنے کی امید نہ ہو وغیرہ۔ اس شرط کی دلیل دو چیزیں ہیں:

① وہ تمام آیات واحادیث جن میں اموال کی نسبت ان کے مالکان کی طرف کی گئی ہے مثلاً:

(1) ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ [التوبۃ : ۱۰۳]

''ان کے مالوں سے آپ صدقہ لیجیے۔''

(2) ﴿ وَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ [الذاریات : ۱۹]

''ان کے مالوں میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق ہے۔''

(3) ﴿ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ (یعنی زکوٰۃ کو) فرض قرار دیا ہے۔'' (۱)

② زکوٰۃ کے ذریعے فقراء و مساکین اور دیگر مصارف کے مستحقین کو مال کا مالک بنایا جاتا ہے اور وہ انسان اپنے

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ' مسلم (۱۹) کتاب الإیمان : باب الدعاء إلی الشھادتین وشرائع الإسلام]

علاوہ کسی دوسرے کو کسی چیز کا مالک کیسے بنا سکتا ہے جب وہ خود مکمل طور پر اس کا مالک نہ ہو۔

2 فردِ واحد کی ملکیت میں ہو

مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے ضروری ہے کہ مال کسی فردِ واحد کی ملکیت میں ہو اگر ایسا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلاً حکومتی اموال (یعنی بیت المال) جنہیں لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے یا ٹیکسوں کے ذریعے جمع کیا جاتا ہے۔ اس مال میں اس لیے زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ اس کا کوئی متعین مالک نہیں بلکہ یہ مال ساری اُمت کی ملکیت ہے۔ اسی طرح ایسے اموال پر بھی زکوٰۃ نہیں جو فقراء و مساکین' مساجد' مجاہدین' یتامیٰ' مدارس یا اس کے علاوہ کسی بھی عوامی رفاہی وفلاحی اور دینی و اسلامی کام کے لیے وقف ہوں۔ تاہم ایسے وقف اموال میں زکوٰۃ واجب ہوگی جن کی نوعیت خاص قسم کی ہو مثلاً اپنی اولاد کے لیے وقف کیا ہوا مال یا کسی کے بیٹے کے لیے وقف کیا ہوا مال وغیرہ۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) مساجد وغیرہ کے لیے وقف شدہ اموال پر زکوٰۃ واجب نہیں۔(۲)

(ابن بازؒ) انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔(۳)

3 حرام ذریعے سے نہ کمایا گیا ہو

کیونکہ کسی بھی حرام وناجائز ذریعے ''مثلاً خیانت' جھوٹ' دھوکہ' سود' چوری' غصب' رشوت وغیرہ'' سے کمایا ہوا مال اس کی حقیقی ملکیت نہیں بلکہ اس مال کا حقیقی مالک وہ ہے جس سے اس نے وہ مال ہتھیایا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ مال اسے واپس کرے۔ کتاب وسنت کے متعدد دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف وہی مال قبول ہوتا ہے جو پاکیزہ ہو جیسا کہ چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

''اے ایمان والو! اپنے اُس پاکیزہ مال سے خرچ کرو جسے تم نے کمایا ہے۔''

(2) ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ﴾ [البقرة : ٢٧٦]

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

---

(۱) [المجموع للنووی (۳۳۹/۵۔۳۴۰) بداية المجتهد (۲۳۹/۱)]

(۲) [فتاوی إسلامية (۸۷/۲)]

(۳) [فتاوی إسلامية (۸۷/۲)]

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا ﴾

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ ۔ وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ ﴾

”جو شخص پاکیزہ (حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے“ اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ (حلال) کمائی کے صدقہ کو ہی قبول کرتا ہے“ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے' پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے حتی کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ (۲)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ ﴾

”نہ طہارت کے بغیر نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ ہی خیانت کے مال سے صدقہ۔“ (۳)

(6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ فِيهِ " وَ مَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ

---

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکاة : باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها ' ترمذی (۲۹۸۹) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة ' احمد (۸۳۵٦) تحفة الأشراف (۱۳٤۱۳)]

(۲) [بخاری (۱٤۱۰) کتاب الزکاة : باب الصدقة من کسب طیب ' مسلم (۱۰۱٤) کتاب الزکاة : باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها ' موطا (۱۸۷٤) کتاب الصدقة : باب الترغیب فی الصدقة ' ترمذی (٦٦۱) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی فضل الصدقة ' ابن ماجة (۱۸٤۲) کتاب الزکاة : باب فضل الصدقة ' احمد (۸۹۷۰) نسائی فی السنن الکبری (۲۳۰٤/۲) دارمی (۱٦۷۵) ابن حبان (۲۷۰) شرح السنة للبغوی (۱٦۳۲)]

(۳) [مسلم (۲۲٤) کتاب الطهارة : باب وجوب الطهارة للصلاة ' ترمذی (۱) کتاب الطهارة : باب ما جاء لا تقبل صلاة بغیر طهور ' ابن ماجة (۲۷۲) کتاب الطهارة وسننها : باب لا یقبل الله صلاة بغیر طهور ' طیالسی (۱۸۷٤) احمد (٤۷۰۰) ابن حبان (۳۳٦٦) ابن خزیمة (۸) ابن أبی شیبة (٤/۱) أبو عوانة (۲۳٤/۱) بیهقی فی السنن الکبری (٤۲/۱)]

یَکُنْ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَ كَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ " ﴾

"جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے وہ حق ادا کر دیا جو اس مال کا تم پر تھا اور جس نے حرام مال جمع کیا پھر اس کا صدقہ کیا تو اس کے لیے اس میں اجر نہیں ہوگا اور اس کا بوجھ اُسی پر ہوگا۔" (۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) حدیث میں "طیب" سے مراد حلال مال ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسا مال جو حلال نہیں اسے قبول نہیں کیا جاتا۔(۲)

(قرطبیؒ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ حرام مال کا صدقہ قبول نہیں فرماتے کیونکہ ایسا مال صدقہ کرنے والے کی ملکیت نہیں۔(۳)

(نوویؒ) حدیث میں "طیب" سے مراد حلال ہے۔(٤)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ

"غلول" سے مراد خیانت ہے اور اس کی اصل مال غنیمت سے قبل از تقسیم چوری کرنا ہے۔(٥)

(شیخ سلیم الہلالی) اللہ تعالیٰ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتے۔(٦)

❹ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ' قُلِ الْعَفْوَ ﴾ [البقرة : ۲۱۹]

"لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ عفو (جو ضرورت سے زائد ہو۔)۔"

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) "عفو" سے مراد وہ مال ہے جو گھریلو ضروریات سے زائد ہو۔

(ابن کثیرؒ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، قاسم، سالم، عطاء خراسانی، ربیع بن انس رحمہم اللہ اجمعین اور کئی ایک (اہل علم) سے اسی طرح مروی ہے۔ انہوں نے عفو کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد زائد مال ہے۔

---

(۱) [حسن : صحيح موارد الظمآن (٦٦٥) كتاب الزكاة : باب فيمن أدى زكاة ماله طيبة بها نفسه ' التعليق الرغيب (٢٦٦/١) ' (٢٨/٢)]

(٢) [تحفة الأحوذى (٣٧١/٣)]

(٣) [أيضا]

(٤) [شرح مسلم للنووى (٣٣٦/٤)]

(٥) [شرح مسلم للنووى (٩/٣)]

(٦) [موسوعة المناهي الشرعية (٦٧/٢)]

(حسن بصریؒ) زائد مال سے خرچ کرنے کا اس لیے کہا گیا ہے کہ (ضرورت کی اشیاء خرچ کر کے) کہیں تیرا مال ہی تجھے مشقت میں نہ مبتلا کر دے اور پھر تو لوگوں سے سوال کرتا پھرے۔(۱)

(قرطبیؒ) ''عفو'' سے مراد وہ مال ہے جو بآسانی میسر ہو اور زائد ہو اور اس کی ادائیگی دل پر گراں نہ گزرے۔(۲)

(شوکانیؒ) ''عفو'' خرچ کرو کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مال خرچ کرو جو تمہاری ضروریات سے زائد ہو اور اس میں تمہارے نفس مشقت محسوس نہ کریں۔(۳)

(ابن عربیؒ) تحقیق، صحت اور لغوی اعتبار سے سب سے زیادہ قوی قول میرے نزدیک یہ ہے کہ ''عفو'' کا مطلب زائد مال ہے۔(٤)

(جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ) ''عفو'' خرچ کرو کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مال خرچ کرو جو ضرورت سے زائد ہو اور ایسا مال خرچ نہ کرو جس کے تم محتاج ہو اور اپنے نفسوں کو ضائع مت کرو۔(٥)

(بیضاویؒ) ''عفو'' سے مراد ایسا مال ہے جس کا خرچ کرنا انسان کے لیے آسان ہو اور وہ اس کی وجہ سے کسی مشقت میں بھی نہ پڑے۔(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ﴾

''بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔''(۷)

مندرجہ ذیل احادیث اگرچہ نفلی صدقات کے متعلق ہیں مگر اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ صدقہ صرف اُسی مال سے دیا جائے گا جو ضروریات سے زائد ہو۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۵١٤/۱)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۵۹/۳)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر مجلد واحد (ص / ١٤٢)]

(٤) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (۲۰۲/۱)]

(٥) [تفسیر جلالین (ص / ۸۱)]

(٦) [تفسیر بیضاوی (۱۱۸/۱)]

(۷) [بخاری (١٤٢٦) کتاب الزکاة : باب لا صدقة إلا عن ظهر غنی، ابو داود (١٦٧٦) کتاب الزکاة : باب الرجل یخرج من ماله، دارمی (١٥٩٢) کتاب الزکاة، احمد (١٠٣٩٨)]

﴿ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! عِنْدِيْ دِيْنَارٌ ' فَقَالَ : تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ ' قَالَ : عِنْدِيْ آخَرُ ' قَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ أَوْ قَالَ زَوْجِكَ ' قَالَ : عِنْدِيْ آخَرُ ' قَالَ : تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ ' قَالَ : عِنْدِيْ آخَرُ ' قَالَ : أَنْتَ أَبْصَرُ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے صدقہ وخیرات کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے (اسے میں کہاں خرچ کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا' اسے اپنے آپ پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے اپنی بیوی پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے اپنے خادم پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے وہاں خرچ کرلو جہاں تم مناسب سمجھو۔'' (۱)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے لیے فرمایا:

﴿ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا ' فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ ' فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِيْ قَرَابَتِكَ ' فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِيْ قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَ هٰكَذَا ﴾

''اپنے آپ سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو' اگر کچھ زائد ہو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو' اگر کچھ گھر والوں کی ضرورت سے بھی زائد ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر قریبی رشتہ داروں کی ضرورت سے بھی کچھ زائد ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح (یعنی اپنے دائیں بائیں اور سامنے کے لوگوں پر) خرچ کرو۔'' (۲)

(5) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا ابْنَ آدَمَ ! '' إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ '' وَ أَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ ' وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ ﴾

''اے آدم کے بیٹے! بے شک اگر تو (اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت سے) زائد مال خرچ کردے گا تو

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۱٤٨٣) كتاب الزكاة : باب فى صلة الرحم ' ابو داود (۱٦۹۱) احمد (۲۵۱/۲) طبرى (٤١٧٠) ابن حبان (۳۳۳۷) مستدرك حاكم (٤١٥/١) و فى مسلم (۹۹۵) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة على العيال و المملوك ' معناه]

(۲) [مسلم (۹۹۷) كتاب الزكاة : باب الابتداء فى النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة ' ابو داود (۳۹۵۷) كتاب العتق : باب فى بيع المدبر ' ترمذى (۱۲۱۹) كتاب البيوع : باب ما جاء فى بيع المدبر ' نسائى (۳۰٤/۷) احمد (۳٦۹/۳) ابن حبان (۳۳۳۹) عبد الرزاق (۱٦٦٦۲) شرح السنة للبغوى (۲٤۲٦) حميدى (۱۲۲۲) أبو يعلى (۱۹۲۵)]

یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو ایسے مال کو روکے رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہے اور تجھے بقدرِ ضرورت (مال رکھنے پر) کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔'' (۱)

(سید سابق ؒ) نصاب میں یہ شرط ہے کہ وہ اُن ضروری حاجات سے زائد ہو جن کے بغیر گزارہ ممکن نہیں مثلاً خوراک' لباس' رہائشی گھر' سواری اور آلاتِ تجارت۔(۲)

مذکورہ بالا تمام دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ صرف اُسی مال پر واجب ہے جو بنیادی ضروریات سے زائد ہو۔یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس مسئلے میں اتفاق کیا ہے کہ ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً رہائش' گھر کا سامان' لباس' خوراک' سواری اور آلاتِ پیشہ وغیرہ میں زکوٰۃ واجب نہیں خواہ یہ اشیاء کتنی ہی قیمتی ہوں۔ نیز کتاب وسنت میں ایسی کوئی دلیل بھی موجود نہیں جس سے ان اشیاء پر زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہوتا ہو بلکہ اس کے برعکس ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں۔'' عہدِ رسالت مآب میں سواری کے لیے گھوڑے استعمال ہوتے تھے اس لیے حدیث میں انہی کا ذکر ہے اور اب چونکہ موٹر سائیکلیں اور کاریں زیرِ استعمال ہیں اس لیے یہ بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی۔اسی طرح گھریلو سامان اور ذاتی اشیاء کو غلام پر قیاس کرتے ہوئے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ آخر ضرورت کی حد کیا ہے؟ کیا ہر انسان جس چیز کی خواہش رکھتا ہے یا جو آسائش حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اُس کی ضرورت ہے؟ اگر ضرورت کا مفہوم یہ ہو تو ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی اور وہ تیسری وادی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے گا (جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے) تو یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حاجاتِ اصلیہ (بنیادی ضروریات) سے مراد صرف وہ اشیاء ہیں جن کے بغیر انسان کا گزارہ ممکن نہ ہو مثلاً خوراک' لباس' رہائش' علمی وفنی کتب' حفاظتی اسلحہ اور آلاتِ تجارت وغیرہ۔

اسی طرح ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہر انسان کی ضرورت ایک جیسی ہے؟ تو یہ بھی یاد رہے کہ ہر انسان کی ضرورت میں فرق ہے۔مثلاً اگر کسی صاحب کے بارہ (12) یا چودہ (14) بچے ہیں تو لامحالہ اِس شخص اور اُس شخص کی ضرورت میں فرق ہوگا جس کے ایک یا دو بچے ہیں یا اولاد ہے ہی نہیں' اسی طرح جس شخص پر والدین اور بعض دیگر قریبی رشتہ داروں کے خرچہ کا بھی بوجھ ہے اِس کی اور اُس شخص کی ضرورت میں یقیناً فرق

---

(۱) [مسلم (۱۰۳۶) کتاب الزکاۃ : باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی ' ترمذی (۲۳۴۳) کتاب الزهد : باب ' احمد (۲۲۳۲۸) تحفة الأشراف (۴۸۷۹)]

(۲) [فقه السنة (۳۱۴/۱)]

ہوگا جو ان ذمہ داریوں سے بری ہے۔لہٰذا حتمی و کلی طور پر ضروریات کا تعین کرنا محال ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شریعت نے بھی اتنی قید تو لگائی ہے کہ زکوٰۃ زائد از ضرورت مال سے ادا کی جائے لیکن ضروریات کی حد بندی نہیں کی بلکہ اسے عرفِ عام پر چھوڑ دیا ہے۔

5 قرض سے فارغ ہو

جن وجوہات کی بنا پر یہ شرط لگائی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(1) امام ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبرِ رسول پر یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا ﴿ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَقْضِ دَيْنَهُ وَلْيُزَكِّ بَقِيَّةَ مَالِهِ ﴾ ''جس پر قرض ہے وہ اپنا قرض ادا کرے اور اپنے باقی مال کی زکوٰۃ دے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات صحابہ کی موجودگی میں کہی اور کسی نے انکار نہیں کیا' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب اس پر متفق تھے (کہ قرض پر زکوٰۃ نہیں اسی لیے قرض ادا کر کے باقی مال سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا)۔(۱)

(2) جس شخص پر قرض ہو اسے اس پر ملکیتِ تامہ حاصل نہیں ہوتی اور گزشتہ اَوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ وجوبِ زکوٰۃ کے لیے ملکیتِ تامہ کا ہونا شرط ہے۔

(3) مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ''غارمین'' (مقروض) بھی ہے۔یعنی اگر کسی پر اتنا قرض ہے کہ جو اس کے تمام مال کو محیط ہے یا نصاب کو کم کر دیتا ہے تو وہ خود شرعاً زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے' پھر اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی؟

(4) فی الحقیقت زکوٰۃ کی ادائیگی اُس شخص پر لازم ہے جو مال کا حقیقی مالک ہے لیکن اگر مقروض سے بھی زکوٰۃ وصول کی جائے گی تو ایک مال میں دو مرتبہ زکوٰۃ کا اخراج لازم آئے گا جو کہ شرعاً جائز نہیں۔

(5) صرف اُسی صدقے کو مشروع کیا گیا ہے جس کے بعد بھی انسان مالدار ہی رہے جیسا کہ سابقہ عنوان کے تحت یہ حدیث ذکر کر دی گئی ہے۔اب جو شخص مقروض ہے اس کے پاس مالداری والی کوئی بات ہی نہیں کیونکہ وہ خود اتنی رقم کا محتاج ہے جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکے۔

(6) زکوٰۃ کو حاجت مندوں کی ہمدردی کے لیے فرض کیا گیا ہے اور مقروض خود قرض کی ادائیگی کے لیے محتاج ہے تو یہ کوئی حکمت و دانائی نہیں ہے کہ مالک کی حاجت کو چھوڑ کر اُس کے علاوہ کسی دوسرے کی حاجت کو ترجیح دی جائے جبکہ صحیح حدیث میں بھی یہ بات موجود ہے کہ ''(مالی خرچ) اپنے آپ سے شروع کرو اور پھر جو قریبی ہو۔''

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴۱/۳)]

مذکورہ بالا وجوہات سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ قرض زکوۃ کے وجوب میں رکاوٹ ہے' جمہور فقہاء اسی کے قائل ہیں۔ تاہم یہ یاد رہے کہ وہ قرض جو زکوۃ کو روک دیتا ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مکمل نصاب کو مستغرق ہو یعنی جتنا نصاب ہو اُتنا ہی قرض ہو یا وہ قرض نصاب کو کم دیتا ہو اور مقروض شخص کے پاس نصاب کے سوا کوئی ایسا ذریعہ آمدن بھی نہ ہو جس کے ساتھ وہ قرض ادا کر سکے۔ مثلاً کسی کے پاس بیس (20) دینار سونا ہو اور اس پر بیس (20) دینار ہی قرض ہو یا ایک یا اس سے زیادہ دینار قرض ہو اور اِس قرض کی ادائیگی کے لیے اُس کے پاس اِس نصاب کے علاوہ کوئی اور ذریعہ بھی نہ ہو تو اُس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب قرض کی رقم الگ کر دی جائے گی تو باقی مال نصاب تک نہیں پہنچتا ہوگا اور نصاب تک پہنچنا وجوبِ زکوۃ کے لیے شرط ہے اور اگر قرض کی رقم الگ کر کے باقی رقم نصاب تک پہنچتی ہوگی تو زکوۃ واجب ہوگی۔

6 ''نامی'' ہو

''نامی'' سے مراد ایسا مال ہے جو نشوونما کے قابل ہو یعنی حقیقی یا تقدیری طور پر نمو کی خاصیت رکھتا ہو۔ حقیقی نمو کا مطلب یہ ہے کہ ازخود (یعنی بالفعل) اس میں اضافہ ونشوونما ہوتی رہے مثلاً مویشیوں میں پیدائش کے ذریعے افزائش (بڑھوتری' زیادتی) کا سلسلہ جاری رہتا ہے' اسی طرح زمین میں پیداوار کے ذریعے افزائش ہوتی رہتی ہے۔ تقدیری نمو کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ازخود تو افزائش کی خاصیت نہ ہو لیکن بالقوۃ یہ خاصیت موجود ہو مثلاً نقدی یعنی سونا چاندی اور کاغذی کرنسی وغیرہ۔ ان میں ازخود تو افزائش نہیں ہوتی لیکن اگر انہیں کسی کاروبار وغیرہ میں لگا دیا جائے تو ان میں افزائش کی قوت بہر حال موجود ہے۔

اہل علم نے فرضیت زکوۃ کے لیے ''مالِ نامی'' کی شرط اس لیے لگائی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال وافعال اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی رقمطراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صرف افزائش رکھنے والے اور نفع رساں اموال پر ہی زکوۃ فرض کی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ کی تعلیل کے قائل فقہاء (اور وہ اُمت کے جمہور علماء ہیں) نے اس مسئلے میں اتفاق کیا ہے کہ مذکورہ اموال میں وجوبِ زکوۃ کی علت یہ ہے کہ یہ اموال یا تو بالفعل (یعنی ازخود) افزائش کی صلاحیت رکھتے ہیں یا بالقوۃ (یعنی ان میں افزائش کا امکان موجود ہے)۔(۱)

مزید برآں اس شرط کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ ''مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے

---

(۱) [فقه الزكاة (۱٤۱/۱)]

میں زکوٰۃ واجب نہیں۔'' (۱)

(نوویؒ) یہ حدیث بنیاد ہے کہ ذاتی استعمال کے اموال پر زکوٰۃ واجب نہیں اور سلف وخلف کے علماء کا یہی قول ہے۔(۲)

(عبداللہ بسام) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ صرف اُن اموال میں واجب ہوتی ہے جو ''نامی'' (نشوونما کے متحمل) ہیں یا نمو کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ البتہ جو اموال ذاتی استعمال کے لیے تیار کیے گئے ہیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔(۳)

اگر کوئی یہ اعتراض پیش کرے کہ نمو کی خاصیت تو ذاتی گھروں' کرائے پر دیے ہوئے مکانوں اور دکانوں وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مالِ نامی پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ جیسا کہ ذاتی استعمال کی اشیاء' آلاتِ تجارت اور ذرائع پیداوار آئے دن خواہ کتنے ہی قیمتی ہوتے چلے جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ جانور جنہیں گھر میں چارہ ڈالا جاتا ہو یا ان سے رہٹ یا ہل چلانے کا کام لیا جاتا ہو' خواہ روز بہ روز ان کی تعداد میں کتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے ان میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ انہیں بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

❼ مقررہ نصاب کو پہنچتا ہو

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ فرضیتِ زکوٰۃ کے لیے مال کا نصاب تک پہنچنا شرط ہے۔ نیز سونے کا نصاب بیس دینار' چاندی کا نصاب دوسو درہم' اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ' گائیوں کا نصاب تیس گائیں' بکریوں کا نصاب چالیس بکریاں اور غلے کا نصاب پانچ وسق ہے۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا ﴾

''اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ اس کا مالک چاہے۔''

اور اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ

﴿ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً عَنْ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ وَاحِدَةٌ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ

---

(۱) [بخاری (۱۴۶۳ ' ۱۴۶۴) کتاب الزکاۃ : باب لیس علی المسلم فی فرسه صدقة]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۵۵/۷)]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۱۱/۳)]

يَّشَاءَ رَبُّهَا ﴾

''جب آدمی کی چرنے والی بکریوں میں سے چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ اس کا مالک (ادا کرنا) چاہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ ، وَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبَلِ صَدَقَةٌ ﴾

''پانچ وسق کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ نہیں' پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔'' (۲)

(شیخ وہبہ زحیلی) وجوبِ زکوٰۃ کے لیے مال کا نصاب تک پہنچنا یا نصاب کی قیمت تک پہنچنا شرط ہے۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مالِ زکوٰۃ میں نصاب کی شرط ''کھیتوں' پھلوں اور معادن کے علاوہ'' علماء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

(ابوحنیفہؒ) زمینی پیداوار کم ہو یا زیادہ عشر کی ادائیگی واجب ہے (ان کی دلیل وہ عام حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ''جس کھیتی کو آسمانی پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے۔'' ان کا کہنا ہے کہ جب زمینی پیداوار میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے تو نصاب تک پہنچنے کی بھی شرط نہیں حالانکہ یہ صریح حدیث کی مخالفت ہے)۔

(جمہور) ہر مال کی طرح اس میں بھی نصاب شرط ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''پانچ وسق سے کم غلے میں زکوٰۃ نہیں۔''

(ابویوسفؒ، محمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

---

(۱) [بخاری (١٤٥٤) كتاب الزكاة : باب زكاة الغنم]

(۲) [بخاری (١٤٥٩) كتاب الزكاة : باب ليس فيما دون خمس ذود صدقة ' مسلم (٩٧٩) كتاب الزكاة : باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة ' ابو داود (١٥٥٨) كتاب الزكاة : باب ما تجب فيه الزكاة ' ترمذی (٦٢٦) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی صدقة الزرع والتمر والحبوب ' ابن ماجة (١٧٩٣) كتاب الزكاة : باب تجب فيه الزكاة من الأموال ' نسائی فی السنن الكبرى (٢٢٥٣) ابن حبان (٣٢٧٥) ابن خزيمة (٢٢٦٣) عبد الرزاق (٧٢٥٣) حميدى (٧٣٥) شرح السنة للبغوى (١٥٦٩)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (٧٤١/٢)]

(٤) [فقه الزكاة (١٥٠/١) فقه السنة (٣٢٧/١) شرح مسلم للنووى (٢٩٤/٤) الأم للشافعی (٤٠/٢) الحاوى (٢١٠/٣) المغنی (٦١/٤) بدائع الصنائع (٦٠/٢) الكافی لابن عبد البر (ص / ١٠١) المبسوط (٣/٣) نيل الأوطار (٩٧/٣)]

(راجح) جمہور کا قول برحق ہے اور یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ خاص کو عام پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل عام حدیث ہے اور جمہور کی دلیل خاص ہے لہٰذا اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

(عبید اللہ مبارکپوریؒ) عشر یا نصف عشر کے وجوب کے لیے نصاب شرط ہے۔ جمہور اسی کے قائل ہیں اور یہی بات حق اور درست ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) راجح قول جمہور کا ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن منذرؒ) انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ سب اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ پانچ وسق سے کم زمینی پیداوار میں زکوٰۃ نہیں۔(٤)

(ابن قیمؒ) انہوں نے صحیح محکم سنت کو رد کرنے کی 37 ویں مثال میں اسی مسئلے کا ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا قاطع رد کیا ہے۔(٥)

8 اُس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ﴾

”کسی مال میں بھی اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔“(٦)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ﴾

---

(۱) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٦٨/٦)]

(۲) [تحفة الأحوذى (٣٠٥/٣)]

(۳) [نيل الأوطار (٩٨/٣)]

(٤) [أيضا]

(٥) [أعلام الموقعين (٢٥١/٢)]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤٤٩) كتاب الزكاة : باب من استفاد مالا ' بيهقى (٩٥/٤) كتاب الزكاة : باب لا زكاة فى مال حتى يحول عليه الحول ' دارقطنى (٩١/٢) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة بالحول' إرواء الغليل (٧٨٧)]

"کسی مال میں اس وقت تک زکوۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔" (۱)

(جمہور فقہا) سونا' چاندی' اموال تجارت اور مویشیوں وغیرہ میں فرضیتِ زکوۃ کے لیے نصاب تک پہنچ جانے کے بعد ایک سال کا گزرنا بھی شرط ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مال میں سال گزرنے سے پہلے زکوۃ فرض نہیں اور یہی جمہور کا قول ہے۔(٥)

(ابن قیمؒ) اللہ تعالیٰ نے جو ہر سال میں ایک مرتبہ زکوۃ واجب کی ہے اور کھیتیوں اور پھلوں کے صحیح طور پر پک جانے پر (زکوۃ کو لازم کیا ہے) یہ اس سے نہایت مناسب ہے کہ اس کا وجوب ہر ماہ یا ہر جمعہ ہوتا کیونکہ اس سے اغنیاء کو نقصان اٹھانا پڑتا اور اگر اس کا وجوب زندگی میں ایک مرتبہ ہوتا تو اس سے مساکین کو نقصان ہوتا لہٰذا ہر سال میں ایک مرتبہ زکوۃ کے وجوب سے زیادہ مناسب اور عدل والی بات کوئی نہیں۔(٦)

(شوکانیؒ) سال گزرنے کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔(۷)

(عبداللہ بسام) وجوبِ زکوۃ کے لیے سال گزرنا شرط ہے لہٰذا زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک نصاب پر مکمل سال نہ گزر جائے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) زکوۃ اُس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک اس پر سال کا عرصہ نہ گزر جائے۔(۹)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۹۱) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة ' أبو داود (۱۵۷۳)] اس روایت کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ بالفرض اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی حکماً مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی مزید اسناد دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو: نصب الرایة (۳۲۹/۲) إرواء الغلیل (۲٥٤/۳)'(۷۸۷)]

(۲) [المغنی (۷۳/٤) الهدایة (۲٦۱/۲) فقه الزکاة (۱٦۲/۱)]

(۳) [أیضا]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۱۲/۲٥)]

(٥) [سبل السلام (۸۰٦/۲)]

(٦) [زاد المعاد (٦/۲)]

(۷) [نیل الأوطار (۹٥/۳)]

(۸) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۲۰/۳)]

(۹) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱٦۹/۹)]

اگر دورانِ سال نصاب میں کمی واقع ہو جائے

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ، نوویؒ، جمہور) وجوبِ زکوۃ کے لیے سارا سال نصاب کی موجودگی شرط ہے' اگر سال کے کسی لمحہ میں بھی نصاب کم ہو گیا تو سال منقطع ہو گیا۔ پھر اگر اس کے بعد نصاب مکمل ہو گیا تو اُس وقت سے دوبارہ سال شروع کیا جائے گا جب نصاب مکمل ہوا۔

(ابو حنیفہؒ) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا وجود معتبر ہے' ان دونوں کے درمیان میں نصاب کی کمی کوئی نقصان نہیں دے گی حتی کہ اگر کسی کے پاس دوسو درہم تھے اور پھر دورانِ سال وہ سب ہلاک ہو گئے الا کہ ایک درہم باقی رہ گیا' یا چالیس بکریاں تھیں اور دورانِ سال وہ ہلاک ہو گئیں الا کہ ایک بکری رہ گئی' پھر وہ سال کے آخر میں مکمل دوسو درہموں اور چالیس بکریوں کا مالک بن گیا تو اس پر مکمل مال کی زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

(راجح) جمہور علماء کا مؤقف راجح ہے کیونکہ حدیث میں نصاب پر سارا سال گزرنے کی قید لگائی گئی ہے۔

(شوکانیؒ) اگر دورانِ سال مال نصاب سے کم ہو جائے پھر اس کے بعد مکمل ہو جائے تو اس کے مکمل ہونے کے وقت سے نیا سال شروع کیا جائے گا بشرطیکہ نصاب میں کمی قصداً اس حیلے سے نہ کی گئی ہو کہ نصاب سے کم مال پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

''حولان الحول'' کے متعلق احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے مجموعہ سے حجت قائم ہو جاتی ہے کہ سال کا اعتبار اور اسی طرح یہ اعتبار کہ نصاب ابتدائے سال سے انتہائے سال تک مکمل ہو' ضروری ہے۔ یہ شرط نہیں ہے کہ (مکمل) مال اس کے پاس ہی ہو بلکہ اگر مال اس کے علاوہ کسی اور کے پاس امانت وغیرہ کے بطور پڑا ہے اور اس کے لیے ممکن ہے کہ جب چاہے اپنا مال وصول کر لے تو یہ اس کے پاس موجود کے حکم میں ہی ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) نصاب میں یہ شرط ہے کہ اس پر ایک ہجری سال گزر چکا ہو اور سال کی ابتداء اس دن سے ہوگی جس دن وہ شخص نصاب کا مالک ہوا ہے اور یہ ضروری ہے کہ سارا سال نصاب مکمل رہے۔ اگر سال کے دوران نصاب کم ہو گیا پھر مکمل ہو گیا تو سال کی ابتداء کا اعتبار اس دن سے ہوگا جس دن نصاب (دوبارہ) مکمل ہوا ہے۔(۳)

---

(۱) [أيضا' الفقه الإسلامي وأدلته (۷٤٤/۲) بداية المجتهد (۲٦۱/۱) المجموع (٤۲۸/٥) المغنى (٦۲٥/۲) فتح القدير (٥۱۰/۱) بدائع الصنائع (٥۱/۲)]

(۲) [السيل الجرار (۷٤۰/۱)]

(۳) [فقه السنة (۳۱٤/۱)]

سال گزرنے کی شرط سے مستثنیٰ اشیاء

نصاب پر سال گزرنے کی شرط سے بعض اشیاء مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً کھیتوں اور پھلوں پر اُسی وقت زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے جب ان کی کٹائی کا وقت آ جائے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ [الأنعام : ١٤١]

''اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔''

اسی طرح کانوں اور زمین میں مدفون خزانوں کی زکوٰۃ (خمس یعنی پانچواں حصہ) ان کے حاصل ہوتے ہی ادا کر دی جائے گی' ان پر سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

مالِ مستفاد کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ ﴾

''جس نے کوئی مال حاصل کیا اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔''(١)

مالِ مستفاد سے مراد ایسا مال ہے جو (زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد) دورانِ سال حاصل ہو' اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

① پہلی صورت یہ ہے کہ دورانِ سال حاصل ہونے والا مال پہلے مال کا ہی نتیجہ' نفع اور ثمرہ ہو۔ جیسے کسی کے پاس ابتدائے سال میں کچھ جانور ہوں پھر دورانِ سال ان کے مزید بچے ہو جائیں یا کسی کو تجارت کے ذریعے دورانِ سال نفع حاصل ہو تو ان بچوں اور تجارتی منافع کو بھی سال کے آخر میں زکوٰۃ نکالتے وقت پہلے مال میں شمار کیا جائے گا۔ یعنی اگر سال کی ابتداء میں کسی کے پاس چالیس اونٹ تھے اور پھر سال کے دوران انہوں نے دس بچے دیئے اور سال کے آخر میں اس کے پاس پچاس اونٹ ہیں تو وہ چالیس اونٹوں کی نہیں بلکہ پچاس اونٹوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس سال کے شروع میں دس لاکھ روپے تھے' پھر دورانِ سال اس نے ان روپوں سے کاروبار کیا اور ایک لاکھ منافع ہوا' یوں سال کے آخر میں اس کے پاس گیارہ لاکھ ہے تو وہ دس لاکھ سے نہیں بلکہ گیارہ لاکھ سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔

---

(١) [صحيح : صحيح ترمذي (٥١٥) كتاب الزكاة : باب لا زكاة على المال المستفاد حتى يحول عليه الحول' ترمذي (٦٣١' ٦٣٢) ابن ماجة (١٧٩٢)]

سفیان بن عبداللہ ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : تَعُدُّ عَلَيْهِمْ بِالسَّخْلَةِ يَحْمِلُهَا الرَّاعِيُ وَ لَا تَأْخُذُهَا ﴾

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ان (زکوٰۃ والے) جانوروں میں اُس بچے کو بھی شمار کرو جسے چرواہا اُٹھائے پھرتا ہے لیکن اسے بطورِ زکوٰۃ وصول نہ کرو۔'' (۱)

(حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) سب اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔مزید فرماتے ہیں کہ ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(۳)

(شیخ وہبہ زحیلی) مویشیوں کی پیداوار اور تجارتی منافع کو بالاتفاق اصل نصاب (جو ابتدائے سال میں تھا) کے ساتھ ملایا جائے گا۔(٤)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

② دوسری صورت یہ ہے کہ دورانِ سال حاصل ہونے والا مال پہلے سے موجود مال کی جنس یا نوع سے نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی کے پاس سال کی ابتداء میں اونٹ تھے اور پھر اسے دورانِ سال بکریاں یا گائیں مل گئیں یا کسی کے پاس پہلے نقد رقم موجود تھی اور پھر اسے سال کے دوران بقدرِ نصاب مویشی مل گئے تو نہ بکریوں اور گائیوں کو پہلے سے موجود اونٹوں کے ساتھ ملایا جائے گا اور نہ ہی مویشیوں کو نقد رقم کے ساتھ' بلکہ ان کی زکوٰۃ اُس وقت ادا کرنا واجب ہوگی جب ان پر الگ سال گزرے گا۔تاہم اتنا یاد رہے کہ اگر مالک اس نوع کے مالِ مستفاد کی زکوٰۃ بھی پہلے مال

---

(۱) [موطا (۱/۲٦٥) کتاب الزکاة : باب ما جاء فيما يعتد به من السخل في الصدقة ' بيهقي في السنن الكبرى (٤/١٠٠-١٠١) كتاب الزكاة : باب السن التي تؤخذ من الغنم ' وفي السنن الصغرى (١/٣٢٠) ' (١٠٢١) كتاب الزكاة : باب صدقة النعم السائمة وهي الإبل والبقر والغنم ' مسند شافعي (١/٢٣٨) المحلى لابن حزم (٥/٢٧٦) شیخ محمد صبحی حسن حلاق حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (١/٧٤٣)]

(۲) [فتح القدير (١/٥١٠) بدائع الصنائع (٢/٥١) الدر المختار (٢/٣١) القوانين الفقهية (ص / ٩٩-١٠١) الشرح الصغير (١/٥٩٠) بداية المجتهد (١/٢٦١) المجموع (٥/٣٢٨) الأم (٢/١٧) المهذب (١/١٤٣) المغني (٢/٦٢٥-٦٢٩) الفقه الإسلامي وأدلته (٢/٧٤٤-٧٤٧)]

(۳) [المغني لابن قدامة (٢/٦٢٥)]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢/٧٤٧)]

(٥) [فقه الزكاة (١/١٦٥)]

(٦) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (١/٣٢٣)]

کے ساتھ ملا کر ادا کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طرح مالِ مستفاد کی زکوٰۃ وقت سے پہلے ادا ہو جائے گی اور یہ شرعاً جائز و مباح ہے۔

(جمہور فقہاء) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

③ تیسری صورت یہ ہے کہ سال کے دوران حاصل ہونے والا مال پہلے مال کی جنس و نوع سے ہو مگر اس کا نفع و نتیجہ نہ ہو بلکہ کسی دوسرے ذریعے (وراثت یا ہبہ وغیرہ) سے ملا ہو۔ مثلاً پہلے بقدرِ نصاب نقد رقم موجود تھی اور پھر دورانِ سال اور نقدی حاصل ہوگئی' اسی طرح پہلے مویشی موجود تھے اور دورانِ سال مزید مویشی حاصل ہوگئے تو اس مالِ مستفاد کی زکوٰۃ کے متعلق فقہا کی مختلف آراء ہیں جو بالاختصار حسب ذیل ہیں:

(احمدؒ، شافعیؒ) اس قسم کے مالِ مستفاد پر تب زکوٰۃ واجب ہوگی جب اس پر الگ سال گزرے گا۔

(ابوحنیفہؒ) اس مالِ مستفاد کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ ہی ملا کر سال کے آخر میں زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی' اس پر الگ سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا (ان کا کہنا ہے کہ اگر اس قسم کے ہر مال کی زکوٰۃ کے لیے الگ الگ سال پورا کیا جائے گا تو وجوبِ زکوٰۃ کے اوقات میں فرق ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مالک کو تاریخیں یاد رکھنا پڑیں گی کہ فلاں چیز فلاں وقت میں حاصل ہوئی اور فلاں چیز فلاں وقت میں' جو یقیناً باعثِ مشقت و حرج ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ''اور اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

(مالکؒ) مویشیوں میں ان کی رائے بھی وہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی ہے۔(۲)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے کیونکہ یہ مالِ مستفاد پہلے مال کا نتیجہ نہیں' بلکہ الگ مستقل حیثیت کا حامل ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ صرف اس وقت ہی واجب ہوگی جب اس پر الگ سال گزرے گا۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا حدیث بھی اس مؤقف کی تائید کرتی ہے۔

☐ واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں جس مالِ مستفاد پر وجوبِ زکوٰۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط لگائی گئی ہے اس سے مراد صرف وہ مال ہے جس کا ذکر آخری دو صورتوں میں ہے۔

(عبداللہ بن بسام) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۶۲۶/۲) الفقه الاسلامی و أدلته (۷۴۸/۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴/۷۴-۷۸) الفقه الاسلامی وأدلته (۷۴۴/۲-۷۴۶) بدائع الصنائع (۵۱/۲) بداية المجتهد (۲۶۱/۱) فقه الزكاة (۱۶۴/۱-۱۶۶)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۲۰/۳)]

قرض دی ہوئی رقم کی زکوٰۃ

قرض دی ہوئی رقم کی دو ہی صورتیں ہیں:

(1) جس کے واپس ملنے کی اُمید ہو۔ (2) جس کے واپس ملنے کی اُمید نہ ہو۔

اگر تو ایسے شخص کو قرض دیا گیا ہے جس کے پاس مالی فراوانی ہے اور وہ ہے بھی دیانتدار اس سے کسی بھی وقت مال وصول کیا جا سکتا ہے تو پھر مالک پر لازم ہے کہ وہ قرض کی رقم کو باقی مال کے ساتھ ملا کر ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا رہے۔ لیکن اگر جسے قرض دیا گیا ہے وہ اتنا تنگ دست ہے کہ اس سے کبھی ادائیگی کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی یا وہ قرض لے کر کہیں فرار ہو گیا ہے یا وہ قرض لینے کا ہی انکاری ہے تو اِس صورت میں قرض کی رقم سے زکوٰۃ کو اُس وقت تک مؤخر کر دیا جائے گا جب تک وہ رقم وصول نہ ہو جائے اور جب وہ رقم وصول ہو تو مالک پر لازم ہے کہ فوراً ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

(شیخ ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(۲)

(شیخ ابن جبرین) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(مالکؒ) قرض کے متعلق ہمارے نزدیک جس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں وہ یہ ہے کہ قرض دینے والا اُس وقت تک قرض کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا جب تک وہ اس رقم کو اپنے قبضہ میں نہ لے لے اگرچہ وہ رقم اُس شخص کے پاس کئی سال تک رہے جس پر قرض ہے۔ پھر جب مالک اُس رقم کو اپنے قبضہ میں لے لے گا تو اُس پر صرف ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔(٤)

(عمر بن عبد العزیزؒ، حسنؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، لیثؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(حنفیہ، ثوریؒ، ابو عبیدؒ) ایسا شخص گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔(٥)

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۸۸/۲)]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (۲۵/۱۸)]

(۳) [فتاوی إسلامية (۸۸/۲)]

(٤) [موطا (٥٩٦) كتاب الزكاة : باب الزكاة في الدين]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المغنی لابن قدامة (٢٦٩/٤-٢٧١) بدائع الصنائع (١٠/٢) الدر المختار (٤٧/٢) الشرح الكبير (٤٥٨/١) بداية المجتهد (٢٦٤/١) المجموع للنووی (٣١٣/٥) المهذب (١٤٢/١) الفقه الإسلامي وأدلته (٧٦٨/٢)]

قرض سے زکوٰۃ کو منہا کرنا کیسا ہے؟

ایسا کرنا درست ہے لیکن یہ شرط ہے کہ جسے قرض دیا گیا ہے وہ فی الواقع مستحقِ زکوٰۃ ہو یعنی مسکین محتاج ہو اور اس کا کوئی ایسا معقول ذریعہ آمدن نہ ہو جس سے وہ قرض کی رقم لوٹا سکے' نیز اُسے صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہی قرض معاف کیا جائے' اس کے علاوہ اور کوئی ذاتی مفاد یا دنیاوی غرض و مقصد نہ ہو۔
(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس شخص کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہیں یہ زکوٰۃ کی رقم معاف کر رہے ہیں یا یہ تعاون زکوٰۃ کے مال سے ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں شریعت نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی کہ جسے زکوٰۃ دی جا رہی ہے اُسے یہ بھی بتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ علاوہ ازیں بعض خوددار قسم کے لوگ زکوٰۃ لینا ہی پسند نہیں کرتے حالانکہ وہ اس کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ کے متعلق بغیر بتائے انہیں قرض کی رقم معاف کر دی جائے تو قرض بھی ادا ہو جائے گا اور تنگ دست کا تعاون بھی۔

مالِ ضمار میں زکوٰۃ کا حکم

مالِ ضمار سے مراد ایسا مال ہے جو کسی کے ہاتھ سے یوں نکل جائے کہ پھر اس کے واپس ملنے کی اُمید ہی نہ ہو مثلاً کہیں گم ہو جائے' سمندر میں ڈوب جائے' کوئی چوری کر لے' چھین لے' بطورِ قرض لے کر مکر جائے' کہیں چھپا کر بھول جائے یا ظالم حکمران زبردستی اپنے قبضہ میں لے لے۔(۲)
ایسی تمام صورتوں میں اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ اسے اس مال پر کامل تصرف حاصل نہیں۔ البتہ اگر کبھی اسے وہ مال مل جائے' خواہ کئی سالوں کے بعد ہی ملے' تو اسے اس مال سے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہی فیصلہ فرمایا تھا۔
ایوب بن ابی تمیمہ سختیانیؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ فِي مَالٍ قَبَضَهُ بَعْضُ الْوُلَاةِ ظُلْمًا ، يَأْمُرُ بِرَدِّهِ إِلَى أَهْلِهِ وَ يُؤْخَذُ زَكَاتُهُ لِمَا مَضَى مِنَ السِّنِينَ ثُمَّ عَقَّبَ بَعْدَ ذَلِكَ بِكِتَابٍ أَنْ لَا يُؤْخَذَ مِنْهُ زَكَاةٌ وَاحِدٌ فَإِنَّهُ كَانَ ضِمَارًا ﴾
''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُس مال کے متعلق لکھا' جسے بعض حکومتی ذمہ داران نے ظلماً اپنے قبضے میں

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۵۱/۲۵)]
(۲) [مزید دیکھیے: شرح الزرقانی علی الموطا (۱۴۵/۲)]

لے لیا تھا' کہ وہ اُس مال کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیں اور اُس مال سے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ وصول کی جائے پھر اس کے بعد آپؒ نے ایک اور مکتوب بھیجا کہ اس مال سے صرف ایک سال کی ہی زکوٰۃ وصول کی جائے کیونکہ یہ مالِ ضمار ہے۔''(۱)

(زرقانیؒ) اگر اس پر گزشتہ ہر سال کی زکوٰۃ واجب کر دی گئی تو یقیناً وہ اسے ہلاک کر دے گی۔(۲)

لقطہ یعنی گری پڑی چیز کی زکوٰۃ

لقطہ سے مراد ایسی گمشدہ چیز ہے جو راستے میں کہیں گری پڑی ملے۔ اگر تو وہ چیز حقیر و معمولی قسم کی ہو مثلاً چھڑی' کوڑا' رسی وغیرہ تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ قیمتی ہو تو اٹھانے والے پر لازم ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرتا رہے۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے ادا کر دے اور اگر اس کا مالک نہ ملے تو سال تشہیر کرنے کے بعد وہ شخص خود اسے استعمال کر سکتا ہے' تاہم یہ یاد رہے کہ وہ چیز اس کے پاس بطورِ امانت ہی ہو گی اور جب کبھی زندگی میں اس کا حقیقی مالک آ جائے گا تو اسے وہ چیز ادا کرنا ہو گی۔(۳)

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ گری پڑی چیز نصاب تک پہنچتی ہو اور اس میں دیگر شرائطِ زکوٰۃ بھی موجود ہوں تو اس کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا؟ اس مسئلے میں اختلاف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اُس گمشدہ چیز پر کامل ملکیت کس کی ہے؟ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اٹھانے والے کو سال تشہیر کرنے کے بعد جب اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو اب وہ اس کی ملکیت ہے اور اسے ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی اور بعض دوسرے اہلِ علم کا خیال ہے کہ چونکہ حدیث میں موجود ہے کہ گمشدہ چیز' اٹھانے والے کے پاس بطورِ امانت ہو گی' اگرچہ اسے استعمال کی اجازت دی گئی ہے' اور جب کبھی اس کا حقیقی مالک آئے گا تو وہ چیز اسے واپس کرنا ہو گی اس لیے وہ اٹھانے والی کی ملکیت نہیں اور جب وہ اس کی ملکیت نہیں تو اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

ہمارے علم کے مطابق پہلا موقف راجح ہے کیونکہ اگر اٹھانے والے پر وجوبِ زکوٰۃ کا حکم نہ لگایا جائے اور

---

(۱) [مؤطا (۵۹۵) کتاب الزکاۃ : باب الزکاۃ فی الدین]

(۲) [شرح الزرقانی علی المؤطا (۱۴۵/۲)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب: فقہ الحدیث (۵۵۵/۲) اور دلائل کے لیے دیکھئے: بخاری (۲۴۲۹) کتاب اللقطۃ : باب إذا لم یوجد صاحب اللقطۃ بعد سنۃ فھی لمن وجدھا' ابو داود (۱۷۰۴) (۱۷۰۹) کتاب اللقطۃ : باب التعریف باللقطۃ' ترمذی (۱۳۷۲) کتاب الأحکام : باب ما جاء فی اللقطۃ وضالۃ الإبل والغنم' ابن ماجہ (۲۵۰۵) کتاب الأحکام : باب اللقطۃ' موارد الظمآن (۱۱۶۹) دارقطنی (۲۳۵/۴) حمیدی (۳۵۷/۲)]

اس کا حقیقی مالک بھی کبھی نہ آئے تو آخر اس کی زکوٰۃ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ یقیناً وہی شخص کہ جس کے تصرف میں وہ مال ہے لہٰذا جب تشہیر کا سال گزر جائے گا تو حکماً وہ اس کا مالک قرار پائے گا اور پھر اُس مال پر سال گزرنے کے بعد وہ شخص اُس مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر (تشہیر کے سال کے بعد) اس کا مالک آجائے تو اسے اُس (گزشتہ) سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی جس میں اٹھانے والے کو اس چیز کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔(۱)

عورت کے حق مہر کی زکوٰۃ

اگر شادی کے فوراً بعد عورت کو اس کا مقررہ حق مہر ادا کر دیا گیا ہے اور وہ نصاب کو بھی پہنچتا ہے تو اس پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن اگر عورت کو فوراً حق مہر ادا نہیں کیا گیا اور پھر مرد بھی اس کی ادائیگی میں سستی کرتے ہوئے کئی سال گزار دیتا ہے تو وہ مرد پر عورت کا قرض متصور ہوگا اور اس کا حکم وہی ہوگا جو قرض کا ہے یعنی اگر تو اس کے ملنے کی اُمید ہے تو ہر سال اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی عورت پر واجب ہوگی اور اگر کسی وجہ سے اُمید نہیں تو جب مہر ملے گا تو پھر اُسے اس سے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی بشرطیکہ وہ مہر بذاتِ خود نصاب کو پہنچتا ہو یا دیگر مالیت کے ساتھ ملا کر نصاب کو پہنچے۔

(البانی) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ''البانی'' سے اس (مہر کی زکوٰۃ کے متعلق) دریافت کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا: جب مہر عورت کی ملکیت میں آجائے تو سال گزرنے اور نصاب تک پہنچنے کی شروط کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر مہر اس کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ شوہر کے ذمے ہو تو اس مہر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

البتہ اگر وہ عورت دیکھے کہ اس کا مہر زندہ قرض کی صورت میں ہے یعنی وہ جب چاہے اُسے حاصل کر سکتی ہے تو اس حالت میں اُس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس مہر کو ایسا مردہ قرض شمار کرتی ہے کہ جس کے صاحب کو اس کے ملنے کی امید نہیں ہوتی تو اس صورت میں اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔(۲)

(حنابلہ) ان کے ہاں مہر کی زکوٰۃ کا وہی حکم ہے جو قرض کی زکوٰۃ کا ہے۔

(ابوحنیفہ، مالک) عورت کے مہر میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں جب تک وہ اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے اور قبضے میں لینے کے بعد مہر کا نصاب کو پہنچنا اور اس پر سال کا گزرنا بھی شرط ہے الا کہ عورت کے پاس مہر کے

---

(۱) [المغنی (٤/ ٢٧٦)]

(۲) [کما فی الموسوعة الفقهية الميسرة (٣/ ٤٤)]

علاوہ کوئی اور نصاب بھی ہو تو مہر کو اس کے ساتھ ملا کر وہ ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دے گی۔(۱)

(ابن تیمیہ) انہوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کی تائید کی ہے۔(۲)

بیمہ کی رقم کی زکوٰۃ

بیمہ کی رقم سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور حرام مال میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال و پاکیزہ مال کو ہی قبول فرماتے ہیں جیسا کہ گزشتہ اَوراق میں اس کے دلائل ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

شادی کے لیے جمع کیے ہوئے مال کی زکوٰۃ

(سعودی مجلس افتاء) اس مال میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ مال اُن تمام دلائل کے عموم میں شامل ہے جو وجوب زکوٰۃ پر دلالت کرتے ہیں اور اس شخص کا یہ ارادہ رکھنا کہ وہ اس مال کے ساتھ شادی کرے گا کوئی ایسا (معقول) سبب نہیں ہے کہ جو اس مال میں زکوٰۃ ساقط کر دے۔(۳)

مکان کی تعمیر کے لیے جمع کیے ہوئے مال کی زکوٰۃ

(ابن باز) جمع شدہ مال شادی کے لیے ہو مکان کی تعمیر کے لیے یا کسی دوسری غرض کے لیے' جب وہ حدِ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال کا عرصہ گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے' خواہ یہ سونا ہو یا چاندی یا کرنسی نوٹ ہوں۔ کیونکہ وجوبِ زکوٰۃ پر دلالت کرنے والے دلائل میں عموم ہے۔ لہٰذا بلا استثناء جو چیز بھی حدِ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔(٤)

بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ

(ابن باز) ایسا مال جو کسی اسلامی بینک میں رکھا گیا ہے اس کا حکم وہی ہے جو دیگر اموال کا ہے' اس میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ اس پر اس کے منافع سمیت ایک سال کا عرصہ گزر جائے اور اس کی شرح اصل اور منافع میں اڑھائی فیصد کے حساب سے چالیسواں حصہ ہے۔(٥)

---

(۱) [المغني لابن قدامة (٤/٢٧٧) فقه السنة (١/٣٢١)]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (٢٥/٣١)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٩/٢٦٩)]

(٤) [فتاوى ابن باز مترجم (١/١١١) فتاوى إسلامية (٢/٧٣)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٢/٧٤)]

کیا مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مال میں بالعموم صرف زکوۃ ہی واجب ہے' اس کے علاوہ دیگر صدقات و عطایا محض استحباب کی ہی حیثیت رکھتے ہیں' البتہ بعض اوقات یہی مستحب صدقات مزید مؤکد یا وجوبِ کفائی کی صورت اختیار کر جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص مالدار ہے اور اس کے سامنے کوئی شخص دواء کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے مر رہا ہے تو اس پر یا کسی بھی دوسرے مالدار شخص پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی جان بچانے کے لیے حسبِ توفیق مال خرچ کرے۔ علاوہ ازیں عام حالات میں صرف زکوۃ ہی واجب ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

(1) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد والوں میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتی کہ وہ نزدیک آن پہنچا' تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے' اس نے کہا بس اس کے سوا تو مجھ پر کوئی نماز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے تو اور بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا' اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں مگر تو نفل روزے رکھے تو اور بات ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَ ذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةً ' قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ قَالَ لَا ' إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ ' قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَ هُوَ يَقُولُ : وَ اللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَ لَا أَنْقُصُ ' قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے زکوۃ کا ذکر کیا (کہ یہ بھی اسلام کا ایک حصہ ہے) تو اس نے کہا کہ مجھ پر کوئی اور تو صدقہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں مگر تو نفلی صدقہ دے تو اور بات ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ آدمی واپس پھرا اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں اس پر نہ کچھ اضافہ کروں گا اور نہ اس میں کوئی کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ : تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ ' قَالَ : فَوَالَّذِي

---

(۱) [بخاری (٤٦) کتاب الإیمان : باب الزکاة من الإسلام ' مسلم (١١) کتاب الإیمان : باب بیان الصلوات التی هی أحد أرکان الإسلام ' موطا (٤٢٥) کتاب الصلاة : باب جامع الترغیب فی الصلاة]

نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا ، فَلَمَّا وَلَّى ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا ﴾

''ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا' فرض نماز قائم کر' فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس پلٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (۱)

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں دونوں سوال کرنے والوں نے واضح طور پر یہ کہا کہ وہ فرض زکوۃ سے زیادہ کچھ ادا نہیں کریں گے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر نہ صرف ان سے راضی ہوئے بلکہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق جنت کی بشارت بھی سنائی۔ اگر مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کوئی حق واجب ہوتا تو وہ اسے چھوڑ کر جنت کے مستحق قرار نہ پاتے۔

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ ﴾

''جو زیور زکوۃ کی ادائیگی تک پہنچ چکا ہو اور اس کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔'' (۲)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے اموال کو خزانہ بنانے والوں کے متعلق جو وعید ہے وہ ایسے شخص کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی جو اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دے۔ لہٰذا اگر مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہوتا تو محض زکوۃ ادا کرنے سے کوئی شخص اس وعید سے نہ بچتا۔

مزید برآں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے' وہ ضعیف ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ : إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ ' مسلم (۱٤) کتاب الإیمان : باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة ' ابن منده (۱۲۸)]

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۱۳۸۳) کتاب الزکاۃ : باب الکنز ما هو؟ و زکاۃ الحلی ' أبو داود (۱۵٦٤)]

الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ "لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ" الآية ﴾

''میں نے سوال کیا یا نبی کریم ﷺ سے زکوۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق (واجب) ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے (مشرق ومغرب کی جانب) پھیرلو۔'' (۱)

نیز مذاہبِ فقہاء پر مشتمل معتبر کتاب ''البحر الزخار'' میں کثیر فقہاء کا یہی مؤقف درج ہے کہ مال میں صرف ایک ہی حق واجب ہے اور وہ زکوۃ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص جو کچھ بھی خرچ کرے گا وہ نفلی صدقہ ہوگا' واجب نہیں۔ (۲)

---

(۱) [**ضعیف**: ضعیف ترمذی' ترمذی (۶۵۹)' (۶۶۰) كتاب الزكاة: باب ما جاء أن في المال حقا سوى الزكاة' هداية الرواة (۱۸۵٦) اس روایت کی سند میں ''ابوحمزہ میمون اعور'' راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ امام ابن معینؒ نے کہا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام دار قطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔ امام جوزجانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ [التقريب (۷۹٤٥) الجرح والتعديل (۲۳۵/۸) أحوال الرجال (۸۷) التاريخ الصغير (۲۰/۲) الضعفاء (۵۸۱) تهذيب الكمال (۲٤۰/۲۹)]

(۲) [البحر الزخار (۱۳۸/۲)]

باب ما لا تجب فيه الزكاة — جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں

سونا چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات میں زکوٰۃ نہیں

مثلاً ہیرا' موتی' یاقوت' زمرد' الماس' مرجان اور عقیق وغیرہ۔ ان سب میں زکوٰۃ اس لیے نہیں ہے کیونکہ ان میں زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور اشیاء میں اصل براءت ہی ہے جب تک کہ کوئی واضح دلیل نہ مل جائے جیسا کہ اس کی تائید اس قاعدے سے بھی ہوتی ہے ((الْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ)) ''اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔''(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی بھی چیز کے وجوب ولزوم سے اس وقت تک بریٔ الذمہ ہے جب تک کہ اسے اس کا حکم نہ دے دیا جائے لہٰذا پیش آمدہ معاملات میں اصل براءت ہی ہے۔(۲)

(سید سابق ؒ) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ الماس' در' یاقوت' موتی' مرجان' زبرجد اور اس کی مثل عمدہ پتھروں میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) سونے چاندی کے علاوہ دوسرے جواہرات مثلاً موتی' مرجان' زبرجد اور الماس وغیرہ کے زیورات میں کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ ایسا مال ہے جو نامی (یعنی بڑھنے والا) نہیں ہے بلکہ محض عورت کے لیے سامان اور زیور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنی نص کے ساتھ مباح قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿ وَ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ﴾ [النحل : ١٤] ''اور تم اس سے زیور نکالتے ہو جسے پہنتے ہو۔''(٤)

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(احناف) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٦)

---

(١) [الوجيز للدكتور عبد الكريم زيدان (ص/٢٧٠)]

(٢) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: القواعد الفقهية الكبرى للدكتور صالح بن غانم السدلان (ص/١٢٠ـ١٢١) شرح المجلة للأتاسي (ص/٢٥ـ٢٦) المدخل الفقهي العام للزرقاء مادة رقم (٥٧٨)' (٩٧٠/٣)]

(٣) [فقه السنة (٣١٩/١)]

(٤) [فقه الزكاة (٢٨٤/١)]

(٥) [المجموع (٤٦٤/٥)]

(٦) [الدر المختار (٢٧٣/٢)]

(ابن حجرؒ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔(۱)

❑ یادرہے کہ اگر یہ جواہرات تجارت کے لیے ہوں گے تو پھر ان کی قیمت پر نصاب تک پہنچنے کے بعد ایک سال گزر جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی جو کہ دیگر اموال کے ساتھ ملا کر چالیسواں حصہ ادا کی جائے گی۔

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَ الرَّقِيْقِ ' فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَّةِ ...... ﴾

"بے شک میں نے گھوڑے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کر دی ہے پس تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ ﴾

"مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں۔"(٤)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔(٥)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں مختلف اموال' گھوڑے اور غلام حاصل ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے اس میں زکوٰۃ و پاکیزگی ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ قَبْلِي ﴾

"مجھ سے پہلے میرے دو ساتھیوں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے یہ کام نہیں کیا (کہ گھوڑوں

---

(۱) [فتح الباری (۳٦۳/۳)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۰/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۹۲) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة ' أبو داود (۱۵۷٤) ترمذی (٦۲۰) نسائی (۳۷/٥) أحمد (۹۸/۱) دارمی (۳۸۳/۱) دارقطنی فی العلل (۱٦۱/۳)]

(٤) [بخاری (۱٤٦۳ ' ۱٤٦٤) کتاب الزکاة : باب لیس علی المسلم فی فرسه صدقة ' مسلم (۹۸۲) کتاب الزکاة : باب لا زکاة علی مسلم فی عبده وفرسه ' أبو داود (۱۵۹٥) کتاب الزکاة : باب صدقة الرقیق ' ترمذی (٦۲۸) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی الخیل والرقیق صدقة ' نسائی (۳٥/٥) ابن ماجة (۱۸۱۲) کتاب الزکلة : باب صدقة الخیل والرقیق ' ابن أبی شیبة (۱٥۱/۳) أحمد (۲٤۹/۲) بیهقی (۱۱۷/٤) موطا (۲۷۷/۱) مسند شافعی (ص/۱۹) عبدالرزاق (٦۸۷۸) حمیدی (۱۰۷۳) طیالسی (۸۲٥) دارمی (۲۸٤/۱) أبو یعلی (٦۱۳۸) شرح السنة (۳۳٥/۳)]

(٥) [سبل السلام (۷۹۹/۲)]

اور غلاموں سے زکوٰۃ وصول کی ہو لہٰذا میں بھی ایسا نہیں کروں گا)۔''(۱)

ان احادیث میں مذکور غلام سے مراد ایسا غلام ہے جو انسان نے اپنی خدمت کے لیے رکھا ہو اور گھوڑے سے مراد ایسا گھوڑا ہے جو اپنی سواری کے لیے مخصوص ہو' پھر ان میں زکوٰۃ نہیں ہوگی لیکن اگر انہیں تجارت کے لیے رکھا ہو تو پھر ان میں بھی تجارتی مال ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

(شیخ سلیم الہلالی) مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) اگر گھوڑے ذاتی استعمال کے لیے ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو اُن پر زکوٰۃ نہیں۔(۳)

(اہل ظاہر' ابن حزمؒ) تجارتی گھوڑے اور غلام میں بھی زکوٰۃ نہیں۔(٤)

(ابو حنیفہؒ' زفرؒ) جب گھوڑے مذکر اور مؤنث باہر چرنے والے ہوں تو ان کے مالک (پر زکوٰۃ ہے اور اس) کو اختیار ہے' اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار ادا کر دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم نکال دے۔

ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف روایت ہے جس کے لفظ یہ ہیں:

﴿فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ فِي كُلِّ فَرَسٍ دِينَارٌ﴾

''باہر چرنے والے ہر گھوڑے میں ایک دینار زکوٰۃ ہے۔''(٥)

---

(۱) [احمد (۱٤/۱) امام ہیثمیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس روایت کو احمد نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۷۲/۳)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اثر کے راوی ثقہ ہیں۔[نیل الأوطار (۹۱/۳)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۸۹/۲)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۱۷/۹)]

(٤) [المحلى (۲۰۹/٥)]

(٥) [**ضعيف**: تلخيص الحبير (۳۳۹/۲) دارقطني (۱۲٥/۲۔۱۲٦) كتاب الزكاة: باب زكاة مال التجارة وسقوطها عن الخيل والرقيق' بيهقي في السنن الكبرى (۱۱۹/٤) كتاب الزكاة: باب من رأى في الخيل صدقة' تاريخ بغداد (۳۹۸/٦) العلل لابن الجوزي (٤۹٦/۲) طبراني اوسط (۷٦٦٥) امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں لیث بن حماد اور غورک دونوں راوی ضعیف ہیں۔[مجمع الزوائد (۷۲/۳)] حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔امام دارقطنیؒ نے فرمایا کہ اس کی سند میں غورک بن حصرم راوی بہت زیادہ ضعیف ہے۔اس راوی کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ميزان الاعتدال (٤۰۷/٥) المغني (٥۰۷/۲) لسان الميزان (٤۹٦/٤) توضيح المشتبة (۲٥۱/۳)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ناقابل حجت ہے۔[نيل الأوطار (۹۲/۳)] امام زیلعیؒ رقمطراز ہیں کہ امام بیہقیؒ نے فرمایا: اگر یہ حدیث امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہوتی تو وہ امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت نہ کرتے۔[نصب الراية (۳٦٥/۲)]

(مالکؒ، شافعیؒ، ابویوسفؒ، محمدؒ) گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں۔'' (۱)

(فتاوی قاضی خان) میں ہے کہ فتویٰ ان دونوں (یعنی قاضی ابویوسفؒ اور محمدؒ) کے قول کے مطابق ہے اور انہوں نے اجماع کیا ہے کہ امام کسی بھی فرد سے زبردستی گھوڑے کی زکوٰۃ وصول نہیں کر سکتا۔ (۲)

(ابن عابدینؒ) بیان کرتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے کہا کہ یہ یعنی صاحبین کا قول دونوں اقوال میں سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اسی قول کو قاضی ابوزید نے اسرار اور ینابیع میں راجح قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۳)

(عبیداللہ مبارکپوریؒ) راجح قول وہ ہے جسے جمہور اہل علم نے اپنایا ہے۔ (٤)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(ترمذیؒ) اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ باہر چرنے والے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں اور نہ ہی غلام میں زکوٰۃ ہے جبکہ وہ خدمت کے لیے ہوں۔ ہاں جب تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمتوں میں زکوٰۃ ہے جب ان پر سال کا عرصہ گزر جائے۔ (٦)

- واضح رہے کہ ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً رہائشی مکان، رہائش کے لیے خریدا ہوا پلاٹ، فرنیچر، برتن، فریز، اسلحہ، موٹر سائیکل اور کار وغیرہ کو بھی گھوڑے اور غلام پر قیاس کیا جائے گا اور ان اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

غلام کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی ضروری ہے

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ زَكَاةٌ إِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيْقِ ﴾

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نصب الراية مع الهداية (٣٦٣/٢) الأم للشافعی (٣٤/٢) شرح المهذب (٣١١/٥) الحاوی للماوردی (١٩١/٣) بدائع الصنائع (٣٤/٢) المبسوط (١٨٩/٢) تحفة الفقهاء (٤٥٢/١) كشاف القناع (١٦٧/٢) فتح العلام (ص / ٣٢٣) نيل الأوطار (١٥٣/٤)]

(۲) [فتاوی قاضی خان (١١٩/١)]

(۳) [حاشية ابن عابدين (٢٦/٢)]

(٤) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٩١/٦)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٣٠٩/٣)]

(٦) [جامع ترمذی (بعد الحدیث / ٦٢٨) كتاب الزكاة : باب ما جاء ليس في الخيل والرقيق صدقة]

''گھوڑے اور غلام میں زکاۃ نہیں مگر غلام میں زکوٰۃ الفطر لازم ہے۔'' (۱)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ ﴾

''غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔'' (۲)

(عبداللہ بسام) غلام پر زکوٰۃ الفطر واجب ہے خواہ وہ خدمت کے لیے ہو یا تجارت کے لیے۔(۳)

گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں

کیونکہ کتاب وسنت میں ان کی زکوٰۃ مقرر نہیں کی گئی لیکن یہ یاد رہے کہ اگر یہ جانور تجارت کے لیے ہوں تو پھر دیگر اموالِ تجارت کی طرح ان کی بھی قیمت لگا کر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(سید سابق) گھوڑے، خچر اور گدھے میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ یہ تجارت کے لیے ہوں۔(٤)

(مرغینانی حنفی) خچر اور گدھے میں کچھ نہیں ہے الا کہ وہ تجارت کے لیے ہوں۔(٥)

(ابن حزم) گدھے کے متعلق ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے اس میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہو۔(٦)

غیر سائمہ یعنی پالتو جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

غیر سائمہ سے مراد ایسے اونٹ، گائے، بھینسیں اور بکریاں ہیں کہ جن کی پرورش گھر میں چارہ ڈال کر کی جاتی ہے۔ان میں زکوٰۃ واجب نہیں خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو جائے۔ تاہم ان سے حاصل شدہ آمدنی اگر کچھ جمع ہو جائے تو سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔لیکن اگر یہ جانور بھی تجارت کے لیے ہوں تو ان میں سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔فرضیت زکوٰۃ کے لیے جن روایات میں جانوروں کے ''سائمہ (باہر چرنے والے)'' ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) فریضہ زکوٰۃ کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (١٤٠٩) كتاب الزكاة : باب صدقة الرقيق، أبو داود (١٥٩٤) دارقطني (١٢٧/٢) كتاب الزكاة : باب مال التجارة و سقوطها عن الخيل والرقيق]

(۲) [مسلم (٩٨٢) كتاب الزكاة : باب لا زكاة على مسلم فى عبده وفرسه]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٣١٢/٣)]

(٤) [فقه السنة (٣٣٩/١)]

(٥) [نصب الراية مع الهداية (٣٦٦/٢)]

(٦) [المحلى بالآثار (٣٥/٤)]

﴿ وَ فِی صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِی " سَائِمَتِهَا " إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ ﴾

''باہر چرنے والی بکریوں کی تعداد جب چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔'' (۱)

(2) بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فِی كُلِّ " سَائِمَةِ " إِبِلٍ فِی أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ ﴾

''ہر چالیس سائمہ (باہر چرنے والے) اونٹوں پر ایک دو سالہ اونٹی زکوٰۃ ہے۔'' (۲)

عاملہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ

﴿ لَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَیْءٌ ﴾

''عاملہ جانوروں پر کوئی چیز نہیں ہے۔'' (۳)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ لَيْسَ فِی الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ ﴾

''کام کرنے والے بیلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔'' (٤)

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِی الْإِبِلِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ ﴾

''کام کرنے والے اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں۔'' (٥)

---

(۱) [بخاری (۱٤٥٤) کتاب الزکاة : باب زکاة الغنم ' ابو داود (۱٥٦٧)]

(۲) [ابو داود (۱٥٧٥) نسائی (۲٤٤٩) احمد (۲/٥)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱٥٧۲) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة ' ابو داود (۱٥٧۲)]

(٤) [دارقطنی (۱۰۳/۲) بیهقی (۱۱٦/٤) ' (۱۲۹٤/۳)] شیخ عبداللہ بسام رقمطراز ہیں کہ اس حدیث کو امام ابن قطانؒ نے صحیح کہا ہے اور انہوں نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ اسے روایت کرنے والا ہر راوی ثقہ اور معروف ہے۔[توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۲۳/۳)] شیخ حازم علی قاضی بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح موقوف ہے۔[التعلیق علی سبل السلام (۸۰۷/۲)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ راجح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔[بلوغ المرام (٤۹۰)] ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بھی مروی ہے مگر ان تینوں کی اسناد ضعیف ہیں۔[تلخیص الحبیر (۳٥۲/۲)]

(٥) [السنن الکبری للبیهقی (۱۱٦/٤) کتاب الزکاة : باب ما یسقط الصدقة عن الماشیة ' امام بیہقیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔البتہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخیص الحبیر (۳٥۲/۲)]

عاملہ جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں مختلف کاموں مثلاً کھیتی باڑی' کنوئیں سے پانی نکالنا' بوجھ اٹھانا وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہو۔

(عبیداللہ مبارکپوریؒ) عوامل' عاملہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے ذریعے پانی حاصل کیا جاتا ہو' کھیتی باڑی کی جاتی ہو اور انہیں دیگر کاموں میں استعمال کیا جاتا ہو۔ (مذکورہ) حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں میں زکوۃ واجب نہیں۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ کام کرنے والے بیلوں پر کچھ نہیں ہے اور اس کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ خواہ وہ جانور باہر چرنے والے ہوں یا انہیں گھر میں چارہ ڈالا جاتا ہو (ان پر زکوۃ نہیں)۔(۲)

(خطابیؒ) حدیث کے یہ الفاظ'' کام کرنے والے جانوروں پر کچھ نہیں ہے۔'' وضاحت کرتے ہیں کہ جو حضرات اِن جانوروں میں بھی زکوۃ واجب قرار دیتے ہیں اُن کا قول فاسد ہے۔(۳)

آلاتِ تجارت میں زکوۃ نہیں

جیسا کہ گزشتہ حدیث میں موجود ہے کہ'' کام کرنے والے جانوروں پر زکوۃ نہیں۔'' ان سے چونکہ پیداوار حاصل کرنے کا کام لیا جاتا ہے یعنی یہ ذرائع اور آلات کے بطور استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان پر زکوۃ نہیں۔ اسی طرح وہ تمام اشیاء جو بطورِ آلات و ذرائع آمدن استعمال کی جاتی ہیں' زکوۃ سے مستثنیٰ ہوں گی مثلاً آلاتِ تجارت' کرائے کے مکان' کرائے کی دُکانیں' کرائے کی گاڑیاں وغیرہ' اسی طرح فیکٹریوں' کارخانوں اور ملوں کی زمین' عمارت اور مشینری وغیرہ۔

ایسی تمام اشیاء میں زکوۃ نہیں کیونکہ شریعت میں ان کی زکوۃ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔ نیز براءتِ اصلیہ کا قاعدہ بھی عدمِ وجوب کی تائید کرتا ہے لہٰذا ان اشیاء میں زکوۃ واجب نہیں۔ لیکن اگر ان کی تجارت کی جاتی ہو مثلاً کوئی پلاٹ یا گھر تعمیر کر کے فروخت کرنے کا کاروبار کرتا ہو یا گاڑیاں یا مشینری وغیرہ بیچتا ہو تو پھر ان میں بھی زکوۃ واجب ہو گی جیسا کہ اموالِ تجارت میں فرضیتِ زکوۃ ثابت ہے۔

(عبداللہ بسام) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

---

(۱) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١٤١/٦)]

(۲) [سبل السلام (٨٠٧/٢)]

(۳) [معالم السنن (٣٠/٢)]

(٤) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٣٢٣/٣)]

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اس قسم کی اشیاء میں اگرچہ زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ان سے حاصل شدہ منافع کو دیگر مالیت کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی کیونکہ وہ مال نقدی کی صورت میں موجود ہے اور نقدی میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب کو پہنچ چکی ہو اور اس پر سال کا عرصہ گزر گیا ہو۔(۱)

(شیخ ابن بازؒ) جب دوکانیں اور ٹیکسیاں کمائی کا ذریعہ ہوں اور ان کے کرائے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ مگر جب یہ چیزیں یا ان میں سے کچھ تجارت کے لیے ہوں تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ زکوٰۃ تجارتی قیمت پر ہوگی جبکہ اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔

ایک دوسرے فتوے میں فرماتے ہیں کہ

جب مکان یا دکان کے کرایہ یا ان کے علاوہ دوسری نقود پر سال بھر کا عرصہ گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ وہ حدِ نصاب کو پہنچتا ہو اور کرایہ پر دینے والا شخص سال گزرنے سے پہلے جو کچھ اپنی ضروریات میں خرچ کر ڈالے اس میں زکوٰۃ نہیں ہوگی۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ایسے آلاتِ تجارت جنہیں نفع حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ان میں زکوٰۃ نہیں۔(۳)

حرام مال میں زکوٰۃ نہیں

اس مسئلے کا تفصیلی بیان سابقہ باب ''جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے'' کے تحت گزر چکا ہے۔

---

(۱) [الفقه على المذاهب الأربعة (۵۹۵/۱)]

(۲) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۱۲/۱۔۱۱۳)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۲۱۲/۱۸)]

باب زكاة الذهب والفضة — سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

سونے اور چاندی میں فرضیت زکوٰۃ کے دلائل

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٥ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴾ [التوبة : ٣٤-٣٥]

''جولوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے کہ جس دن اس خزانے کو آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں' اور پہلو' اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ صَاحِبِ " ذَهَبٍ وَ لَا فِضَّةٍ " لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَ جَبِينُهُ وَظَهْرُهُ ﴾

''جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے' دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں' اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔'' (۱)

(سید سابق رحمہ اللہ) سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے (خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو)۔ (۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ہر زمانے میں مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے کہ نقدین (یعنی سونے اور چاندی) میں

---

(۱) [مسلم (۹۸۷) كتاب الزكاة : باب إثم مانع الزكاة ' أبو داود (۱٦٥٨) كتاب الزكاة : باب في حقوق المال ' أحمد (۱٦۲/۲) عبدالرزاق (٦٨٥٨) ابن خزيمة (۲۲٥۲) ابن حبان (۳۲٥۳) بيهقي (۱۸/٤) شرح السنة (۳۱۱/۳)]

(۲) [فقه السنة (۳۱۸/۱)]

زکوٰۃ واجب ہے۔(۱)

(شیخ وہبہ زحیلی) فقہاء کا اتفاق ہے کہ نقود (سونا' چاندی اور کاغذی کرنسی) میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) نقدین یعنی سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۳)

سونے اور چاندی کا نصاب اور شرح زکوٰۃ

- سونے کا نصاب بیس (20) دینار ہے' اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔
- اس میں اڑھائی فیصد (2.50%) کے حساب سے چالیسواں حصہ یعنی نصف دینار زکوٰۃ ہے۔
- چاندی کا نصاب دو سو (200) درہم ہے' اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔
- اس میں اڑھائی فیصد کے حساب سے پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔
- سونا اگر بیس دینار سے یا چاندی دو سو درہم سے زائد ہو تو مکمل مالیت سے اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْئٌ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ ﴾

''جب تیرے پاس دو سو (200) درہم ہوں اور ان پر پورا سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور جب تیرے پاس بیس (20) دینار نہ ہوں یا ان پر پورا سال نہ گزرا ہو تو تجھ پر کوئی چیز نہیں۔ جب بیس دینار ہو جائیں تو نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جو اس سے زیادہ (سونا یا چاندی) ہوگا تو اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی (یعنی ان میں سے بھی چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا خواہ ایک درہم یا ایک دینار ہی زیادہ ہوا ہو)۔''(۴)

(2) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ (مِّنَ الْوَرِقِ) صَدَقَةٌ ﴾

---

(۱) [فقه الزكاة (۲٤۲/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي و أدلته (۷۵۹/۲)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۵/۳)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۳۹۱) كتاب الزكاة : باب زكاة السائمة ' أبو داود (۱۵۷۳)]

''پانچ اوقیہ (یعنی دوسو درہم) سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں۔'' (۱)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَ الرَّقِيقِ ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ : مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا ، وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَ مِائَةٍ شَيْءٌ ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ﴾

''بے شک میں نے گھوڑے اور غلام سے زکوۃ معاف کر دی ہے پس تم چاندی کی زکوۃ ہر چالیس (40) درہموں میں ایک درہم ادا کرو اور ایک سو نانوے (199) درہموں میں زکوۃ نہیں ہے جب دوسو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوۃ ہے۔'' (۲)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ تحریر فرمایا' اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور بہت رحم والا ہے' یہ وہ فریضہ زکوۃ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے...... اس حدیث میں ہے کہ

﴿ وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ ﴾

''چاندی میں چالیسواں حصہ (زکوۃ) ہے۔'' (۳)

(شوکانیؒ) سونے چاندی میں زکوۃ کی فرضیت اور ان کا مذکورہ نصاب بلا اختلاف ثابت ہے۔ (٤)

(ابن حجرؒ) چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے۔ اس میں سوائے ابن حبیب اندلسی کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (۱٤٤٧) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ الورق ' مسلم (۹۷۹) کتاب الزکاۃ : باب ' أبو داود (۱٥٥٨) کتاب الزکاۃ : باب ما تجب فیه الزکاۃ ' ترمذی (٦٢٢) نسائی (١٧/٥) ابن ماجة (١٧٩٣) موطا (٢٤٤/١) مسند شافعی (٦٣٦) ابن أبی شیبة (١١٧/٣) أحمد (٦/٣) نسائی (١٧/٥) عبدالرزاق (٧٢٥٢) ابن الجارود (٣٤٠) دارقطنی (٩٣/٢) بیهقی (٨٤/٤) حمیدی (٧٣٥) شرح معانی الآثار (٣٥/٢) أبو یعلی (٩٧٩)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (١٣٩٢) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ السائمة ' أبو داود (١٥٧٤) ترمذی (٦٢٠) نسائی (٣٧/٥) أحمد (٩٨/١) دارمی (٣٨٣/١) دارقطنی فی العلل (١٦١/٣)]

(۳) [بخاری (١٤٥٤) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ الغنم ' أبو داود (١٥٦٧) کتاب الزکاۃ : باب فی زکاۃ السائمة ' نسائی (١٨/٥) ابن ماجة (١٨٠٠) کتاب الزکاۃ : باب إذا أخذ المصدق منا دون سن أو فوق سن ' أحمد (١١٣١) ابن الجارود (٣٤٢) دارقطنی (١١٣/٢) حاکم (٣٩٠/١) بیهقی (٨٥/٤)]

(٤) [نیل الأوطار (٩٣/٣-٩٤)]

(٥) [فتح الباری (٦٦/٤-٦٧)]

(ابن تیمیہؒ) سونے کے نصاب کے متعلق امام مالکؒ نے ''موطا'' میں بیان فرمایا ہے کہ ''وہ سنت جس میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں یہ ہے کہ بیس (20) دینار میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جیسا کہ دوسو (200) درہم میں واجب ہوتی ہے۔(۱)

- موجودہ وزن کے مطابق بیس دینار ساڑھے سات (7.50) تولے یعنی ستاسی (87) گرام اور دوسو درہم ساڑے باون (52.50) تولے یعنی چھ سو بارہ (612) گرام کے برابر ہے۔

سونے اور چاندی کو ملا کر کوئی ایک نصاب مکمل کر لینا

(جمہور) نصاب کی تکمیل کے لیے نقدین (یعنی سونے اور چاندی) میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔

(شافعیؒ) اُونٹ اور گائے (کے نصاب) کی طرح ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔(۲)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف زیادہ درست ہے۔

(ابن حزمؒ) سونے اور چاندی کو زکوٰۃ میں (اس طرح) جمع کرنا (کہ دونوں کو ملا کر کوئی ایک نصاب مکمل کر لیا جائے) جائز نہیں۔(۳)

(سید سابقؒ) جو شخص نصاب سے کم سونے کا مالک ہو اور اسی طرح (نصاب سے کم) چاندی کا بھی' تو وہ اُن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملائے گا اس غرض سے کہ ان سے نصاب مکمل کر لے کیونکہ یہ دونوں (الگ الگ) اجناس ہیں لہٰذا ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا جیسا کہ گائے اور بکری کی حالت ہے (کہ ان دونوں کو نصاب مکمل کرنے کے لیے اکٹھا نہیں کیا جاتا)۔ پس اگر کسی کے پاس 199 درہم اور 19 دینار ہوں گے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔(٤)

موجودہ کاغذی کرنسی کی زکوٰۃ

عہد رسالت میں سونا چاندی ہی کرنسی کے بطور استعمال ہوتا تھا اور عصر حاضر میں چونکہ سونا چاندی بطورِ کرنسی استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے عوض کاغذی روپے استعمال ہوتے ہیں لہٰذا روپے کی تمام مالیت کو سونے یا چاندی میں سے جس کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینے سے غرباء و مساکین اور دیگر جہات میں زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ملا

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیه (۱۲/۲۵)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷٦۰/۲) المغنی لابن قدامة (۲۱۰/٤_۲۱۱)]

(۳) [المحلی بالآثار (۱۸٤/٤)]

(٤) [فقه السنة (۳۱۹/۱)]

کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیے۔(واللہ اعلم)

اہل علم نے نقدی (یعنی رائج کرنسی) میں وجوبِ زکوٰۃ کے لیے کچھ شرائط بھی بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

1- نقدی شرعی نصاب کو پہنچ چکی ہو۔

2- اس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

3- وہ قرض سے فارغ ہو۔

4- حنفیہ نے اس شرط کا اضافہ کیا ہے کہ وہ حاجاتِ اصلیہ مثلاً خرچ' لباس' رہائشی گھر اور آلاتِ حرب وغیرہ سے زائد ہو۔(۱)

سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ

اگرچہ اہل علم نے اس مسئلے میں بھی بہت زیادہ اختلاف کیا ہے لیکن راجح مسلک یہی ہے کہ زیورات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) وہ تمام آیات واحادیث جن میں مطلقاً سونے اور چاندی سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے عموم میں زیورات بھی شامل ہیں۔جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ...... ﴾ [التوبة : ٣٤]

''جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کے رکھتے ہیں......۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكَاتَهُ ...... ﴾

''جو بھی سونے یا چاندی کا مالک اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا......۔''(۲)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَ فِيْ يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فقه الزكاة للدكتور يوسف قرضاوى (٢٧٧/١-٢٨١) الفقه الإسلامى وأدلته (٧٧٣/٢) الدر المختار و رد المحتار (٥/٢-٨)]

(۲) [مسلم (٩٧٨) كتاب الزكاة : باب إثم مانع الزكاة' أبو داود (١٦٥٨) كتاب الزكاة : باب فى حقوق المال' أحمد (١٦٢/٢) عبدالرزاق (٦٨٥٨) ابن خزيمة (٢٢٥٢) ابن حبان (٣٢٥٣) بيهقى (١٨/٤) شرح السنة (٣١١/٣)]

فَقَالَ لَهَا : " أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا " قَالَتْ : لَا ' قَالَ : أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ ' قَالَ : فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ : هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ ﴾

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔اس کے ہمراہ اس کی بیٹی بھی تھی۔اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا' کیا تو اس کی زکوۃ دیتی ہے؟اس نے عرض کیا' نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کے بدلے تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ یہ سن کر اس خاتون نے دونوں کنگن اُتار دیئے اور نبی کریم ﷺ کی طرف پھینک دیئے اور کہا یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔''(۱)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَكَنْزٌ هُوَ ؟ فَقَالَ : مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ ﴾

''میں سونے کا زیور پہنا کرتی تھی۔میں نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جو زیور زکوۃ کی ادائیگی تک پہنچ چکا ہو اور اس کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔''(۲)

(4) عبداللہ بن شداد بن ہاد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا:

﴿ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ فَقَالَ مَا هَذَا ؟ يَا عَائِشَةُ ! فَقُلْتُ : صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : " أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ " قُلْتُ : لَا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ ' قَالَ : هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے دیکھے۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے اے عائشہ! میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میں نے انہیں آپ کے لیے مزین ہونے کے لیے پہنا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تم اس کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا' نہیں یا جو

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (١٣٨٢) كتاب الزكاة : باب الكنز ما هو؟ وزكاة الحلي' أبو داود (١٥٦٣) ترمذی (٦٣٧) نسائی (٣٨/٥) بیهقی (١٤٠/٤) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٥٠/٤) شیخ حازم علی قاضی نے بھی اسے حسن کہا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔[التعليق على سبل السلام (٨١٨/٢)]

(۲) [حسن : صحيح أبو داود (١٣٨٣) كتاب الزكاة : باب الكنز ما هو؟ و زكاة الحلي' أبو داود (١٥٦٤) دارقطنی (١٠٥/٢) حاكم (٣٩٠/١) بیهقی (١٤٠/٤)]

اللہ نے چاہا کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تو پھر جہنم کی آگ میں سے تمہارے لیے یہی کافی ہیں۔" (۱)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ سونا اور چاندی' دونوں کے زیورات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

(ابن حزمؒ) سونے' چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ فرض ہے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہی بات برحق ہے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔(٤)

(احناف) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ابن منذرؒ) ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔(٦)

(ابن بازؒ) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۷)

(ابن عثیمینؒ) ایسا زیور جسے پہننے کے لیے تیار کیا گیا ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۸)

(ابن جبرین) جس قول کو میں نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر سال مستعمل زیورات کی زکوٰۃ واجب ہے۔(۹)

(شیخ علی بن آدم الولوی) راجح مذہب یہ ہے کہ جو زیور خواتین زینت کے لیے پہنتی ہیں ان میں زکوٰۃ فرض ہے۔(۱۰)

(ڈاکٹر عائض القرنی) زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۱۱)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۱۲)

امام صنعانیؒ رقمطراز ہیں کہ اس مسئلے میں فقہاء کے چار اختلافی اقوال ہیں:

① زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۸٤) کتاب الزکاۃ : باب الکنز ما ھو؟ و زکاۃ الحلی' أبو داود (۱٥٦٥)]

(۲) [المحلی بالآثر (۱۸٤/٤)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۳۲۷/۳)]

(٤) [سبل السلام (۸۲۰/۲)]

(٥) [تبیین الحقائق للزیلعی (۲۷٦/۱-۲۷۷)]

(٦) [کما فی عمدة القاری شرح بخاری (۲۸٦/۷)]

(۷) [فتاوی إسلامیة (٥۳/۲)]

(۸) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۱۲۳/۱۸)]

(۹) [فتاوی إسلامیة (۸۳/۲)]

(۱۰) [شرح نسائی المسمیٰ ذخیرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ (۱۷۸/۲۲)]

(۱۱) [فقه الدلیل للدکتور عائض القرنی (ص / ۲۰۲)]

(۱۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲٦٥/۹)]

② زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے (امام مالکؒ، امام احمدؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے)۔

③ زیورات کی زکوٰۃ انہیں عاریتاً دینا ہی ہے اس کے علاوہ الگ زکوٰۃ نہیں ہے۔

④ زیورات میں صرف ایک مرتبہ ہی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔(۱)

جو لوگ زیورات میں فرضیتِ زکوٰۃ کے منکر ہیں ان کے دلائل میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کے زیورات سے زکوٰۃ نہیں نکالتی تھیں۔(۲)

(شوکانیؒ) سونے' چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں۔(۳)

☐ واضح رہے کہ سونے چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ وہ تجارت کے لیے ہوں۔ اس مسئلے کا مزید بیان گزشتہ باب ''جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں'' کے تحت گزر چکا ہے۔

مردوں کے حرام زیور کی زکوٰۃ

زیور مرد کی ضروریات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کی فطرت کا یہ مقتضی ہے' اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس پر سونے کا زیور پہننا حرام کیا ہے اور اس کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی ہی جائز قرار دی ہے کہ جس کے برابر زیور نصاب کو نہیں پہنچ سکتا۔

جب کوئی مرد سونے کا زیور مثلاً انگوٹھی یا ہار یا زنجیر یا اس کی مثل کوئی چیز پہن لے اور بذاتِ خود اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے یا اُس دوسرے مال کے ساتھ ملا کر پہنچے جو اس کے پاس موجود ہے تو یقیناً اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

تاہم کسی جائز ضرورت کے تحت مرد حضرات بھی سونا استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن طرفہ نے بیان کیا کہ یوم الکلاب کو ان کے دادا عرفجہ بن اُسعد کی ناک کاٹ دی گئی تو انہوں نے

---

(۱) [سبل السلام (۸۱۹/۲ـ۸۲۰) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المبسوط (۱۹۲/۲) الهداية (۱۰٤/۱) اللباب (۳۸٤/۱) الروض النضير (٦۰٤/۲) قوانين الأحكام الشرعية (ص/۱۱۸) المجموع (۳۲/٦) المغني (٦۰۳/۲) المعرفة للبيهقي (۱٤۰/٦) بيهقي في السنن والآثار (۱٤۰/٦)]

(۲) [موطا (۲۵۰/۱) كتاب الزكاة : باب ما لا زكاة فيه من الحلي والتبر والعنبر]

(۳) [السيل الجرار (۱۹/۲ـ۲۱)]

(٤) [فقه الزكاة (۲۸۳/۱)]

چاندی کی ناک لگوالی جس میں بدبو پیدا ہوگئی تو:

﴿ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ ﴾

''انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے سونے کی ناک لگوالی۔''(۱)

(خطابیؒ) اس حدیث میں مردوں کے لیے بوقتِ ضرورت تھوڑے بہت سونے کے استعمال کا جواز موجود ہے مثلاً داڑھوں کی بھروائی وغیرہ۔(۲)

مزید برآں بعض صحیح روایات اور آثارِ صحابہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تلوار کا دستہ یا خول وغیرہ بھی سونے کا بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان ضرورت کی اشیاء میں سونا استعمال کرنے سے زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۳)

(مالکیہ) مرد کے لیے جو زیور جائز ہے مثلاً ایسی تلوار کا قبضہ جسے جہاد کے لیے تیار کیا گیا ہے، چاندی کی انگوٹھی، (سونے کی) ناک اور دانت وغیرہ اس میں کوئی زکوۃ نہیں۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

سونے کے قلم کی زکوۃ

(ابن بازؒ) صحیح تر بات یہ ہے کہ ان (سونے کے) قلموں کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں پر حرام کیے گئے ہیں۔''...... رہا ان کی زکوۃ کا مسئلہ تو جب یہ قلمیں بذاتہ حدِ نصاب کو پہنچ جائیں یا مالک کے پاس اگر اور سونا ہے تو اس کے ساتھ مل کر حدِ نصاب پورا کر دیں تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی بشرطیکہ ان پر سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔(٦)

سونے چاندی کے برتنوں کی زکوۃ

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے حتی کہ ایک

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۳٥٦١) کتاب الخاتم : باب ما جاء فی ربط الأسنان بالذهب، ابو داود (٤٢٣٢) ترمذی (۱۷۷۰) کتاب اللباس : باب ما جاء فی شد الأسنان بالذهب]

(۲) [کما فی عون المعبود (۱۱/۱۹۸)]

(۳) [مزید دیکھیے: المغنی لابن قدامة (٤/٢٢٥) فقه الزكاة (۱/۲۸۳)]

(٤) [الشرح الكبير (۱/٤٦٠) القوانين الفقهية (ص/۱۰۱) بداية المجتهد (۱/۲٤۲)]

(٥) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (۲٥/۳۹)]

(٦) [فتاوی ابن باز مترجم (۱/۱۰۹)]

حدیث میں یہ وعید بھی موجود ہے کہ ''جو شخص چاندی کے برتنوں میں (کھاتا) پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔''(۱)

لیکن چونکہ ان برتنوں میں استعمال ہونے والا سونا' چاندی زائد از ضرورت ہے اور انسان کی کامل ملکیت میں بھی ہے اس لیے اس کے نصاب کو پہنچ جانے کے بعد سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(ابن قدامہؒ) جن اشیاء کا استعمال حرام ہے انہیں استعمال کی ہیئت پر لینا بھی حرام ہے اور اس حرمت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ حرمت کا معنی ان دونوں کو شامل ہے اور وہ ہے فضول خرچی اور تکبر کی طرف رغبت اور فقراء و مساکین کی دل شکنی لہٰذا یہ دونوں حرمت میں مساوی ہیں۔ نیز عورتوں کو صرف اس قدر زیور سے آراستہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے جس کی انہیں اپنے شوہروں کے لیے مزین ہونے میں ضرورت ہے اور یہ چیز برتنوں میں موجود نہیں لہٰذا وہ اپنی حرمت پر باقی رہیں گے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو بلا شبہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور اہل علم کے مابین اس مسئلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ البتہ ان برتنوں میں اُس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہو گی جب تک ان کا وزن نصاب تک نہ پہنچ جائے یا جب تک انسان کے پاس اس قدر مال موجود نہ ہو کہ جس کے ساتھ ان برتنوں کو ملا کر وزن نصاب تک پہنچے۔(۲)

(شافعیہ) سونے چاندی کے برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) سونے چاندی کے برتن رکھنا حرام تو ہے مگر ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔(٤)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ''البانیؒ'' سے دریافت کیا کہ کیا سونے کے برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ واجب ہے اگرچہ (انہیں رکھنا) حرام ہی ہے۔(٥)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

---

(۱) [بخاری (٥٦٣٤) کتاب الأشربة : باب آنية الفضة' مسلم (٢٠٦٥) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة' ابن ماجة (٣٤١٣) كتاب الأشربة : باب الشرب في آنية الفضة' مؤطا (٩٢٤/٢) دارمی (١٢١/٢) احمد (٣٠١/٦)]

(۲) [المغني لابن قدامه (٢٢٨/٤)]

(۳) [مغني المحتاج (٣٩٠/١) المجموع (٢٩/٦) المهذب (١٥٨/١)]

(٤) [فقه السنة (٣٢١/١)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٤٣/٣)]

(٦) [فقه الزكاة (٢٨٢/١)]

باب زكاة الحيوان — جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

جانوروں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ـ أَوْ وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ ـ **مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَأَسْمَنَهُ ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَ تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا ، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ أُوْلَاهَا ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ** ﴾

''میں نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا (آپ ﷺ نے یوں قسم اٹھائی) اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے قسم اٹھائی ہو (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) ''کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ' گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازی کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا (اور اسے سینگ مارے گا اور کھروں کے ساتھ روندے گا) اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔'' (۱)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کا اجماع ہے کہ باہر چرنے والے اُونٹوں' گائیوں اور بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب تک پہنچتے ہوں۔ (۲)

مویشیوں میں فرضیتِ زکوٰۃ کی شرائط

1- ان کی تعداد شرعی نصاب تک پہنچ جائے۔

---

(۱) [بخاری (۱٤٦۰) كتاب الزكاة : باب زكاة البقر' مسلم (۹۹۰) كتاب الزكاة : باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة' ترمذی (٦۱۷) كتاب الزكاة : باب ما جاء عن رسول الله في منع الزكاة من التشديد' ابن ماجة (۱۷۸۵) كتاب الزكاة : باب ما جاء في منع الزكاة' احمد (۲۱٤۵۸) نسائي في السنن الكبرى (۲۲۳٦/۲) دارمی (۱٦۱۹) ابن حبان (۳۲۵٦) ابن خزيمة (۲۲۵۱) بيهقی (۹۷/٤)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰۲/۹)]

2- اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔

3- یہ جانور سائمہ ہوں' معلوفہ نہ ہوں یعنی ان کی پرورش کا اکثر و بیشتر انحصار پہاڑوں' جنگلوں یا دیگر سبزہ دار جگہوں میں چرنے پر ہو نہ کہ گھریلو چارے پر۔

4- غیر عاملہ ہوں یعنی ان سے رہٹ یا ہل چلانے یا کسی اور قسم کا کام نہ لیا جاتا ہو کیونکہ اس صورت میں ان جانوروں کی حیثیت آلاتِ تجارت اور مشینری جیسی ہوگی جن پر زکوٰۃ فرض نہیں (بلکہ ان کے ذریعے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ وہ از خود نصاب کو پہنچتا ہو یا دیگر اموال کے ساتھ ملا کر)۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) چرنے کی شرط بکریوں کے متعلق صحیح بخاری میں ثابت ہے' اونٹوں کے متعلق سنن ابی داود اور نسائی وغیرہ میں حدیثِ بھز میں ثابت ہے اور دمیری نے کہا کہ گائیوں کو بھی ان دونوں کے ساتھ ملایا جائے گا۔(۲)

جن مویشیوں میں زکوٰۃ واجب ہے

مویشیوں میں صرف اونٹ' گائے (بھینس اس میں شامل ہے) اور بکریوں (بھیڑیں اور دنبے اس میں شامل ہیں) پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

(سید سابقؒ) صحیح' صریح احادیث سے اُونٹ' گائے اور بکریوں میں وجوبِ زکوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل پر اُمت نے اجماع کیا ہے۔(٥)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

زکوٰۃ صرف ان مویشیوں میں اس لیے فرض ہے کیونکہ کتاب و سنت میں صرف انہی جانوروں پر

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقه الزكاة للدكتور يوسف قرضاوى (۱۶۹/۱-۱۷۳) الدر المختار مع رد المحتار (۲۰/۲-۲۱) الروض النضير (۳۹۹/۲) الأموال ۳۸۰-۳۸۲) شرح الرسالة لابن ناجى (۳۳۵/۱)]

(۲) [سبل السلام (۸۰۷/۲)]

(۳) [الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب زكاة الحيوان]

(٤) [فقه الزكاة (۱۶۷/۱)]

(٥) [فقه السنة (۳۳۶/۱)]

(٦) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۷۲/۳)]

فرضیت زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں اختلاف تو ہے لیکن اس میں راجح بات یہی ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

- پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
- جب اونٹوں کی تعداد پانچ (5) ہو جائے تو ان پر ایک بکری' اور پھر ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے۔
- جب اونٹوں کی تعداد پچیس (25) ہو جائے تو ان میں ایک سال کی اونٹنی یا دو سال کا اونٹ ہے۔
- چھتیس (36) اونٹوں میں دو سال کی اونٹنی ہے۔
- چھیالیس (46) اونٹوں میں تین سال کی اونٹنی ہے۔
- اکسٹھ (61) اونٹوں میں چار سال کی اونٹنی ہے۔
- چھہتر (76) اونٹوں میں دو دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔
- اکانوے (91) سے ایک سو بیس (120) تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔
- اگر تعداد ایک سو بیس (120) سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس (40) پر دو سال کی اونٹنی اور ہر پچاس (50) پر تین سال کی اونٹنی لازم آئے گی۔

کتبِ احادیث میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے لیے جن مختلف عمر کے جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بنت مخاض: ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی عمر کا پہلا سال مکمل ہو کر دوسرا شروع ہو چکا ہو اور اس کی ماں حاملہ ہونے کے قابل ہو جائے اگرچہ ہنوز حاملہ نہ ہوئی ہو۔

ابن لبون: وہ اونٹ جو دو سال کی عمر مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

بنت لبون: ایسی اونٹنی جو دو سال کی عمر پوری کر کے تیسرے سال میں قدم رکھ چکی ہو۔

حقہ: ایسی اونٹنی جو تین سال کی عمر پوری کر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

جذعہ: وہ اونٹنی جو اپنی عمر کے چار سال مکمل کر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو۔(۱)

مذکورہ بالا سطور میں اونٹوں کی زکوٰۃ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

---

(۱) [نیل الأوطار (۸۱/۳) سبل السلام (۷۹۱/۲) التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة للألبانی (۴۹۲/۱)]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین (کا حکمران بنا کر) بھیجا تو انہیں یہ خط لکھ کر دیا کہ

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، هٰذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُولَهُ ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا ، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ : فِي أَرْبَعٍ وَّ عِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ ، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَ عِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَ ثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَ أَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَ أَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَ سِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَ سَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ ، فَإِذَا بَلَغَتْ ۔ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِينَ ۔ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ﴾

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ زکوۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمایا تھا اور جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیا تھا۔ اس لیے جو شخص مسلمانوں سے اس تحریر کے مطابق زکوۃ مانگے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے ادا کر دیں اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز نہ دے۔ اونٹوں کی چوبیس (24) یا اس سے کم تعداد پر بکریاں (بطور زکوۃ دی جاتی) ہیں ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے۔ جب تعداد پچیس (25) سے بڑھ کر پینتیس (35) ہو جائے تو اس تعداد پر ایک سالہ اونٹنی ہے۔ اگر میسر نہ ہو تو پھر دو سالہ نر بچہ ہے۔ اور جب چھتیس (36) سے تعداد بڑھ کر پینتالیس (45) تک پہنچ جائے تو ان میں دو سالہ اونٹنی ہے۔ اور جب چھیالیس (46) سے بڑھ کر ساٹھ (60) تک تعداد پہنچ جائے تو ان میں تین سالہ جوان اونٹ کی جفتی کے قابل اونٹنی ہے۔ اور جب اکسٹھ (61) سے بڑھ کر پچھتر (75) تک پہنچ جائے تو ان میں چار سالہ اونٹ ہے۔ اور جب چھہتر (76) سے تعداد بڑھ کر نوے (90) ہو جائے تو ان میں دو دو سالہ دو اونٹنیاں ہیں۔ اور پھر اکانوے (91) سے بڑھ کر تعداد ایک سو بیس (120) تک پہنچ جائے تو ان میں تین تین سالہ دو جوان اونٹنیاں ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں۔ اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جائے تو پھر ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سالہ اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سالہ اونٹنی اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو

اس تعداد پر کوئی زکوۃ نہیں الا کہ ان کا مالک ادا کرنا چاہے۔" (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ كَتَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ فَعَمِلَ بِهِ أَبُوبَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ ثُمَّ عَمِلَ بِهِ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ (کے نصاب وغیرہ کی تفصیل) لکھی تھی لیکن اسے عاملین کی طرف بھیجنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ کے بعد پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے نکالا اور وفات تک اسی پر عمل پیرا رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات تک اسی پر عمل کیا۔" (۲)

(ابن حزمؒ) یہ تحریر انتہائی زیادہ صحت کی حامل ہے (کیونکہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علماء کی موجودگی میں اس پر عمل کیا اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ (۳)

(نوویؒ) اس نصاب پر اجماع ہو چکا ہے۔ (٤)

(ابوعبیدؒ) انہوں نے اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے۔ (٥)

گائے (اور بھینس) کی زکوۃ

- تیس (30) گائیوں پر ایک سالہ مادہ گائے یا نر بچھڑا زکوۃ ہے۔
- چالیس (40) پر دو سال کا بیل یا گائے واجب ہے۔
- اس کے بعد ہر تیس گائیوں پر ایک بچھڑا (ایک سالہ یعنی تبیع یا تبیعہ) اور ہر چالیس گائیوں پر ایک (دو سالہ یعنی مسنہ) بیل یا گائے واجب ہوگی۔

---

(۱) [بخاری (١٤٥٤، ١٤٥٣) كتاب الزكاة : باب زكاة الغنم، أبو داود (١٥٦٧) كتاب الزكاة : باب في زكاة السائمة، نسائی (١٨/٥) ابن ماجة (١٨٠٠) كتاب الزكاة : باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق سن، أحمد (١١٣١) ابن الجارود (٣٤٢) دارقطنی (١١٣/٢) حاكم (٣٩٠/١) بيهقی (٨٥/٤) ابن حبان (٣٢٦٦) ابن خزيمة (٢٢٦١) أبو يعلى (١٢٧)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (١٣٨٦) كتاب الزكاة : باب زكاة السائمة، أبو داود (١٥٦٨) ترمذی (٦٢١) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی زكاة الإبل والغنم، حاكم (٣٩٢/١) بيهقی (٨٨/٤)]

(۳) [المحلى (٢٠/٦)]

(٤) [المجموع (٤٠٠/٥)]

(٥) [الأموال (ص/٣٦٣)]

(1) گائیوں میں وجوب زکوۃ کے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ

﴿ وَلَا صَاحِبَ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ ﴾

''گائے اور بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل وسیع میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا۔''(۱)

(نوویؒ) گائے کی زکوۃ کے متعلق مروی احادیث میں سے یہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) گائے میں وجوبِ زکوۃ کے متعلق ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) گائے میں وجوبِ زکوۃ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس مسئلے میں کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔(٤)

(2) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں یمن کی طرف (عامل مقرر کر کے) بھیجا:

﴿ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً ﴾

''اور ان کو حکم دیا کہ وہ تیس گائیوں میں ایک سال کا بچھڑا نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس کی تعداد پر ایک (مسنہ) دو سالہ بچھڑا لیا جائے۔''(٥)

تبیع: گائے کا ایسا نر بچہ جو ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو اور اسے تبیع اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنی ماں کے پیچھے چلنے لگتا ہے۔

تبیعہ: تبیع کے مادہ کو تبیعہ کہتے ہیں۔

مسنہ: ایسا جانور جس کے دو دانت نکل آئے ہوں (یعنی دو سال مکمل کر کے تیسرے میں داخل ہو چکا ہو)۔(٦)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہ حدیث گائیوں میں وجوبِ زکوۃ کی دلیل ہے اور اس کا نصاب وہی ہے جو (اس

---

(۱) [مسلم (۹۸۷) كتاب الزكاة : باب إثم مانع الزكاة ' أبو داود (۱٦٥۸) أحمد (۲/۱٦۲) عبدالرزاق (٦۸٥۸) ابن خزيمة (۲۲٥۲) ابن حبان (۳۲٥۳) بيهقى (١٩/٤) شرح السنة (۳/۱۱۳)]

(۲) [شرح مسلم (٤/٧٦)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤/۳۱)]

(٤) [فقه الزكاة (۱/۱۹۳)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (۷۹٥) أحمد (٥/۲۳۰) أبو داود (۱٥۷۸) كتاب الزكاة : باب فى زكاة السائمة ' ترمذى (٦۲۳) نسائى (٥/۲٥) ابن ماجة (۱۸۰۳) ابن حبان (۷۹٤ـ الموارد) حاكم (۱/۳۹۸)]

(٦) [تحفة الأحوذى (۳/۲۹۷) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱/٤۹٤)]

میں) ذکر کر دیا گیا ہے۔(۱)

(ابن عبدالبرؒ) علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گائے کی زکوۃ میں سنت وہی ہے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔(۲)

بھینس حکم میں گائے کی مانند ہی ہے

(ابن تیمیہؒ) بھینس (حکم میں) گائے کی طرح ہی ہے اور اس کے متعلق امام ابن منذرؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) بھینس بھی گائے کی مانند ہی ہے اور ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(٤)

(ابن منذرؒ) بھینس بھی بالا جماع گائے کی ہی ایک قسم ہے لہٰذا ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جائے گا۔(٥)

(مرغینانی حنفیؒ) بھینسیں اور گائیاں برابر ہیں کیونکہ اسم بقر انہیں بھی شامل ہے کیونکہ وہ بقر کی ہی ایک قسم ہیں۔(٦)

بکریوں کی زکوۃ

- ❑ چالیس (40) سے کم بکریوں میں زکوۃ نہیں۔
- ❑ چالیس (40) سے ایک سو بیس (120) بکریوں تک ایک بکری۔
- ❑ ایک سو اکیس (121) سے دو سو (200) تک دو بکریاں۔
- ❑ دو سو ایک (201) سے تین سو (300) تک تین بکریاں۔
- ❑ پھر ہر سو (100) پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ وَفِیْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِیْ سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ شَاةٌ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى

---

(۱) [تحفة الأحوذی (۲۹۷/۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۸۷/۳) تلخيص الحبير (۳۰۰/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن تيمية (۲۵/۲۵)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۳٤/٤)]

(٥) [كما فی فقه الزكاة (۱۹۲/۱)]

(٦) [نصب الراية مع الهداية (۳۵۸/۲)]

عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا ﴾

''بکریوں کی زکوٰۃ کہ جو باہر چرنے جاتی ہوں چالیس سے لے کر ایک سو بیس (120) کی تعداد پر صرف ایک بکری وصول کی جائے گی۔ جب یہ تعداد ایک سو بیس سے بڑھ کر دو سو (200) تک پہنچ جائے گی تو دو بکریاں زکوٰۃ میں وصول کی جائیں گی۔ پھر جب دو سو سے بڑھ کر تین سو (300) تک پہنچ جائے گی تو تین بکریاں وصول کی جائیں گی۔ جب تعداد تین سو سے بڑھ جائے گی تو ہر سو پر ایک بکری بطور زکوٰۃ وصول ہو گی۔ اگر کسی کی باہر جنگل میں چرنے والی بکریاں تعداد میں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو مالک پر کوئی زکوٰۃ نہیں الا کہ مالک (خوشی سے) دینا چاہے۔'' (۱)

بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے مذکورہ نصاب کی تعیین پر اجماع ہے۔ (۲)

گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کی زکوٰۃ

ان تمام جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ کتاب وسنت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب ''جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں'' کا مطالعہ کیجیے۔

جس پر ایک عمر کا جانور فرض ہو لیکن وہ اس کے پاس نہ ہو

مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر ایک سالہ اونٹنی بطور زکوٰۃ دینا واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ اس مسئلے کو رسول اللہ ﷺ نے یوں حل فرمایا ہے۔

﴿ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَ

---

(۱) [بخاری (۱٤٥٤) كتاب الزكاة : باب زكاة الغنم ، أبو داود (١٥٦٧) كتاب الزكاة : باب في زكاة السائمة ، ابن ماجة (۱۸۰۰) كتاب الزكاة : باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق سن ، ابن خزيمة (۲۲٦۱) احمد (٦٨)]

(۲) [الإجماع لابن المنذر (ص/٤٦-٤٧) المجموع للنووي (٤١٧/٥) المغني والشرح (٤٧٢/٢) بداية المجتهد (٢٤٤/١) فقه الزكاة للقرضاوي (٢٠٤/١)]

لَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَ عِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَ يُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ﴾

''جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذعہ تک پہنچ جائے اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی' اگر اسے ان کے دینے میں آسانی ہو ورنہ بیس درہم لیے جائیں گے (تا کہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے)۔ اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی لے لیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔ اگر کسی پر زکوٰۃ حقہ کے برابر واجب ہو گئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون لے لی جائے گی اور زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم مزید دینے ہوں گے۔ اگر کسی پر بنت لبون زکوٰۃ میں واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا لیکن زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔''(۱)

❑ (ابن قدامہؒ) اگر کوئی شخص (جان بوجھ کر) واجب جانور سے زیادہ عمر کا جانور اُسی جنس سے بطورِ زکوٰۃ نکالے مثلاً کوئی ایک سالہ اُونٹنی (جو اس پر واجب ہے) کی جگہ دو سالہ اونٹنی بطورِ زکوٰۃ نکالے' یا ایک سالہ اونٹنی یا دو سالہ اونٹنی کی جگہ تین سالہ اُونٹنی نکالے یا ایک چار سالہ اونٹنی کی جگہ دو' دو سالہ اونٹنیاں یا دو تین سالہ اونٹنیاں نکالے تو یہ جائز ہے اور اس میں ہمیں کسی اختلاف کا بھی علم نہیں۔(۲)

کسی قسم کا حیلہ اختیار کرنے سے گریز کیا جائے

مثلاً زکوٰۃ (ادا کرنے کے) خوف سے متفرق جانوروں کو اکٹھا کر لینا یا ایک ریوڑ کے جانوروں کو متفرق کر دینا۔ یہ عمل جائز نہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

---

(۱) [بخاری (۱٤٥٣) کتاب الزکاة : باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض وليست عنده' ابو داود (۱٥٦٧) کتاب الزکاة : باب في زکاة السائمة' ابن ماجة (۱۸۰۰) کتاب الزکاة : باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق سن' نسائي (۱۸/٥) احمد (۱۱/۱) دارقطني (۱۱۳/۲) حاکم في المستدرك (۳۹۰/۱) ابن حبان (۳۲٦٦) ابن خزيمة (۲۲٦۱) ابن الجارود (۳٤۲)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۱۸/٤)]

﴿ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ ﴾ (۱)

الگ الگ کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً تین آدمی ہیں ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ الگ الگ کی صورت میں ہر ایک کو ایک ایک بکری زکوۃ دینا واجب آتی ہے اس طرح مجموعی طور پر تین بکریاں دینی پڑیں گی مگر جب زکوۃ وصول کرنے والا ان کے پاس پہنچتا ہے تو وہ دونوں اپنی اپنی بکریاں جمع کر لیتے ہیں اور تعداد ایک سو بیس (120) بن جانے کی وجہ سے تینوں پر صرف ایک بکری بطور زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

جمع شدہ کو الگ کرنے کی صورت یہ ہے کہ دو آدمی اکٹھے ہیں۔ دو سو دو (202) بکریاں ان کی ملکیت میں ہیں اس طرح دونوں پر تین بکریاں زکوۃ میں دینا لازم ہے مگر جب زکوۃ وصول کرنے والا ان کے پاس پہنچتا ہے تو دونوں اپنی اپنی بکریاں الگ کر لیتے ہیں یعنی اب ہر ایک کے پاس ایک سو ایک (101) بکریاں ہیں۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کو صرف ایک ہی بکری ادا کرنی ہوگی۔ (۲)

(شوکانیؒ) حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہر ایسا حیلہ جو اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ حکم کو ساقط کرنے کے لیے یا اس کے کسی حرام کردہ فعل کو حلال بنانے کے لیے کیا جائے' باطل ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے اختیار کرے۔ (۳)

شراکت دار زکوۃ میں برابری کے ساتھ شریک ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ بھی موجود ہیں کہ

﴿ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ ﴾

''جو جانور دو آدمیوں کے درمیان مشترکہ ہوں وہ مساوی طور پر زکوۃ کا حصہ نکالیں۔'' (٤)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب زکوۃ وصول کرنے والا دونوں کے مجموعے پر واجب زکوۃ ایک بکری کی صورت میں وصول کر لیتا ہے تو یقیناً یہ ایک آدمی کی بکریوں میں سے وصول ہوئی ہے حالانکہ اس کے ذمہ تو نصف بکری ہے اور باقی نصف اس کے دوسرے ساتھی پر ہے۔ تو اب زکوۃ وصول کرنے والا دوسرے ساتھی سے نصف بکری کی

---

(۱) [بخاری (۱٤٥۰)' (۱٤٥٤) کتاب الزکاة : باب لا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع' نسائی (۱۸/٥) ابو داود (۱٥٦۷)]

(۲) [فتح الباری (۳٦۸/۳) تحفة الأحوذی (۲۹٥/۳)]

(۳) [السیل الجرار (۸۲۸/۱)]

(٤) [بخاری (۱٤٥۱) کتاب الزکاة : باب ما کان من خلیطین فإنهما یتراجعان بینهما بالسویة]

قیمت وصول کر کے پہلے کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح دونوں کی طرف سے ان پر واجب زکوۃ ادا ہو جائے گی' کسی بھی کمی بیشی کی شکایت نہیں رہے گی۔(۱)

جن جانوروں کو بطورِ زکوۃ وصول نہیں کیا جائے گا

زکوۃ میں بوڑھا' بھینگا' عیب دار' عمر میں چھوٹا' زیادہ کھانے والا' پالتو جانور' حاملہ اور نر جانور وصول نہیں کیا جائے گا۔

(1) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تحریر میں یہ بات تھی:

﴿ وَلَا يُخرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيسٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ الْمُصَدِّقُ ﴾

''زکوۃ کی مد میں بوڑھا' بھینگا اور نر نہ لیا جائے الا کہ زکوۃ وصول کرنے والا شخص (نر لینا) مناسب سمجھے۔''(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَيبٍ ﴾

''زکوۃ کی مد میں بوڑھا اور کوئی عیب دار جانور نہ لیا جائے۔''(۳)

(3) حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَلَا يُعطِي الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِيضَةَ ولا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ وَلٰكِنْ مِنْ أَوْسَطِ أَمْوَالِكُمْ ﴾

''کوئی شخص بھی بطورِ زکوۃ بوڑھا' عیب دار' بیمار اور بدترین (یا چھوٹا) جانور نہ دے بلکہ اپنے اوسط درجہ کے اموال میں سے زکوۃ دے۔''(۴)

الدَّرِنَة: میلا کچیلا جانور اور امام خطابیؒ نے اس سے خارش زدہ بھی مراد لیا ہے۔(۵)

الشَّرَطَ اللَّئِيمَة: چھوٹا اور بدترین مال۔ '' اللئيمة '' یعنی دودھ دینے میں بخیل جانور۔(٦)

---

(۱) [إرشاد الساری (۳۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۲۹۵/۳)]

(۲) [بخاری (۱٤٥٤) کتاب الزکاة : باب زکاة الغنم' أبو داود (۱٥٦۷) ابن ماجة (۱۸۰۰)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۸٦) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة' أبو داود (۱٥٦۸) ترمذی (٦۲۱) حاکم (۳۹۲/۱) أحمد (۱٤/۲)]

(٤) [صحیح : صحیح أبو داود (۱٤۰۰) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة' أبو داود (۱٥۸۲) طبرانی صغیر (۲۰۱/۱)]

(٥) [القاموس المحیط (درن) معالم السنن (۳۷/۲)]

(٦) [النهاية لابن الأثير (۳۷/۲)]

(4) حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زکوۃ لینے والے کو حکم دیا کہ

﴿ وَلَا تَأْخُذِ الْأُكُولَةَ وَلَا الرُّبَّى وَلَا الْمَاخِضَ وَلَا فَحْلَ غَنَمٍ ﴾

''زکوۃ میں بانجھ، پالتو جانور، حاملہ اور سانڈ وصول نہ کرو۔'' (١)

یہ روایت مرفوع بھی بیان کی گئی ہے۔(٢)

(ابن قدامہ) صحیح جانوروں کے بدلے عیب دار جانوروں کو بطور زکوۃ نکالنا جائز نہیں۔(٣)

اوقاص یعنی دو متعین مقداروں کی درمیانی تعداد پر زکوۃ کا حکم

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَنَّ الْأَوْقَاصَ لَا فَرِيضَةَ فِيهَا ﴾

''اوقاص میں کوئی فریضہ زکوۃ نہیں۔'' (٤)

اس روایت میں تو ضعف ہے لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ طاؤس بیان کرتے ہیں:

﴿ أُتِيَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِوَقْصِ الْبَقَرِ وَ الْعَسَلِ فَقَالَ : لَمْ يَأْمُرْنِي النَّبِيُّ ﷺ فِيهَا بِشَيْءٍ ﴾

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گائے اور شہد کا وقص لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کے متعلق کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔'' (٥)

لفظ ''اوقاص'' وقص کی جمع ہے جس کا معنی جمہور کے نزدیک (کسی بھی نصاب کی) دو متعین مقداروں کا درمیانی حصہ ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک یہ لفظ پہلے نصاب کی مقدار سے کم تعداد پر استعمال ہوتا ہے۔(٦)

---

(١) [مؤطا (٢٧٦/١) بيهقي (١٠٠/٤) مسند شافعي (٢٣٨/١) المحلى لابن حزم (٢٧٦/٥)]

(٢) [ابن أبي شيبة (١٣٤/٣)]

(٣) [المغني لابن قدامة (٤٢/٤)]

(٤) [**ضعيف** : أحمد (٢٤٠/٥) ابو عبيد في الأموال (١٠٢٠) ابن زنجويه في الأموال (١٤٥٦) طبراني كبير (٢٤٩/٢٠)] اس روایت کی سند سلمہ بن اسامہ کی جہالت اور اس کے شیخ یحیٰ بن الحکم کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مسند احمد محقق (٢٢٠٨٤)] شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء رقمطراز ہیں کہ اس کی سند میں امام احمد کے پاس ایک ایسا راوی ہے جسے میں نہیں جانتا اور بزار کے پاس اس کی سند میں حسن بن عمارہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔[الفتح الرباني (٢٢٣/٨)]

(٥) [احمد (٣٢۔ الفتح الرباني) شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء بیان کرتے ہیں کہ اس روایت کو اسی طرح حمیدی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔[الفتح الرباني (٢٢٣/٨)]

(٦) [نيل الأوطار (٨٨/٣)]

(شوکانیؒ) اس سے بالاتفاق کچھ بھی زکوۃ واجب نہیں۔(۱)

(احمد عبدالرحمٰن البناءؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ......لفظِ وقص اُس (تعداد) پر بولا جاتا ہے جس پر زکوۃ نہیں خواہ وہ دو نصابوں کی درمیانی تعداد ہو یا پہلے نصاب سے کم' تاہم اکثر اس کا استعمال دو نصابوں کی درمیانی تعداد پر ہی ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)(۲)

(صدیق حسن خانؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں (کہ وقص میں کوئی زکوۃ نہیں)۔(۳)

(سید سابقؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ اوقاص میں زکوۃ نہیں۔(٤)

(ابو حنیفہؒ) انہوں نے ایک قول کے مطابق گذشتہ مسئلے کی مخالفت کرتے ہوئے چالیس اور ساٹھ گائیوں کے درمیان مسنہ (جانور) کا چوتھا حصہ زکوۃ مقرر کردی ہے۔

(جمہور) اس (امام ابو حنیفہؒ کے موقف) کے مخالف ہیں اور پہلے موقف کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔(٥)

مزید برآں اگر غور کیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے درج ذیل کلام سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوقاص میں زکوۃ واجب نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے متعلق فرمایا:

﴿ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَ ثَلَاثِيْنَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَ أَرْبَعِيْنَ ﴾

''جب اونٹوں کی تعداد چھتیس (36) تک پہنچ جائے تو پینتالیس (45) تک ان میں ایک بنت لبون (یعنی دو سالہ اونٹنی) واجب ہے۔''(٦)

گائے کی زکوۃ کے متعلق فرمایا:

﴿ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعًا أَوْ تَبِيْعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً ﴾

''ہر تیس گائیوں میں ایک سالہ مادہ گائے یا نر بچھڑا اور ہر چالیس کی تعداد پر ایک دو سالہ بچھڑا لیا جائے۔''(۷)

---

(۱) [أيضا]

(۲) [الفتح الربانی (۲۲۳/۸)]

(۳) [الروضة الندية (٤۲۹/۱)]

(٤) [فقه السنة (۳۳۸/۱)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۱۳/۲) المجموع (۳۸٤/٥) بدائع الصنائع (۲۸/۲) المبسوط (۱۸۷/۲) الهداية (۹۹/۱) الإختيار (۱۰۷/۱) الكافی لابن عبد البر (ص/۱۰٦) المغنی (۳۰/٤)]

(٦) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۳۸٥) كتاب الزكاة : باب فی زكاة السائمة ' ابو داود (۱٥٦۷)]

(۷) [صحيح : إرواء الغليل (۷۹٥)]

بکریوں کی زکوۃ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ فِیْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِیْ سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ ﴾

''باہر چرنے والی بکریوں کی تعداد جب چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوۃ ہے۔'' (۱)

اب ان احادیث میں چھتیس سے پینتالیس تک کی درمیانی اونٹوں کی تعداد وقص ہے اور اس میں کچھ نہیں ہے۔ تیس سے چالیس تک کی درمیانی گائیوں کی تعداد وقص ہے اور اس میں کوئی زکوۃ نہیں اور چالیس سے ایک سو بیس تک کی درمیانی بکریوں کی تعداد وقص ہے اور اس میں بھی کوئی چیز نہیں ہے یعنی زکوۃ پہلے متعین نصاب کے مطابق ہی ہوگی جب تک وہ دوسرے متعین نصاب کی تعداد کو نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اوقاص زکوۃ سے مستثنیٰ ہیں۔

دورانِ سال پیدا ہونے والے بچوں کا حکم

اونٹ، گائے اور بکریوں کے وہ بچے جو سال کے دوران پیدا ہوتے ہیں سال کے آخر میں انہیں بھی شمار کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی کیونکہ ایسا مالِ مستفاد جو پہلے مال کا نتیجہ ہو اس سے بھی زکوۃ ادا کی جاتی ہے جیسا کہ ''شرائطِ زکوۃ'' کے تحت یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔

(۱) [بخاری (۱٤٥٤) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ الغنم]

باب زكاة التجارة — تجارتی اموال کی زکوۃ کا بیان

تجارتی اموال میں زکوۃ فرض ہے

جو کہ ان کی قیمت کے نصاب تک پہنچنے کے بعد سال گزر جانے پر ادا کی جائے گی۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔“

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿ صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى : " يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ...... إِلَى قَوْلِهِ ـ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ " ﴾

”محنت اور تجارت کے مال میں سے زکوۃ ادا کرنا (ثواب ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو......“ (١)

(طبریؒ) اللہ تعالیٰ اس آیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اپنی ان پاکیزہ اشیاء سے زکوۃ ادا کرو جنہیں تم نے اپنے تصرف یعنی تجارت یا صنعت کے ذریعے کمایا ہے۔ (٢)

(مجاہدؒ) مال تجارت سے (زکوۃ ادا کرو)۔ (٣)

(ابو بکر جصاصؒ) سلف کی ایک جماعت' جن میں حسنؒ اور مجاہدؒ بھی شامل ہیں' سے مروی ہے کہ اس آیت ﴿ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ سے مراد اموال تجارت میں سے خرچ کرنا ہے اور اس آیت کا عموم تمام اموال میں زکوۃ کو واجب کرتا ہے۔ (٤)

---

(١) [بخاری (قبل الحديث ١٤٤٥) كتاب الزكاة]

(٢) [تفسير طبری (٥/٥٥٥-٥٥٦)]

(٣) [أيضا]

(٤) [أحكام القرآن للجصاص (١/٥٤٣)]

(رازیؒ) اس آیت کا ظاہر تجارت کی زکوۃ کو بھی وجوبِ زکوۃ میں داخل کر دیتا ہے۔(۱)

(ابن عربیؒ) اس آیت ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ یہ عام ہے اور ہر مال اس میں شامل ہے (خواہ تجارت کا ہو)۔(۲)

(2) حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِي نَعُدُّهُ لِلْبَيْعِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہمیں سامانِ تجارت سے زکوۃ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔''(۳)

(3) حضرت ابو عمرو بن حماسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

﴿ كُنْتُ أَبِيعُ الْأُدُمَ وَالْجِعَابَ فَمَرَّ بِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَقَالَ أَدِّ صَدَقَةَ مَالِكَ ، فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! إِنَّمَا هُوَ الْأُدُمُ ، قَالَ : قَوِّمْهُ ثُمَّ أَخْرِجْ صَدَقَتَهُ ﴾

''میں چمڑا اور تیر دان بیچا کرتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ میرے قریب سے گزرے تو انہوں نے فرمایا' اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو۔ میں نے کہا' اے امیر المومنین! یہ تو صرف چمڑا ہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اس کی قیمت لگاؤ پھر اس کی زکوۃ ادا کرو۔''(٤)

---

(۱) [تفسیر کبیر للرازی (۶۵/۲)]

(۲) [شرح ترمذی (۱۰٤/۳)]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (۳۳۸) کتاب الزکاۃ : باب العروض إذا کانت للتجارۃ ' أبو داود (۱۵٦۲) دارقطنی (۱۲۸/۲) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ مال التجارۃ ' بیهقی (١٤٦/٤) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ التجارۃ ' کشف الأستار للبزار (۸۸٦)] امام ابن حزمؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [المحلی (۲۳٤/٥)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں جہالت ہے۔ [تلخیص الحبیر (۳۹۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔ [بلوغ المرام (٥۸۱)] شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۸۲٤/۲)] امام صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں سلیمان بن یسار راوی مجہول ہے۔ [سبل السلام (۸۲٥/۲)] شیخ عبد اللہ بسام نے اس روایت کو حسن درجے کی قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ امام ابن عبد البرؒ نے اسے حسن کہا ہے اور عبد الغنی مقدسی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن غریب ہے۔ [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳٦۳/۳)]

(٤) [دارقطنی (۱۲٥/۲) کتاب الزکاۃ : باب تعجیل الصدقة قبل الحول ' مسند شافعی (۲۲۹/۱) بیهقی فی السنن الکبری (١٤٧/٤) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ التجارۃ ' معرفة السنن والآثار (۲۲۹/۳) کتاب الزکاۃ: باب زکاۃ التجارۃ ' ابن أبی شیبة (۱۸۳/۳) کتاب الزکاۃ : باب ما قالوا فی المتاع یکون عند الرجل یحول علیه الحول ' عبد الرزاق (٧٦/٤) کتاب الزکاۃ : باب الزکاۃ من العروض]

(4) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

﴿ لَيْسَ فِي الْعُرُوْضِ زَكَاةٌ إِلَّا مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ ﴾

''سامان میں زکوۃ نہیں سوائے اس کے جو تجارت کے لیے ہو۔'' (۱)

(5) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ فِي الْإِبِلِ صَدَقَتُهَا ' وَفِي الْغَنَمِ صَدَقَتُهَا ' وَفِي الْبَزِّ صَدَقَتُهَا ﴾

''اونٹوں میں زکوۃ ہے' بکریوں میں زکوۃ ہے اور تجارتی کپڑے میں زکوۃ ہے۔'' (۲)

(امیر صنعانیؒ) یہ روایت مالِ تجارت میں وجوبِ زکوۃ کی دلیل ہے۔ (۳)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ائمہ اربعہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(فقہائے سبعہ) یعنی سعید بن میسبؒ، عروہ بن زبیرؒ، ابوبکر بن عبیدؒ، قاسم بن محمدؒ، عبید اللہ بن عبد اللہؒ، سلیمان بن یسارؒ اور خارجہ بن زیدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) اموالِ تجارت میں زکوۃ فرض ہے۔ (٥)

(ابن منذرؒ) اموال تجارت میں زکوۃ کی فرضیت پر علماء نے اجماع کیا ہے۔ (٦)

(خطابیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٧)

---

(۱) [بیهقی فی السنن الکبری (۱٤۷/٤) کتاب الزکاة : باب زکاة التجارة ' امام ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ یہ خبر صحیح ہے۔[المحلی (۲۳٤/٥)]

(۲) [دارقطنی (۲/۱۰۰۔۱۰۱) کتاب الزکاة : باب لیس فی الخضروات صدقة ' حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح نہیں۔ البتہ انہوں نے اس روایت کے متعدد طرق نقل فرمائے ہیں اور ان میں سے ایک کے متعلق کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔[تلخیص الحبیر (۳۹۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کو حسن بھی کہا ہے۔[الدرایة کما فی المرعاة (۱۷۳/٦)] ابوالطیب آبادی فرماتے ہیں کہ اس حدیث (کی سند) میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔[التعلیق المغنی (۱۰۱/۲)]

(۳) [سبل السلام (۸۲٥/۲)]

(٤) [السیل الجرار (۲۷/۲) المحلی بالآثار (٤۰/٤) المغنی (۲٤۸/٤) سبل السلام (۸۲٥/۲)]

(٥) [المغنی (۲٤۸/٤)]

(٦) [الإجماع لابن المنذر (ص / ٥١) ' (رقم / ۱۱٤)]

(٧) [معالم السنن (۲۲۳/۲)]

(ابن تیمیہؒ) ائمہ اربعہ اور ساری اُمت کے دانشور حضرات کا اتفاق ہے کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر' ارزانی کے وقت سامان خرید کر نرخ بڑھنے کا انتظار کرنے والے تاجر ہوں یا وہ دکاندار جو ہر وقت اور ہر نرخ پر سامان خریدتے اور بیچتے ہیں۔ تجارتی مال نئے یا پرانے کپڑے ہوں یا کھانے پینے کا سامان' ہر قسم کا غلہ' پھل فروٹ' سبزی' گوشت وغیرہ' مٹی' چینی دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں' غلام' گھوڑے' خچر اور گدھے وغیرہ' گھر میں پلنے والی بکریاں ہوں یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ' الغرض ہر قسم کے تجارتی مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔(۱)

(سید سابقؒ) صحابہ' تابعین اور ان کے بعد آنے والے فقہاء میں سے جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۲)

(عبداللہ بسام) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(عبیداللہ مبارکپوریؒ) مالِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٦)

(شیخ ابن عثیمینؒ) تجارتی سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔(٧)

(ابن رُشدؒ) اہل علم نے اتفاق کیا ہے کہ جو سامان تجارت کے لیے نہ ہو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ البتہ انہوں نے ایسے سامان کے متعلق اختلاف کیا ہے جو تجارت کے لیے ہو۔ پس فقہائے امصار تو اس میں وجوبِ زکوٰۃ کے قائل ہیں البتہ اہل ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے۔(۸)

(صاحبِ تفسیر المنار) جمہور علمائے اُمت کا کہنا ہے کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ اس کے متعلق

---

(۱) [القواعد النورانية الفقهية (ص / ۸۹۔ ۹۰)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۲/۱)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۳/۳)]

(٤) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۷۳/٦)]

(٥) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳٤٦/۱)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱٦۹/۹)]

(۷) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (۲۰٥/۱۸)]

(۸) [بداية المجتهد (ص / ۲۳۰)]

کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل موجود نہیں بلکہ صرف چند ایسی روایات ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ تو واضح رہے کہ بلاشبہ متداول سامانِ تجارت منافع حاصل کرنے کے لیے نقدی کی ہی ایک شکل ہے اس میں اور درہم ودینار میں کوئی فرق نہیں جو کہ اس کی قیمت ہیں۔ بالفرض اگر سامانِ تجارت میں زکوٰۃ فرض نہ ہو تو تمام مالدار حضرات یا ان کی اکثریت کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ وہ اپنی نقدی کے ساتھ تجارت شروع کر دیں اور کوشش کریں کہ کبھی اُن کی نقدی پر سال کا عرصہ ہی نہ گزرے اور یوں اُن کے ہاں نقدی کی زکوٰۃ سرے سے ہی ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا اس مسئلے میں اصل اعتبار اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال میں فقراء کی ہمدردی کے لیے زکوٰۃ فرض کی ہے اور اس میں خود مالداروں کا بھی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ اس کے ذریعے ان کے اپنے نفس بخل جیسی رزالت سے پاک ہوتے ہیں اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کے باعث مال کو چند محدود ہاتھوں میں رُکے رہنے سے بچایا جا سکتا ہے۔ مالِ فے کی تقسیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی یہی اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ﴾ [الحشر : ٧]

''تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔''

تو کیا یہ دانشوری ہوگی کہ اِن تمام شرعی مقاصد سے تاجر حضرات کو خارج کر دیا جائے کہ جن کے ہاتھوں میں ہی امت کا اکثر وبیشتر سرمایہ ہوتا ہے؟۔(۱)

- اگرچہ مذکورہ بالا سطور میں جو روایات پیش کی گئی ہیں ان میں سے کچھ میں ضعف بھی ہے لیکن ان کی اسناد بعض بعض کو تقویت پہنچاتی ہیں اور اجماعِ اُمت اور عملِ صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔(۲)

تجارتی اموال میں زکوٰۃ کے منکرین اور ان کے دلائل

(شوکانیؒ) ان کے نزدیک اموالِ تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اموالِ تجارت میں فرضیتِ زکوٰۃ کی کوئی واضح قابلِ حجت دلیل نہیں اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے زمانے سے تجارت کی موجودگی کے باوجود اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے نیز جن روایات سے (اس کی مشروعیت پر) استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہیں۔(۳)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

---

(۱) [ملخصا از ' مرعاة المفاتيح (١٧٥/٦) فقه السنة (٣٢٢/١)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقه الزكاة ' از ڈاکٹر یوسف قرضاوی (٣١٥/١-٣١٦)]

(۳) [السيل الجرار (٢٧/٢)]

(٤) [المحلى بالآثار (٣٩/٤-٤١)]

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

(البانیؒ) اسی کو برحق مانتے ہیں۔(۲)

ان کے دلائل اور جوابات حسب ذیل ہیں:

(1) اموالِ تجارت میں فرضیت زکوٰۃ کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگرچہ روایات ضعیف ہیں لیکن یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہے۔

(2) جب روایات ضعیف ہیں تو براءتِ اصلیہ کے قاعدے کے مطابق اموالِ تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اس قاعدے کے جواب میں وہ قاعدہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ہے کہ "ہر مال میں حق ہے۔"

(3) حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ ﴾

"گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں۔"(۳)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ اموالِ تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

مالِ تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پاس جتنا بھی سامانِ تجارت موجود ہے اس کی قیمت لگا لے' پھر اپنی نقدی کو بھی اس میں جمع کر لے' اگر کسی کو کچھ رقم بطورِ قرض دی ہو اور اس کے ملنے کی بھی اُمید ہو تو اسے بھی شمار کر لے اور اگر کسی کا قرض دینا ہو تو بقدرِ قرض رقم الگ کر لے' پھر جو باقی ہو اس میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے (40واں) حصہ زکوٰۃ ادا کر دے۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے تجارتی اموال میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنے کے متعلق مختلف آثار نقل فرمائے ہیں' جن میں سے ایک یہ ہے۔ زیاد بن حدیرؒ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ میں مالِ تجارت سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ وصول کروں۔(۴)

---

(۱) [الروضة الندية (۱/۴۷٦)]

(۲) [تمام المنة (ص/۳٦۳)]

(۳) [بخاری (۱۴٦۳)]

(۴) [تلخیص الحبیر (۲/۳۹۲) أبو عبید فی الأموال (ص / ۴۷۵) مزید دیکھئے: عبد الرزاق (۴/۸۸)' (۷۰۷۲) کتاب الزکاة: باب صدقة العین' مجمع البحرین فی زوائد المعجمتین (۳/۱۹۔۲۰)]

(ابن قدامہؒ) سامانِ تجارت کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے' پھر اس پر سال کا عرصہ گزر جائے تو سال کے آخر میں مکمل قیمت سے چالیسواں حصہ زکوۃ ادا کر دی جائے گی۔(۱)

(سید سابقؒ) جو شخص بقدرِ نصاب سامانِ تجارت کا مالک ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے تو سال کے آخر میں وہ اُس سامان کی قیمت لگا کر زکوۃ نکال دے اور وہ اس کی (کل) قیمت کا چالیسواں حصہ ہے اور تاجر اپنے تجارتی سامان میں ہر سال اسی طرح کرتا رہے۔ اگر کوئی شخص کچھ سامان کا مالک ہو' لیکن اس کی قیمت نصاب سے کم ہو' پھر سال کا کچھ حصہ گزر جائے اور وہ سامان اُسی قیمت کا ہو' پھر اس کی قیمت بڑھ جائے یا ریٹ تبدیل ہو جائیں اور وہ سامان نصاب تک پہنچ جائے یا وہ شخص دورانِ سال اور سامان کا مالک بن جائے یا ایسی قیمتوں کا کہ جن کے ذریعے نصاب مکمل ہو جائے تو اُس وقت سے سال کی ابتداء ہو جائے گی' گزشتہ وقت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ یہی امام ثوریؒ، احناف، امام شافعیؒ، امام اسحاقؒ، امام ابو عبیدؒ، امام ابو ثورؒ، اور امام ابن منذرؒ کا مؤقف ہے۔(۲)

آلاتِ تجارت میں زکوۃ نہیں

کیونکہ یہ آمدن کا ذریعہ ہیں اور ذرائع آمدن کو شریعت نے زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ البتہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوۃ ہوگی بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔ اس مسئلے کی کچھ تفصیل گزشتہ باب ''جن اموال میں زکوۃ واجب نہیں'' کے تحت گزر چکی ہے۔

نیت بدلنے سے زکوۃ کا حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے

مثلاً اگر کسی نے فروخت کرنے کی نیت سے کوئی چیز خریدی پھر دورانِ سال اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے اُس چیز کو اپنے ذاتی استعمال کے لیے رکھ لیا تو اس سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔

(ابن قدامہؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص تجارتی سامان کو ذاتی استعمال میں لانے کی نیت کر لے تو وہ اس کے ذاتی استعمال کے لیے ہو جائے گا اور اس سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔

(شافعیؒ، اصحاب الرائے) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۲٤٩/٤)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۳/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۲٥٦/٤)]

باب زكاة الزروع و الثمار — کھیتوں اور پھلوں کی زکوۃ کا بیان

کھیتوں اور پھلوں میں زکوۃ کی مشروعیت

اس کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ هُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ آتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾

[الأنعام : ١٤١]

''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھتریوں پر چڑھے ہوئے اور بے چڑھے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے' ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ حَقَّهٗ : الزَّكَاةُ الْمَفْرُوْضَةُ ﴾ ''اس کے حق سے مراد فرض زکوۃ ہے۔''(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

﴿ وَ آتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ ''کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔'' سے مراد فرض زکوۃ ہے۔(۲)

(سعید بن مسیبؒ) اس آیت میں ''حَقَّهٗ'' سے مراد فرض زکوۃ ہے۔

(2) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾

[البقرة : ٢٦٧]

''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔''

(ابن کثیرؒ) ﴿ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ ''اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔'' کی تفسیر میں رقمطراز

---

(۱) [كما في المغني لابن قدامة (١٥٤/٤)]

(۲) [تفسير ابن كثير (٢٤٩/٢)]

ہیں کہ اس سے مراد سونا چاندی کے علاوہ وہ پھل اور کھیتیاں بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین سے لوگوں کے لیے اُگایا ہے۔(۱)

(قرطبیؒ) اس آیت ﴿ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نباتات' معادن اور رکاز ہے اور یہ آیت ان تینوں اشیاء کو شامل ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

" وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ " سے مراد ہے غلہ' پھل اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ ہے۔(٤)

(مجاہدؒ) " وَمِمَّا أَخْرَجْنَا " سے مراد ہے اُن پھلوں سے خرچ کرو (جو اللہ نے تمہارے لیے زمین سے نکالے ہیں)۔(٥)

(جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ) " وَمِمَّا أَخْرَجْنَا " سے مراد غلہ اور پھل ہیں۔(٦)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ ' وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ ﴾

''وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔''(۷)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (٦٣٠/١)]

(۲) [تفسیر قرطبی (٣٠٥/٣)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (٢٣٦/١)]

(٤) [أیضا]

(٥) [أیضا]

(٦) [تفسیر جلالین (ص / ١٠٣)]

(۷) [بخاری (١٤٨٣) كتاب الزكاة : باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجاری ' أبو داود (١٥٩٦) كتاب الزكاة : باب صدقة الزرع ' ترمذی (٦٣٥) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی الصدقة فيما يسقى بالأنهار وغيرها ' نسائی (٤١/٥) كتاب الزكاة : باب ما يوجب العشر ' ابن ماجة (١٨١٧) كتاب الزكاة : باب صدقة الزروع والثمار ' ابن الجارود (٣٤٨) كتاب الزكاة ' شرح معانی الآثار (٣٦/٢) كتاب الزكاة : باب زكاة ما يخرج من الأرض ' بيهقی (١٣٠/٤) كتاب الزكاة : باب قدر الصدقة فيما أخرجت الأرض ' ابن خزيمة (٢٣٠٧) طبرانی صغير (١١٤/٢) شرح السنة (٣٤٥/٣)]

(4) زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ واجب الاداء ہے۔ اس پر امت نے اجماع کیا ہے۔(۱)

(سید سابق ؒ) اللہ تعالیٰ نے کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ واجب کی ہے۔(۲)

پھلوں کی زکوٰۃ سے بچنے کی کوشش کرنے والوں کا عبرتناک انجام

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے فقراء ومساکین سے بچنے کے لیے صبح سویرے ہی پھل سمیٹنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو ہی اُجاڑ کر رکھ دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ٥ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ٥ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَائِمُونَ ٥ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ٥ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ٥ أَنِ اغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ ٥ فَانْطَلَقُوا وَ هُمْ يَتَخَافَتُونَ ٥ أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِينٌ ٥ وَ غَدَوْا عَلَى حَرْدٍ قَادِرِينَ ٥ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ٥ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ٥ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ٥ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ٥ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُونَ ٥ قَالُوا يَاوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ٥ عَسَى رَبُّنَا أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ ٥ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ٥ ﴾ [القلم : ۱۷ تا ۳۳]

"بے شک ہم نے انہیں اُسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اُتار لیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔ پس اُس (باغ) پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔ کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔ پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔ کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔ اور لپکے ہوئے صبح صبح گئے (اور یہ سوچ رہے تھے) کہ ہم قابو پا گئے۔ جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے کہ یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ان سب

---

(۱) [المغنی (۱۵۴/٤) بدائع الصنائع (۵٤/۲) فقہ الزکاۃ (۳٤۸/۱)]

(۲) [فقہ السنۃ (۳۲٤/۱)]

میں سے جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کیوں بیان نہیں کرتے؟ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔ کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے ہم تو اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔ یوں ہی آفت آتی ہے اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے، کاش انہیں سمجھ ہوتی۔''

تفاسیر میں موجود ہے کہ باغ والوں کا قصہ عربوں میں مشہور تھا۔ یہ باغ صنعاء یعنی یمن سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ اس کا مالک اس کی پیداوار میں سے غرباء و مساکین پر بھی خرچ کرتا تھا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کی اولاد اس کی وارث بنی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تو اپنے اخراجات ہی بمشکل پورے ہوتے ہیں ہم اس کی آمدنی میں سے مساکین اور سائلین کو کس طرح دیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو ہی تباہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے کچھ ہی عرصہ بعد پیش آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کا باغ تباہ کر دیا تو انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ اب اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو اپنے باپ کی طرح اس میں سے غرباء و مساکین کا حق بھی ادا کریں گے۔ (۱)

جن اجناس میں زکوٰۃ واجب ہے

چار اجناس تو ایسی ہیں جن میں وجوبِ زکوٰۃ پر سب کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں:

① گندم ② جو ③ کھجور ④ منقیٰ

(ابن قدامہؒ) انہوں نے امام ابن منذرؒ اور امام ابن عبدالبرؒ کا قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے کہ

((أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الصَّدَقَةَ وَاجِبَةٌ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَ التَّمْرِ وَ الزَّبِيبِ))

''اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ گندم، جو، کھجور اور منقیٰ میں زکوٰۃ واجب ہے۔'' (۲)

اختلاف اِس بات میں ہے کہ ان چار اصناف کے علاوہ باقی نباتات میں بھی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ جن حضرات کا خیال ہے کہ صرف اِن چار اصناف میں ہی زکوٰۃ واجب ہے ان میں مندرجہ ذیل اہل علم بھی شامل ہیں:

---

(۱) [تفسیر أحسن البیان ' از حافظ صلاح الدین یوسف (ص / ۱۶۱۲) تفسیر فتح القدیر (ص / ۱۵۱۸) تفسیر ابن کثیر (۵۲۲/٤)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۱٥٤/٤) مزید دیکھئے: الإجماع لابن المنذر (ص / ٤٣) موسوعة الإجماع (٤٦٦/۱)]

(شوکانیؒ) گندم، جو، کھجور اور منقیٰ میں سے عشر نکالنا واجب ہے۔(۱)

(نواب صدیق حسن خانؒ) انہوں نے مذکورہ چاروں اشیاء کے ساتھ ''مکئی'' کو بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔(۲)

(ابن عمر رضی اللہ عنہما) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن مبارکؒ، امام حسنؒ، امام ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ نیز امام احمدؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول مروی ہے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٥)

امام شوکانیؒ اور دیگر جن حضرات نے یہ مؤقف اپنایا ہے ان کی دلیل مندرجہ ذیل روایات ہیں:

(1) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ

﴿ لَا تَأْخُذُوا الصَّدَقَةَ إِلَّا مِنْ هَٰذِهِ الْأَصْنَافِ الْأَرْبَعَةِ : الشَّعِيرِ ' وَالْحِنْطَةِ ' وَالزَّبِيبِ ' وَالتَّمْرِ ﴾

''جو، گندم، منقیٰ اور کھجور، ان چار اصناف کے علاوہ کسی غلے پر زکوٰۃ وصول نہ کرنا۔''(٦)

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ إِنَّمَا سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ فِي هَٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ : الْحِنْطَةِ وَ الشَّعِيرِ وَ الزَّبِيبِ وَ التَّمْرِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے صرف ان چار اشیاء میں ہی زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے: گندم، جو، منقیٰ اور کھجور۔''(٧)

---

(۱) [السیل الجرار (۲/٤۳)]

(۲) [الروضة الندیة (۱/٤۸۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤/١٥٦)]

(٤) [سبل السلام (۲/٨١٤)]

(٥) [تمام المنة (ص/۳٦۸)]

(٦) [صحیح : تمام المنة (ص/۳٦۹) طبرانی کبیر کما فی المجمع (۳/٧٥) مستدرك حاکم (۱/٤٠١) دارقطنی (۲/۹۸) کتاب الزکاة : باب لیس فی الخضروات صدقة ' بیهقی فی السنن الکبری (٤/١٢٥) کتاب الزکاة : باب لا تؤخذ صدقة شیء من الشجر غیر النخل و العنب ' معرفة السنن والآثار (۳/٢٧٧) کتاب الزکاة : باب ما یؤخذ من الأشجار ' امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام زیلعیؒ نے اسی کو ثابت کیا ہے۔[نصب الرایة (۲/۳۸۹)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق علی سبل السلام (۳/٤١)]

(٧) [صحیح لغیرہ : السلسلة الصحیحة (۸۷۹) دارقطنی (۲/۹٦) کتاب الزکاة : باب لیس فی الخضروات صدقة ' ابوالطیب آبادی بیان کرتے ہیں کہ (اس کی سند میں موجود راوی) محمد بن عبید اللہ العرزمی متروک ہے۔[التعلیق المغنی (۲/۹٦-۹٧)] علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں العرزمی راوی متروک ہے اور موسیٰ بن طلحہ عن معاذ منقطع ہے۔[مرعاة المفاتیح (٦/٨٢)]

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ﴿ الذُّرَةَ ﴾ ”مکئ“ کا لفظ زیادہ ہے مگر وہ روایت ضعیف ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ چار اصناف ہی ثابت ہیں لہٰذا ان سے ہی عشر لیا جائے گا۔ چونکہ اصل براءتِ ذمہ ہے اور مسلمان کا مال حرام ہے اس لیے صرف اُتنا ہی لیا جا سکتا ہے جتنے کے متعلق قطعی دلیل ثابت ہو جائے اور دلیل سے صرف مذکورہ چار اشیاء ہی ثابت ہوتی ہیں لہٰذا ان ہی پر اکتفا کیا جائے گا۔

اس مسئلے میں فقہا نے بھی اختلاف کیا ہے:

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) صرف ایسی کھیتیوں اور پھلوں میں زکوٰۃ ہے جو کھانے اور ذخیرہ کرنے کے قابل ہوں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) لکڑی، گھاس اور بانس کے علاوہ ہر ایسی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے جسے زمین اُگاتی ہے۔

(داود ظاہریؒ) زمین سے پیدا ہونے والی ہر شے میں زکوٰۃ واجب ہے البتہ جس چیز کو ناپا تولا جا سکتا ہو اس میں وجوبِ عشر کے لیے نصاب شرط ہے اور جو چیزیں ناپی تولی نہیں جا سکتیں ان کی قلیل و کثیر مقدار میں عشر واجب ہے۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے داود ظاہری کے اِس قول کے متعلق کہا ہے کہ ((هٰذَا نَوْعٌ مِّنَ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَدِيْثَيْنِ)) ”یہ دو حدیثوں کے درمیان تطبیق کی ایک قسم ہے۔“(۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ابو حنیفہؒ کا مذہب راجح ہے۔(۳)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ) میرے نزدیک ان اقوال میں سے سب سے زیادہ راجح اور قوی قول داود ظاہری کا ہے۔(٤)

---

(۱) [ضعیف : ضعيف ابن ماجة (٤٠٠) كتاب الزكاة : باب ما تجب فيه الزكاة من الأموال ' ابن ماجة (١٨١٥) إرواء الغليل (٨٠١) دارقطنی (٩٤/٢) كتاب الزكاة : باب ما يجب فيه الزكاة من الحب ' حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں محمد بن عبید اللہ العرزمی ہے اور وہ متروک ہے۔ [تلخیص الحبیر (٣٦٧/٢)] ابو الطیب آبادی " التعليق المغني " میں فرماتے ہیں کہ عرزمی راوی کو امام بخاریؒ، امام نسائیؒ، امام ابن معینؒ اور امام فلاسؒ نے ضعیف کہا ہے۔ احناف کا کہنا ہے کہ یہ اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٨٣/٦)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (١٨٨٤/٣) فتح القدير (٢/٢) اللباب (١٥١/١) الشرح الكبير (٤٤٧/١) الشرح الصغير (٦٠٩/١) القوانين الفقهية (ص/١٠٥) مغني المحتاج (٣٨١/١) المهذب (١٥٦/١) المغني (٦٩٠/٢) كشاف القناع (٢٣٦/٢) المجموع (٤٣٢/٥) مرعاة المفاتيح (٨٠/٦)]

(۳) [فقه الزكاة (٣٥٥/١)]

(٤) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٨٣/٦)]

(شیخ صالح بن فوزان) ہر قسم کے غلے پر زکوۃ واجب ہے۔(۱)

(راجح) درج بالا پہلی حدیث کہ جس میں صرف چار اصناف سے ہی زکوۃ وصول کرنے کا حکم ہے اگرچہ شیخ البانی ؒ اور دیگر چند علماء نے تو اسے قابل حجت قرار دیا ہے لیکن فی الحقیقت وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ابو حذیفہ راوی صدوق سیئ الحفظ ہے' سفیان ثوری مدلس راوی کا عنعنہ ہے' طلحہ بن یحییٰ راوی مختلف فیہ ہے۔ نیز شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لیے جن روایات سے استشہاد کیا ہے وہ یا تو مرسل وضعیف ہے یا اس معنی کی نہیں ہیں۔(۲)

اور دوسری روایت جو سنن دارقطنی کی ہے اس کی سند میں العرزمی راوی متروک ہے لہٰذا وہ بھی قابل حجت نہیں۔

ہمارے علم کے مطابق چونکہ یہ روایات ثابت نہیں ہیں اس لیے عمومی دلائل کی وجہ سے ہر زمینی پیداوار پر نصاب تک پہنچنے کے بعد زکوۃ فرض ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ ؒ، داود ظاہری ؒ، عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ؒ اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی وغیرہ کا موقف ہے۔ (واللہ اعلم) اور وہ عمومی دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ [الأنعام: ١٤٢]

''کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔''

(2) ﴿ مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

''اس چیز میں سے (خرچ کرو) جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی۔''

(3) ﴿ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ ...... الْعُشْرُ ﴾

''وہ زمین جسے آسمانی پانی سیراب کرے اس کی پیداوار میں دسواں حصہ واجب ہے۔''(۳)

(4) ﴿ لَيْسَ فِي مَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ ﴾

''پانچ وسق سے کم کسی کھجور اور کسی غلے میں صدقہ نہیں ہے۔''(٤)

---

(۱) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (٣٣٥/١)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: إرواء الغليل (تحت الحديث/ ٨٠١) نصب الراية (٣٨٦/٢) مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٨١/٦-٨٣)]

(۳) [بخاري (١٤٨٣) كتاب الزكاة: باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجاري' أبو داود (١٥٩٦)]

(٤) [مسلم (١٦٢٧) كتاب الزكاة: باب' دارمي (١٥٧٨) موطا (٥١٣)]

سبزیوں میں زکوۃ کا حکم

برحق موقف یہ ہے کہ سبزیوں میں بھی زکوۃ واجب ہے۔تاہم جن حضرات کا کہنا ہے کہ سبزیوں میں زکوۃ واجب نہیں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

(1) عطا بن سائبؒ فرماتے ہیں کہ

﴿ أَرَادَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغِيرَةَ أَنْ يَّأْخُذَ مِنْ أَرْضِ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ مِنَ الْخَضْرَوَاتِ صَدَقَةً ' فَقَالَ لَهُ مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ : لَيْسَ لَكَ ذَلِكَ ' إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ : **لَيْسَ فِي ذَلِكَ صَدَقَةٌ** ﴾

''عبداللہ بن مغیرہؒ نے موسیٰ بن طلحہ کی زمین سے سبزیوں کی زکوۃ لینے کا ارادہ کیا تو موسیٰ بن طلحہؒ نے کہا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں زکوۃ نہیں۔''(۱)

(2) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ وَ أَمَّا الْقِثَّاءُ وَ الْبِطِّيخُ وَ الرُّمَّانُ وَ الْقَصَبُ ''**وَالْخَضْرَوَاتُ**'' فَعَفْوٌ عَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ﴾

''ککڑی'تربوز'انار'گنا اور سبزیوں میں رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ معاف فرمائی ہے۔''(۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِي الْخَضْرَوَاتِ صَدَقَةٌ ﴾

''سبزیوں میں زکوۃ نہیں۔''(۳)

سبزیوں کی زکوۃ کے متعلق دیگر فقہا وائمہ کی آراء حسب ذیل ہیں:

(مالکؒ، شافعیؒ) سبزیوں میں زکوۃ واجب نہیں۔

(احمدؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) صرف اُن سبزیوں میں زکوۃ واجب ہے جنہیں ناپا تولا اور ذخیرہ کیا جا سکتا ہو۔

---

(۱) [دارقطنی (۹۷/۲) کتاب الزکاة : باب لیس فی الخضروات صدقة' مستدرك حاكم (۴۰۱/۱) بیهقی فی السنن الكبرى (۱۲۸/۴) كتاب الزكاة : باب الصدقة فيما يزرعه الآدميون' حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ امام دارقطنیؒ نے اس روایت کو ''العلل'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔[تلخیص الحبیر (۳۲۱/۲)]

(۲) [دارقطنی (۹۷/۲) حاکم (۴۰۱/۱) طبرانی کبیر (۱۵۱/۲۰)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز کرتے ہیں کہ اس روایت میں ضعف وانقطاع ہے۔[تلخیص الحبیر (۳۲۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [بلوغ المرام (۵۰۸)]

(۳) [دارقطنی (۹۶/۲) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مروان سنجاری راوی ضعیف ہے۔]

(ابوحنیفہؒ) سبزیوں میں زکوۃ واجب ہے (انہوں نے عمومی دلائل سے استدلال کیا ہے)۔

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) جس حدیث میں ہے کہ "سبزیوں میں زکوۃ نہیں" اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سبزیوں میں زکوۃ واجب نہیں۔

(شوکانیؒ) سبزیوں میں زکوۃ واجب نہیں۔(۱)

(ترمذیؒ) سبزیوں کی زکوۃ کے متعلق روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اور اس معنی کی کوئی بھی روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔(۲)

(راجح) چونکہ مذکورہ بالا اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف و نا قابل حجت ہیں اس لیے یہ مؤقف بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ لہٰذا عمومی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمینی پیداوار پر 'جبکہ وہ نصاب کو پہنچتی ہو' زکوۃ فرض ہے اور اس میں سبزیاں بھی شامل ہیں۔ (واللہ اعلم)

اس کا نصاب پانچ وسق ہے

(1) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ ﴾

"پانچ وسق سے کم (غلے) پر زکوۃ نہیں۔"(۳)

یہ حدیث گزشتہ عام حدیث ﴿ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ ﴾ کی تخصیص کر دیتی ہے لہٰذا پانچ وسق سے کم غلے میں زکوۃ واجب نہیں۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

---

(۱) [تحفة الأحوذی (۳۲۸/۳) الأم (٤٥/۲) المبسوط (۳/۳) الكافی لابن عبد البر (ص / ۱۰۰) المغنی لابن قدامة (۱٥٨/٤) نيل الأوطار (۱٦٠/٤) الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب زكاة النباتات]

(۲) [جامع ترمذی (بعد الحديث / ٦٣٨)]

(۳) [بخاری (۱٤٤٧) كتاب الزكاة : باب زكاة الورق ' مسلم (۹۷۹) كتاب الزكاة : باب منه ' أبو داود (۱٥٥٨) كتاب الزكاة : باب ما تجب فيه الزكاة ' ترمذی (٦۲۲) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی صدقة الزرع والثمر والحبوب ' نسائی (۱۷/٥) كتاب الزكاة : باب زكاة الإبل ' ابن ماجة (۱۷۹۳) كتاب الزكاة : باب ما تجب فيه الزكاة من الأموال ' موطا (۲٤٤/۱) كتاب الزكاة : باب ما تجب فيه الزكاة ' أحمد (٦/۳) ابن أبی شيبة (۱۱۷/۳) كتاب الزكاة : باب من قال ليس فی أقل من مائتی درهم زكاة ' عبد الرزاق (۷۲٥۲) ابن الجارود (ص / ۱۲٤) دارقطنی (۹۳/۲) كتاب الزكاة]

(ابو حنیفہؒ) پانچ وسق سے کم اور زیادہ ہر مقدار میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۱)

ان کا کہنا ہے کہ عموم کی دلالت قطعی ہے اور قطعی عمومات کو ظنی دلائل سے خاص نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ عام اور خاص دونوں ہی ظنی ہیں بلکہ خاص دلالت و اسناد کے اعتبار سے زیادہ راجح ہے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ عام کو خاص پر محمول کرنا ائمہ اصول کے نزدیک متفق علیہ معاملہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے ایسا کہے (یعنی کہ عام کی تخصیص نہیں کی جائے گی) تو جو شخص ایسے حکم سے بھی جاہل ہے وہ مجتہد کیسے ہو سکتا ہے اور اگر علم کے باوجود ایسا کہے تو پھر اس کے برخلاف صحیح دلیل کے ساتھ حجت قائم ہو چکی ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) پانچ وسق سے کم مقدار میں زکوٰۃ نہیں۔(۳)

(ابن منذرؒ) امام ابو حنیفہؒ کے قول کے علاوہ اس پر اجماع ہے کہ پانچ وسق سے کم غلے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔(٤)

(ابن قدامہؒ) پانچ وسق سے کم غلے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔(٥)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اسی مؤقف کو ثابت کیا ہے۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) غلہ کی زکوٰۃ کا وہ نصاب جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے پانچ وسق ہے۔(۷)

- ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے' ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں' ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ جدید پیمانے کے مطابق ایک صاع تقریباً اڑھائی (2.50) کلوگرام اور ایک وسق چار (4) من کا ہوتا ہے اور اس طرح پانچ وسق بیس (20) من وزن ہوا۔

(ابن تیمیہؒ) وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع نبی ﷺ کے چار مد کے برابر ہے۔(۸)

---

(۱) [الحاوی (۲۱۰/۳) الأم (۴۰/۲) المغنی (٦١/٤) الکافی لابن عبدالبر (ص/۱۰۱) المبسوط (۳/۳) بدائع الصنائع (٦٠/٢)]

(۲) [السیل الجرار (٤٢/٢) نیل الأوطار (۹۸/۳)]

(۳) [المحلی بالآثار (٥٨/٤)]

(٤) [کما فی نیل الأوطار (۹۸/۳)]

(٥) [المغنی (١٦١/٤)]

(٦) [أعلام الموقعین (٣٤٨/٢)]

(۷) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۲۰/۹)]

(۸) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (١٨/٢٥)]

(ابن قدامہؒ) ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(ابن منذرؒ) اہل علم اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ) اوسق' وسق کی جمع ہے۔ وسق بالاتفاق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع چار مُد کے برابر ہے اور مُد ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہے لہٰذا ایک صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کے برابر ہوا۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔(۳)

اس کی شرح زکوٰۃ' عشر یا نصف عشر ہے

عشر سے مراد دسواں حصہ اور نصف عشر سے مراد بیسواں حصہ ہے۔ دراصل اصطلاحی طور پر زرعی پیداور کی زکوٰۃ کو ''عشر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُوْرُ وَ فِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ ﴾

''جو زمینیں نہروں اور آسمانی بارش کے ذریعے سیراب ہوتی ہیں ان میں سے دسویں حصے نکالے جائیں گے اور جس زمین کو جانوروں کے ذریعے پانی لا کر سیراب کیا جاتا ہے اس میں بیسواں حصہ ہے۔''(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔''(٥)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

---

(١) [المغنی لابن قدامة (١٦٧/٤)]

(٢) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٦٧/٦)]

(٣) [فتاوى منار الإسلام (٢٧٩/١)]

(٤) [مسلم (٩٨١) كتاب الزكاة : باب ما فيه العشر أو نصف العشر' أبو داود (١٥٩٧) كتاب الزكاة : باب صدقة الزرع' نسائي (٤١/٥) كتاب الزكاة : باب ما يوجب العشر' ابن الجارود (٣٤٧) ابن خزيمة (٢٣٠٩) شرح معاني الآثار (٣٧/٢) دارقطني (١٣٠/٢) بيهقي (١٣٠/٤)]

(٥) [بخاري (١٤٨٣) كتاب الزكاة : باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجاري]

﴿أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ﴾ ''یا وہ زمین بارش کے بغیر زمینی نمی ورطوبت سے ہی سیراب ہوتی ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے (بعلا کا لفظ عثریا کا بدل ہے)۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ اگر زمین کسی ایسے ذریعے سے سیراب کی جاتی ہو جس میں مشقت نہ ہو یا کم مشقت ہو مثلاً بارش، شبنم، اولے، زمینی نمی ورطوبت اور چشمے وغیرہ تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ زکوۃ نکالنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مشقت طلب ذریعہ سے سیراب کی جاتی ہو مثلاً اونٹ، بیل، یا آدمی پانی لا کر سیراب کریں، یا کنوؤں، یا ٹیوب ویل سے پانی لا کر، یا پانی خرید کر سیراب کیا جائے، یا جیسے آج کل معین رقم ادا کر کے نہری پانی سے فصلوں کو سیراب کیا جاتا ہے تو ان سب صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ زکوۃ واجب ہوگی۔

(نوویؒ) اس مسئلے پر اتفاق ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

کھیتوں اور پھلوں میں وجوبِ زکوۃ کا وقت

(سید سابقؒ) کھیتوں میں زکوۃ اُس وقت واجب ہوگی جب غلہ پک جائے اور مُلا ہوا دانہ بن جائے اور پھلوں میں اُس وقت واجب ہوگی جب اُن کی صلاحیت ظاہر ہو جائے اور یہ اِس طرح پتہ چلتا ہے کہ کچی کھجور سرخ ہو جائے اور انگور میں مٹھاس پیدا ہو جائے، اور زکوۃ صرف اُس وقت نکالی جائے گی جب غلہ صاف کر لیا جائے اور پھل خشک ہو جائیں۔ (٤)

اس کی دلیل وہ آیت ہے جس میں ہے کہ ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ''کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔'' یعنی جب کھیتی کاٹ لو اور پھل اُتار لو تو حق ادا کر دو اور یہ بات محتاجِ دلیل نہیں کہ یہ دونوں کام اُسی وقت ہوتے ہیں جب غلہ اور پھل پک جائے۔

علاوہ ازیں اس ضمن میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (١٤١١) كتاب الزكاة : باب صدقة الزرع، أبو داود (١٥٩٦) نسائي (٢٤٨٨) كتاب الزكاة : باب ما يوجب العشر وما يوجب نصف العشر]

(۲) [شرح مسلم (٦١/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٩٦/٣)]

(٤) [فقه السنة (٣٣٤/١)]

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ ﴾
''نبی ﷺ نے بائع اور مشتری کو کچے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:
﴿ لَا تَبْتَاعُوا الثِّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ﴾
''پھلوں کی بیع نہ کرو جب تک وہ پک نہ جائیں۔''(۲)

(3) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
﴿ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ﴾
''نبی کریم ﷺ نے پھلوں کو اُس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔''(۳)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
﴿ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ ' قَالَ : حَتَّى تَحْمَارَّ ﴾
''رسول اللہ ﷺ نے پھلوں پر سرخی آنے سے پہلے انہیں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔''(٤)

(شیخ حسین بن عودہ) ابن منیر نے اپنی کتاب [المتواری علی تراجم أبواب البخاری (ص / ۱۲۷)] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ''اور وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پھل پکنے کے بعد ہی انہیں فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اور وہی زکوٰۃ کا وقت ہے۔(۵)

---

(۱) [بخاری (۲۱۹٤) کتاب البیوع : باب بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها ' مسلم (۱۵۳٤) کتاب البیوع : باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها بغیر شرط ' ابو داود (۳۳٦۷) کتاب البیوع : باب فی بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها ' نسائی (۲٦۲/۷) أحمد (٥٦/۲)]

(۲) [مسلم (۱۵۳۸) کتاب البیوع : باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها ' نسائی (۲٦۳/۷) ابن ماجة (۲۲۱۵) کتاب التجارات : باب النهی عن بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها ' أحمد (۱۳/٥)]

(۳) [بخاری (۱٤۸۷) کتاب الزکاة : باب من باع ثماره أو نخله أو أرضه أو زرعه ' مسلم (۱۵۳٦) کتاب البیوع : باب باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها بغیر شرط القطع ' حمیدی (۱۲۵٥) ابن حبان (٥۱۹۲) نسائی فی السنن الکبری (٦۱۱٦٦) أبو یعلی (۱۸۰٦) بیهقی (۳۰٤/٥) احمد (۱٤۳٥٦)]

(٤) [بخاری (۱٤۸۸) کتاب الزکاة : باب من باع ثماره أو نخله أو أرضه أو زرعه ' مسلم (۱۵۵٥) کتاب المساقاة والمزارعة : باب وضع الجوائح ' نسائی فی السنن الکبری (٦۱۱۷) ابن حبان (٤۹۹۰) ابن الجارود (٦۰٤) شرح السنة للبغوی (۲۰۸۰) بیهقی (۳۰۰/٥) احمد (۱۲۱۳۹)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٦٦/۳)]

(مجلس ہیئت کبار علماء) پھلوں میں اُس وقت زکوۃ واجب ہوتی ہے جب وہ پک جائیں اور ان کی پختگی ظاہر ہو جائے اور غلے میں اُس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کے دانے اپنی بالیوں میں پک جائیں۔(۱)

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ وَ تُؤْخَذُ زَكَاتُهُ زَبِيْبًا كَمَا تُؤْخَذُ صَدَقَةُ النَّخْلِ تَمْرًا﴾

''رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انگور کا بھی اُس طرح اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اُس کی زکوۃ منقیٰ کی صورت میں وصول کی جائے جیسے کھجور کی زکوۃ خشک کھجور (یعنی چھوارے) کی صورت میں لی جاتی ہے۔''

وہ ضعیف ہے۔(۲)

پھلوں کا درختوں پر تخمینہ لگانا

زکوۃ وصول کرنے والوں کو درختوں پر موجود انگور اور تر کھجور کے تخمینے کے لیے بھیجنا مشروع ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

(1) نبی کریم ﷺ نے فتح خیبر کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اہل خیبر کی کھجوروں کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا تھا۔(۳)

(2) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوْكَ ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيْقَةٍ لَهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ

---

(۱) [كما في توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۵۳/۳)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۳۴۷) كتاب الزكاة : باب في خرص العنب ، ابو داود (۱۶۰۳) ترمذی (۶۳۹) كتاب الزكاة : باب ما جاء في الخرص ، ابن ماجه (۱۸۱۹) كتاب الزكاة : باب خرص النخل والعنب ، شرح معاني الآثار (۳۹/۲) كتاب الزكاة : باب الخرص ، دارقطنی (۱۳۴/۲) كتاب الزكاة : باب في قدر الصدقة فيما أخرجت الأرض وخرص الثمار ، بيهقی (۱۲۲/۴) كتاب الزكاة : باب كيف تؤخذ زكاة النخل والعنب ، امام ابوداود ؒ نے فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب ؒ کا عتاب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ اس میں انقطاع ہے اور امام منذری ؒ نے کہا ہے کہ اس کا انقطاع ظاہر ہے کیونکہ سعید بن مسیب ؒ خلافتِ عمر میں پیدا ہوئے اور عتاب رضی اللہ عنہ اُس روز وفات پا گئے جس روز ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ [تلخيص الحبير (۳۷۸/۲)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۴۷۳) كتاب الزكاة : باب خرص النخل والعنب ، ابن ماجة (۱۸۲۰)]

ﷺ لِأَصْحَابِهِ : اخْرُصُوا وَ خَرَصَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا : احْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا .... فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ : كَمْ جَاءَتْ حَدِيقَتُكِ ؟ قَالَتْ : عَشْرَةَ أَوْسُقٍ خَرَصَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ﴾

''ہم غزوہ تبوک کے لیے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ وادی قریٰ سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ (کہ اس سے کتنی کھجور نکلے گی) آپ ﷺ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا کہ یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔............ پھر جب وادی قریٰ (واپسی پر) پہنچے تو آپ ﷺ نے اسی عورت سے پوچھا کہ تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا تھا؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے اندازے کے مطابق دس وسق آیا تھا۔'' (۱)

تخمینے سے مراد یہ ہے کہ جب انگور اور کھجور میں مٹھاس پیدا ہو جائے تو سارے پھل پر سرسری طور پر نظر دوڑائے پھر اندازہ لگائے کہ جب یہ انگور یا کھجور خشک ہو جائے گی تو اس وقت اس کی مقدار اور وزن کتنا رہ جائے گا۔

(مالکؒ، شافعیؒ) تخمینہ لگانا جائز ہے۔

(ابوحنیفہؒ) یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ غیب کی خبریں ہیں۔(۲)

(ابن قیمؒ) انہوں نے ثابت کیا ہے کہ زکوۃ کے لیے پھلوں کا تخمینہ لگانا صحیح سنت ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) تخمینہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مذکورہ احادیث کھجور اور انگوروں میں اندازہ کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں۔...... اور یہ احادیث امام ابوحنیفہؒ کے قول کا رد کرتی ہیں۔ (٥)

(ابن عربیؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱٤٨۱) كتاب الزكاة : باب خرص التمر، مسلم (۱۳۹۲) كتاب الفضائل : باب في معجزات النبي ﷺ، احمد (۲۳٦٦٥) ابن حبان (٤٥۰۳) ابن أبي شيبة (٥۳۹/۱٤) بيهقي (۱۲۲/٤)]

(۲) [الكافي لابن عبدالبر (ص/۱۰۱) المغني (۱۷۸/٤) الأم (٤۲/۲) الحاوي (۲۲۰/۳) الحجة على أهل المدينة (٥۱۰/۱) نيل الأوطار (۱۰۲/۳)]

(۳) [أعلام الموقعين (۲٦٤/۲)]

(٤) [فتح الباري (٤۰۳/۳)]

(٥) [نيل الأوطار (۱۰۲/۳)]

(٦) [عارضة الأحوذي (۱٤٤/۳)]

(سید سابق ") جب کھجور اور انگور پک جائے اور اس کی پختگی ظاہر ہو جائے تو اس میں نصاب کی مقدار کا اعتبار تخمینہ و اندازہ کے ذریعے ہوگا' ماپنے کے ساتھ نہیں۔...... یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ اسی پر عمل پیرا رہے اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔...... تخمینہ کا سبب یہ ہے کہ یہ عادت جاری ہو چکی ہے کہ تر پھلوں کو کھایا جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے پھلوں کے کھائے جانے اور کاٹے جانے سے پہلے ان کا اندازہ لگا لیا جائے۔(۱)

(امیر صنعانی ") یہ حدیث دلیل ہے کہ پھل اور انگور کا تخمینہ کرنا واجب ہے۔(۲)

(عبداللہ بسام) یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ پھلوں کی وہ مقدار جاننے کے لیے کہ جو اُن (درختوں) سے حاصل ہوگا' اس کا تخمینہ و اندازہ لگانا کافی ہے۔(۳)

❏ (ابن قدامہ ") تخمینہ کرنے کے لیے ایک آدمی ہی کافی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ (اکیلے) ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ہی بھیجا کرتے تھے اور وہ تخمینہ لگاتے تھے اور کسی نے ان کے ساتھ کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔(٤)

❏ جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ ﴾

"جب تم غلہ کا تخمینہ اور اندازہ لگاؤ تو ایک تہائی چھوڑ دیا کرو اگر تہائی نہیں چھوڑ سکتے تو چوتھائی چھوڑ دیا کرو۔"

وہ ضعیف ہے۔(٥)

شہد میں عشر واجب ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ ﴾

---

(۱) [فقه السنة (۳۳۲/۱)]

(۲) [سبل السلام (۸۱۸/۲)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٤۹/۳)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (۱۷٥/٤)]

(٥) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۳٤۹) كتاب الزكاة : باب في الخرص ' المشكاة (۱۸۰٥) ابو داود (۱٦۰٥) ترمذى (٦٤۳) كتاب الزكاة : باب ما جاء في الخرص ' نسائى (۲٤۹۱) كتاب الزكاة : باب كم يترك الخارص ' احمد (۱٥٥۱۱) ابن حبان (۳۲۸۰) حاكم (۱٤٦٤) ابن الجارود (۳٥۲) ابن خزيمة (۲۳۱۹) شرح معانى الآثار (۳۹/۲) طبرانى كبير (۹۹/٦)]

"آپ ﷺ نے شہد سے دسواں حصہ لیا۔" (۱)

(2) حضرت ابوسیارہ متعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے پاس شہد کی مکھیاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَدِّ الْعُشْرَ ﴾ "تو دسواں حصہ ادا کرو۔" (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کے متعلق فرمایا:

﴿ فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزْقَاقٍ زِقٌّ ﴾

"ہر دس مشکوں میں ایک مشک (زکوۃ) ہے۔" (۳)

(یوسف قرضاوی) راجح یہی ہے کہ شہد میں زکوۃ واجب ہے۔ (٤)

(احمدؒ) شہد میں عشر (یعنی دسواں حصہ زکوۃ) ہے۔

(ابوحنیفہؒ) اگر شہد کی مکھیاں عشری زمین میں ہوں تو زکوۃ ہے بصورت دیگر نہیں۔

(مالکؒ، شافعیؒ) شہد میں زکوۃ نہیں۔ (٥)

(مرغینانی حنفیؒ) شہد میں زکوۃ اس صورت میں ہے کہ جب اسے عشری زمین سے حاصل کیا گیا ہو۔ (٦)

(ابن حزمؒ) شہد میں زکوۃ نہیں۔ (٧)

(ابن منذرؒ) شہد میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق کوئی بھی حدیث ثابت نہیں اور نہ ہی اس مسئلے میں اجماع ہے لہٰذا اس میں زکوۃ نہیں اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (٨)

---

(١) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤٧٧) كتاب الزكاة : باب زكاة العسل ' إرواء الغليل (٨١٠) صحيح أبو داود (١٤٢٤) ابن ماجة (١٨٢٤)]

(٢) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٤٧٦) أيضا ' ابن ماجة (١٨٢٣) أحمد (٢٣٦/٤) بيهقى (١٢٦/٤)]

(٣) [صحيح : صحيح ترمذى (٥١٤) كتاب الزكاة : باب ماجاء فى زكاة العسل ' إرواء الغليل (٢٨٦/٣) ترمذى (٦٦٩)]

(٤) [فقه الزكاة (٤٢٦/١)]

(٥) [المغنى لابن قدامة (١٨٣/٤)]

(٦) [نصب الراية مع الهداية (٤٠٥/٢)]

(٧) [المحلى بالآثار (٣٩/٤)]

(٨) [كما فى فقه السنة (٣٣٥/١)]

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شہد میں زکوۃ کو ضروری نہیں سمجھا۔(۱)

(عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ) راجح قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے کہ شہد میں زکوۃ واجب نہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) ابوسیارہ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ (شہد میں) وجوب زکوۃ کی واضح دلیل ہے۔(۳)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ شہد میں دسواں حصہ (بطورِ زکوۃ) واجب ہے۔(۴)

(نواب صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۵)

(البانیؒ) شہد کی زکوۃ کے متعلق احادیث روایت کی گئی ہیں اور ان میں سے بہترین حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے۔(۶)

(راجح) گذشتہ صحیح احادیث سے شہد کی زکوۃ ثابت ہو جاتی ہے اور یہ اس آیت ﴿ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ ﴾ کے عموم میں بھی شامل ہے کیونکہ مکھیاں زمینی پیداوار سے ہی رس حاصل کر کے شہد بناتی ہیں۔

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ لَيْسَ فِي الْعَسَلِ زَكَاةٌ ﴾ ''شہد میں زکوۃ نہیں۔''

وہ ضعیف ہے۔(۷)

گھٹیا قسم کا غلہ زکوۃ میں دینا جائز نہیں

اس مسئلے کی تفصیل آئندہ باب ''زکوۃ نکالنے کا بیان'' کے تحت آئے گی۔

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۱٤۸۳) کتاب الزکاۃ : باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری]

(۲) [مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۱٦۳/٦)]

(۳) [السیل الجرار (۷۸۸/۱)]

(٤) [الدرر البھیة : کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ النباتات]

(۵) [الروضة الندیة (۲۰۰/۱)]

(٦) [تمام المنة (ص/۳٥٤)]

(۷) [بیھقی فی السنن الکبری (۱۲۸/٤) کتاب الزکاۃ : باب ما ورد فی العسل ' معرفة السنن والآثار (۲۸۲/۳) کتاب الزکاۃ : باب ما ورد فی العسل ' حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند میں حسین بن زید راوی ہے اور وہ ضعیف ہے۔[تلخیص الحبیر (۳۸۱/۲)]

باب زکاۃ الرکاز و المعدن — دفینے اور معدنیات کی زکوٰۃ کا بیان

رکاز کی حقیقت

رکاز کے مفہوم کے متعلق علماء کے دو اقوال ہیں:

(1) (جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) اس سے مراد جاہلیت کے زمانے کا زمین میں مدفون خزانہ ہے جو بغیر کسی کثیر محنت ومشقت کے حاصل ہوا ہو۔

(2) (ابو حنیفہؒ، ثوریؒ) رکاز معدنیات کا ہی دوسرا نام ہے۔(۱)

جمہور نے احناف کا رد آئندہ عنوان کے تحت موجود حدیث سے کیا ہے کہ جس میں معدنیات اور رکاز کا الگ الگ ذکر (ایک ہی حدیث میں) ہوا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان دونوں میں یقیناً فرق ہے۔

(صاحب قاموس) انہوں نے رکاز کے دونوں معنے کیے ہیں یعنی معدنیات اور جاہلیت کا دفینہ۔(۲)

(ابن اثیرؒ) رکاز ان دونوں معنوں پر بولا جاتا ہے لیکن حدیث جاہلیت کے دفینے کے متعلق وارد ہے۔(۳)

(البانیؒ) لغت میں دونوں معنے مراد ہیں لیکن شرعاً صرف جاہلیت کا دفینہ مراد ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث میں ہے۔(۴)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ حدیث سے ان دونوں کا فرق صاف ظاہر ہے۔ ثابت ہوا کہ رکاز کے مال میں زکوٰۃ نہیں بلکہ "خمس" یعنی پانچواں حصہ ہے۔ اس کی حیثیت اموالِ غنیمت جیسی ہے۔ اس میں خمس واجب ہے جو کہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور باقی تمام کا مالک وہ شخص ہو گا جسے یہ خزانہ ملا ہے۔

(احمد عبد الرحمٰن البناءؒ) رکاز سے مراد اہل حجاز کے نزدیک زمین میں مدفون جاہلیت کا خزانہ ہے اور اہل عراق کے نزدیک معادن ہیں ...... اور حدیث صرف پہلی تفسیر کے متعلق ہے اور وہ جاہلیت کا خزانہ ہے۔ ...... جمہور نے جو

---

(۱) [نيل الأوطار (۱۰٦/۳) قوانين الأحكام الشرعية (ص/۱۱۹۔۱۲۰) مغني المحتاج (۳۹٤/۱) بدائع الصنائع (٦٥/۲) موطا: كتاب الزكاة: باب زكاة الركاز]

(۲) [القاموس المحيط (ص/٤٦١)]

(۳) [النهاية (۲۰۸/۲)]

(٤) [تمام المنة (ص/۳۷٦)]

رکاز اور معدن کے درمیان فرق کیا ہے وہ ظاہر ہے۔(۱)

(بخاریؒ) معدن رکاز نہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) رکاز سے مراد جاہلیت کا مدفون خزانہ ہے۔(۳)

(شیخ حسین بن عودہ) شرعی طور پر رکاز سے مراد جاہلیت کا دفینہ ہے۔(٤)

(عبداللہ بسام) رکاز سے مراد وہ دفینہ ہے جو جاہلیت کے زمانے سے پایا جائے۔(٥)

(عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ) ہمارے نزدیک راجح موقف وہ ہے جس کے جمہور قائل ہیں کہ رکاز سے مراد صرف جاہلیت کا زمین میں مدفون خزانہ ہے۔(٦)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ

﴿ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرِّكَازِ ، قَالَ : الذَّهَبُ الَّذِيْ خَلَقَ اللّٰهُ فِي الْأَرْضِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضَ ﴾

"رسول اللہ ﷺ سے رکاز کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' (اس سے مراد) وہ سونا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں اُس دن پیدا کیا تھا جس دن زمین و آسمان بنائے تھے۔"

وہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر نا قابل حجت ہے۔(۷)

رکاز سے پانچواں حصہ دینا ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

"اُس مال سے (خرچ کرو) جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے۔"

---

(۱) [الفتح الربانی (٢٤/٩-٢٧)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ١٤٩٩) کتاب الزکاة : باب فی الرکاز الخمس]

(۳) [فقه السنة (٣٤٢/١)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٨٧/٣)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٣٦٨/٣)]

(٦) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١٣١/٦)]

(۷) [ضعیف : أبو يعلى (٦٦٠٩) بيهقى (١٥٢/٤) ديلمى (٣٣٠٧) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔[تفسير قرطبى بتحقيق عبد الرزاق مهدى (٣٠٦/٣)]

(قرطبیؒ) اس سے مراد نباتات' معادن اور رکاز ہے اور یہ آیت ان تینوں اشیاء کو شامل ہے۔(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ " وَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ " ﴾

''جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنوئیں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے گا۔''(۲)

(ابن منذرؒ) ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے اس حدیث کی مخالفت کی ہو سوائے حسنؒ کے' انہوں نے ارضِ حرب اور ارضِ عرب میں پائے جانے والے خزانے کے درمیان فرق کیا ہے۔(۳)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ) رکاز میں خمس ہے' اس پر اتفاق ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) رکاز جاہلیت کا دفینہ ہے' کم ہو یا زیادہ اس میں اہل صدقات کے لیے خمس ہے اور باقی اُس کے لیے ہے جسے وہ دفینہ ملا ہے۔(٥)

کیا نصاب اور سال کی شرط رکاز میں بھی ہے؟

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ قَالَ مَالِكٌ وَ ابْنُ إِدْرِيسَ : الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ " فِي قَلِيلِهِ وَ كَثِيرِهِ الْخُمُسُ " ﴾

''امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رکاز جاہلیت کا خزانہ ہے' اس میں کم مال نکلے یا زیادہ پانچواں حصہ نکالنا پڑے گا۔''(٦)

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۳۰۵/۳)]

(۲) [بخاری (۱٤۹۹) کتاب الزکاۃ : باب فی الرکاز الخمس ' مسلم (۱۷۱۰) کتاب الحدود : باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار ' أبو داود (۳۰۸۵) کتاب الخراج والإمارة والفيء : باب ما جاء فی الرکاز وما فیه ' ترمذی (۱۳۹۱) نسائی (٤٥/٥) ابن ماجة (۲٥۰۹) کتاب الأحکام : باب من أصاب رکازا ' موطا (۲٤۹/۱) مسند شافعی (٦۷۱) طیالسی (۲۳۰٥) ابن أبی شیبة (۲۲٤/۳) أحمد (۲۲۸/۲) ابن الجارود (۳۷۲) بیهقی (۱٥٥/٤) عبد الرزاق (۱۸۳۷۳) حمیدی (۱۰۷۹) شرح معانی الآثار (۲۰٤/۳) أبو یعلی (٦۰٥۰) طبرانی صغیر (۱۲۰/۱)]

(۳) [کما فی مرعاة المفاتیح (۱۳۱/٦)]

(٤) [أیضا]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۲۳۱/٤)]

(٦) [بخاری (قبل الحدیث / ۱٤۹۹) کتاب الزکاۃ : باب فی الرکاز الخمس]

معلوم ہوا کہ رکاز سے خمس نکالنے کے لیے اس کا کسی نصاب تک پہنچنا ضروری نہیں۔

(جمہور، احناف، امیر صنعانی ؒ، البانی ؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(شوکانی ؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(مالک ؒ، احمد ؒ، اسحاق ؒ) نصاب کا اعتبار کیا جائے گا۔(۳)

(ابن حجر ؒ) جمہور علما کا اتفاق ہے کہ اس (رکاز) میں سال کا عرصہ گزرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ فی الوقت پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے۔(٤)

(البانی ؒ) حدیث ''رکاز میں خمس ہے'' کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نصاب کی کوئی شرط نہیں اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے اور اسی کو امام ابن منذر ؒ، امام صنعانی ؒ اور امام شوکانی ؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔(٥)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ؒ) امام شافعی ؒ کے جدید قول کے علاوہ جمہور علماء کے نزدیک رکاز کی کم اور زیادہ مقدار میں کوئی فرق نہیں۔(٦)

(شیخ حسین بن عودہ) رکاز میں نصاب اور سال کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس میں فوری طور پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ وَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ ﴾ ''رکاز میں خمس ہے۔''(۷)

(شیخ عبد اللہ بسام) رکاز کا نہ تو کوئی نصاب ہے اور نہ ہی اس کے لیے سال کی کوئی شرط ہے۔(۸)

کس رکاز میں خمس واجب ہے؟

(ابن قدامہ ؒ) جس رکاز میں خمس واجب اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو مال ہے مثلاً سونا' چاندی' لوہا' سیسہ اور تانبا وغیرہ۔ یہی امام اسحاق ؒ، امام ابو عبید ؒ، امام ابن منذر ؒ، اصحاب الرائے، ایک روایت کے

---

(۱) [تمام المنة (ص/۳۷۷)]

(۲) [نيل الأوطار (۱۰٦/۳)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۰٦/۳) المبسوط (۲۱۱/۲) الهداية (۱۱۰/۱) الكافي لابن عبدالبر (ص/۹٥) الأم (٥۹/۲) الحاوى (۳۳۷/۳) المغنى (۲۳٥/٤)]

(٤) [فتح البارى (۳٦٥/۳)]

(٥) [تمام المنة (ص/ ۳٦٥)]

(٦) [مرعاة المفاتيح (۱۳۱/٦)]

(۷) [بخارى (۱٤۹۹) كتاب الزكاة : باب في الركاز الخمس' مسلم (۱۷۱۰) كتاب الحدود : باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار]

(۸) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۸/۳)]

مطابق امام مالکؒ اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی مؤقف ہے۔ (ان کی دلیل حدیث ''رکاز میں خمس ہے'' کا عموم ہے)۔(۱)

(عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ) حدیث کا ظاہر عموم ہی ہے لہٰذا جمہور کا قول راجح ہے۔(۲)

رکاز کا مصرف

(شوکانیؒ) خمس کا مصرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [الأنفال : ٤١]

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے' اور رسول کا' اور قرابت داروں کا' اور یتیموں اور مسکینوں کا' اور مسافروں کا ہے۔''

(جمہور مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اس خمس کا مصرف وہی ہے جو مالِ فے کے خمس کا مصرف ہے۔

(شافعیؒ) اس کا مصرف وہ ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

(احمدؒ) ان سے مذکورہ دونوں اقوال منقول ہیں۔(۳)

(راجح) فی الحقیقت کتاب وسنت میں رکاز کے مصرف کی کوئی بھی واضح دلیل موجود نہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس کا مصرف امام المسلمین کی رائے پر موقوف سمجھا جائے۔

(البانیؒ) رکاز کا مصرف خلیفۃ المسلمین کی رائے پر موقوف ہے اور وہ اسے وہیں صرف کرنے کا مجاز ہے جہاں ملکی مصلحت تقاضا کرتی ہے اور اسی قول کو ابو عبید نے ''کتاب الاموال'' میں اختیار کیا ہے۔(٤)

(عبداللہ بسام) اس کا مصرف تمام مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے ہے' اسے آٹھ مصارف کے ساتھ مختص نہیں کیا جائے گا اور اسی وجہ سے رکاز کی زکوٰۃ مالِ فے کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔...... اس کا مصرف مالِ فے کا مصرف ہے' اس کے ساتھ آٹھ مصارف خاص نہیں کیے جائیں گے۔(٥)

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (۲۰/۳)]

(۲) [مرعاة المفاتيح (۱۳۲/٦)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۰٦/۳) المبسوط (۲۱۱/۲) بدائع الصنائع ((٦٥/۲) الكافي لابن عبدالبر (ص/۹٦) الأم (٦۲/۲) الحاوی (۳۳٥/۳) المغنى (۲۳٦/٤)]

(٤) [تمام المنة (ص / ۳۷۸)]

(٥) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۸/۳)]

مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

غنیمت ایسے مال کو کہتے ہیں جو جنگ میں حاصل ہو۔(۲)

اس میں منقولہ (مثلاً گاڑیاں' مویشی' آلاتِ جنگ وغیرہ) اور غیر منقولہ (مثلاً زمینیں' عمارتیں اور گھر وغیرہ) سب بغیر کسی فرق کے شامل ہیں۔(۳)

اس کا مفصل بیان آئندہ "کتاب الجهاد" میں آئے گا (انشاءاللہ)۔

- **مالِ فے:** ایسے مال کو کہتے ہیں جو بغیر مشقت (یعنی بغیر جنگ) کے حاصل ہو جائے۔(٤)

مالِ فے کا مصرف اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ [الحشر : ۷]

''بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگایا وہ اللہ کا ہے' اور رسول کا' اور قرابت والوں کا' اور یتیموں مسکینوں کا' اور مسافروں کا ہے۔''

کسی اور چیز میں خمس واجب نہیں

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

کیونکہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ دفینے اور مالِ غنیمت کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی خمس واجب ہے۔ نیز براءتِ اصلیہ کا قاعدہ بھی اس کا مؤید ہے۔

(ابوحنیفہؒ) ہر جوہر میں خمس ہے مثلاً لوہا' تانبا اور پیتل وغیرہ۔(٦)

یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب الخمس]

(۲) [المنجد (ص/٦١٨)]

(۳) [الروضة الندية (٥٢٣/١)]

(٤) [القاموس المحيط (ص/١٠٣١)]

(٥) [الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب الخمس]

(٦) [الروضة الندية (٥٢٦/١)]

معادن میں زکوٰۃ کا حکم

(ابن اثیرؒ) ''معادن'' سے مراد ایسی جگہیں ہیں جن سے زمین کے جواہر نکالے جاتے ہیں مثلاً سونا' چاندی اور تانبا وغیرہ۔ معادن کی واحد معدن ہے۔(۱)

حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن کی روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَ هِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ " لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ "﴾

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو مقامِ قبلیہ کی کانیں عطا فرمائیں۔ یہ جگہ فرع مقام کے ایک جانب ہے۔ پس ان کانوں سے آج تک سوائے زکوٰۃ کے اور کچھ وصول نہیں کیا گیا۔''(۲)

(شافعیؒ) اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اُن روایات میں سے نہیں ہے جسے اہل حدیث ثابت کرتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اسے ثابت کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں سوائے اس کے کہ صرف کان عطا کرنا ثابت ہے اور رہی بات معادن میں خمس کے علاوہ زکوٰۃ کی تو وہ نبی کریم ﷺ سے مروی نہیں ہے۔(۳)

(بیہقیؒ) فی الواقع بات اُسی طرح ہے جیسے امام شافعیؒ نے بیان فرمائی ہے۔(۴)

(امیر صنعانیؒ) یہ (مذکورہ بالا) حدیث ثابت کرتی ہے کہ معادن میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے پانچواں حصہ مراد لیا گیا ہو۔(۵)

(شیخ عبداللہ بسام) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معدنیات میں زکوٰۃ واجب ہے۔(۶)

---

(۱) [النهاية لابن الأثير (۸۲/۳)]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (٦٦٨) كتاب الخراج والإمارة والفيئ : باب في إقطاع الأرضين ' إرواء الغليل (۸۳۰) أبو داود (۳۰٦۱) موطا (۲٤۸/۱) كتاب الزكاة : باب الزكاة في المعادن ' بيهقي في السنن الكبرى (۱٥۲/٤) كتاب الزكاة : باب زكاة المعدن ' معرفة السنن والآثار (۳۰۷/۳) كتاب الزكاة : باب زكاة المعدن ' طبراني (۱٤۱) حاكم (٥۱۷/۳) شرح السنة للبغوي (۳٥٤/۳)]

(۳) [الأم للشافعي (٤۳/۲)]

(٤) [السنن الكبرى للبيهقي (۱٥۲/٤)]

(٥) [سبل السلام (۸۲۸/۲)]

(٦) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۹/۳)]

(راجح) اگر چہ مذکورہ بالا روایت میں ضعف ہے لیکن قرآنی آیت " وَ مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ " کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین سے نکلنے والی ہر قیمتی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس میں معدنیات بھی شامل ہیں جیسا کہ امام قرطبیؒ وغیرہ نے یہی تفسیر فرمائی ہے۔لہٰذا اگر تو معادن کسی کی ذاتی ملکیت ہوں تو اسے چاہیے کہ ان سے زکوٰۃ نکالے۔لیکن اگر حکومتِ اسلامیہ کے زیر کنٹرول ہوں تو پھر ان پر متعین زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ امیر المسلمین کو اختیار ہوگا کہ وہ جہاں مناسب سمجھے تمام مسلمانوں کی مصلحت کے لیے انہیں استعمال کرے۔

کن معادن میں زکوٰۃ ہے؟

(شافعیؒ) ان کا مشہور قول یہ ہے کہ معدنیات میں سے صرف سونے اور چاندی میں زکوٰۃ ہے اور دیگر جواہرات مثلاً تانبا' لوہا' یاقوت' عقیق' زمرد اور سرمہ وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔

(حنفیہ) اُن تمام زمین سے خارج شدہ معدنیات میں زکوٰۃ ہے جنہیں آگ کے ذریعے ڈھالا جاسکتا ہو اور جن میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو مثلاً وہ جامد یا مائع ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں۔انہوں نے سونے اور چاندی پر قیاس کرتے ہوئے یہ مؤقف اپنایا ہے کیونکہ ان میں زکوٰۃ کا وجوب نص و اجماع کے ساتھ ثابت ہے۔

(حنابلہ) وجوبِ زکوٰۃ کے لیے معدنیات میں ایسی کوئی شرط نہیں کہ وہ آگ کے ذریعے ڈھالی جاسکتی ہوں یا ان میں یہ خاصیت نہ ہو بلکہ زمین سے حاصل ہونے والی ہر قسم کی قیمت رکھنے والی معدنیات میں زکوٰۃ ہے خواہ وہ جامد ہوں جیسے لوہا' تانبا اور سیسہ وغیرہ' یا مائع ہوں جیسے مٹی کا تیل اور پٹرول وغیرہ۔(انہوں نے قرآنی آیت " وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ " کے عموم سے استدلال کیا ہے)۔(۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) حنابلہ کا مؤقف راجح ہے۔(۲)

معادن میں شرح زکوٰۃ

(ابوحنیفہؒ) معادن میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ " رکاز میں خمس واجب ہے" چونکہ ان کے نزدیک رکاز سے مراد معادن ہی ہیں اس لیے یہ اس میں خمس کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) ان میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

مذہبِ مالکؒ میں ایک رائے یہ بھی مشہور ہے کہ زمین سے خارج ہونے والی ہر قسم کی معدنیات مسلمانوں

---

(۱) [البحر الزخار (۲۱۰/۲) مرقاۃ شرح مشکاۃ (۱۴۹/۴) المغنی لابن قدامۃ (۲۴/۳)]

(۲) [فقہ الزکاۃ (۴۳۹/۱)]

کے بیت المال کا حصہ ہونی چاہییں کیونکہ مسلمانوں کی مصلحت کا یہ تقاضا ہے کہ یہ تمام اموال اُن سب کے لیے ہوں اور پھر حاکم وقت جہاں مناسب سمجھے وہاں اُن کی مصلحت کے لیے ان اموال سے خرچ کرے۔(۱)

(راجح) معادن سے خمس نکالنا اس لیے واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ البتہ ان میں چونکہ زکوۃ واجب ہے اس لیے ان سے نقدی کی زکوۃ کی طرح اڑھائی فیصد کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکالی جائے گی۔

(احمد عبدالرحمٰن البناءؒ) معدنیات میں نقدی کی زکوۃ کی طرح چالیسواں حصہ واجب ہے۔(۲)

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی) معدن میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے بشرطیکہ وہ نصاب تک پہنچ جائے۔(۳)

(عبداللہ بسام) اس میں چالیسواں حصہ (یعنی اڑھائی فیصد) زکوۃ واجب ہوگی۔(٤)

معادن کا نصاب

(ابوحنیفہؒ) معدن میں وجوبِ زکوۃ کے لیے نصاب کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ کم اور زیادہ ہر قسم کی مقدار پر زکوۃ واجب ہوگی۔ انہوں نے رکاز پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ مذہب اپنایا ہے۔

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) معدن میں نصاب کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کا نصاب نقود کا نصاب ہی ہے۔ انہوں نے اُن تمام احادیث کے عموم سے استدلال کیا ہے جن میں سونے اور چاندی کے نصاب کا ذکر ہے۔(٥)

(راجح) امام شافعیؒ وغیرہ کا مؤقف راجح ہے۔

معادن میں زکوۃ کا وقتِ وجوب

معدنیات میں زکوۃ کے وجوب کا وقت وہی ہے جب یہ حاصل ہوں اور نصاب تک پہنچ جائیں۔ ان میں زکوۃ کے لیے مذاہبِ اربعہ کے اتفاق کے ساتھ سال گزرنے کی بھی شرط نہیں کیونکہ یہ اموال زمین سے حاصل ہونے والے ہیں اور کھیتوں، پھلوں اور دفینوں کے مشابہ ہیں اس لیے ان کی فوراً ہی زکوۃ ادا کر دینی چاہیے۔

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۷۹/۲) بداية المجتهد (۲۵۰/۱) الشرح الصغير (٦٥٠/۱) مغني المحتاج (۳۹٤/۱) المهذب (۱٦۲/۱) المغني (۱۷/۳)]

(۲) [الفتح الرباني (۲۷/۹)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۷۹/۲)]

(٤) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۹/۳)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۸٤/۲) فقه الزكاة (٤٤۷/۱) المجموع (۸۱/٦)]

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) جس موقف کو دلائل مضبوط کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ (معدنیات میں زکوۃ کے لیے) نصاب کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ سال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔(۲)

(شیخ عبداللہ بسام) وجوب صرف اُسی وقت ثابت ہوگا جب معروف نصابِ زکوۃ مکمل ہو جائے گا یعنی بیس دینار سونا یا دوسو درہم چاندی یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو ان کی قیمت کو پہنچ جائے۔ ائمہ اربعہ کے اتفاق کے ساتھ اِس مال کے حاصل ہوتے ہی اس کی زکوۃ ادا کر دی جائے گی کیونکہ یہ وہ مال ہے جو زمین سے حاصل ہوا ہے اور اس کے لیے سال کا کوئی اعتبار نہیں۔(۳)

معادن کا مصرف

(ابو حنیفہؒ) اس کا مصرف مالِ فے کا مصرف ہی ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ) اس کا مصرف زکوۃ کا مصرف ہے (یعنی آٹھ مصارف)۔

(راجح) امام احمدؒ وغیرہ کا موقف راجح ہے کیونکہ معدنیات عام زکوۃ کے مشابہ ہیں' اس لیے ان کا مصرف بھی وہی ہوگا جو زکوۃ کا ہے۔

سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء کی زکوۃ کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ ﴾

''عنبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے' عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَ قَالَ الْحَسَنُ : فِي الْعَنْبَرِ وَ اللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ ' فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ ' لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ ﴾

''امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے رکاز میں

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۸٤/۲)]

(۲) [فقه الزكاة (٤٤٧/۱)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳٦۹/۳)]

پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔‘‘(۱)

(ابن حجرؒ) جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں۔(۲)

(ابن تیمیہؒ) جو اشیاء سمندر سے نکالی جائیں مثلاً موتی اور مرجان وغیرہ ان میں جمہور اہل علم کے نزدیک زکوٰۃ نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ امام زہریؒ، امام حسن بصریؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا قول ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء مثلاً موتی' مرجان اور عنبر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔(٤)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ''البانیؒ'' سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے خیال میں سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء میں زکوٰۃ ہے تو شیخ نے جواب دیا ''ان پر زکوٰۃ نہیں۔‘‘(٥)

(سید سابقؒ) جمہور کا کہنا ہے کہ ہر وہ چیز جو سمندر سے نکالی جاتی ہے مثلاً موتی' مرجان' زبرجد' عنبر اور مچھلی وغیرہ' اس میں زکوٰۃ نہیں الا کہ امام احمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جب سمندر سے خارج شدہ اشیاء نصاب تک پہنچتی ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے بھی موتی اور عنبر میں ان کی موافقت کی ہے۔(٦)

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی) سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء مثلاً موتی' مرجان' عنبر اور مچھلی وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔(۷)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ معدنیات اور زرعی پیداوار پر قیاس کرتے ہوئے' سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء بھی مقررہ حق سے خالی نہیں خواہ ہم اس حق کو زکوٰۃ کا نام دیں یا کچھ اور۔(۸)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ١٤٩٨) کتاب الزکاة : باب ما یستخرج من البحر]

(۲) [فتح الباری (۳/٤٥٧)]

(۳) [مجموع الفتاوی (٢٥/١٩)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٤/٢٤٤)]

(٥) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (٣/٩٥)]

(٦) [فقه السنة (١/٣٤٦)]

(٧) [الفقه الإسلامی وأدلته (٢/٧٨٥)]

(٨) [فقه الزکاة (١/٤٥٤)]

باب إخراج الزكاة — زکوۃ نکالنے کا بیان

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْأَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [البقرة : ٢٦٤]

”اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد مت کرو' جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر۔“

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ " إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ " وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى ' فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا ' أَوْ إِلٰى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا ' فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ ﴾

”اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت دنیاوی دولت حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو تو وہ ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جنہیں حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔“ (١)

(3) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ ' قَالُوْا : وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : الرِّيَاءُ ' يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ' إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ : اذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً ﴾

”بے شک میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے خائف ہوں وہ شرکِ اصغر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ریاکاری۔ جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے

---

(١) [بخاری (١) کتاب بدء الوحی : باب بدء الوحی ' مسلم (١٩٠٧) کتاب الإمارة : باب قوله إنما الأعمال بالنية وأنه يدخل فيه الغزو وغيره ' ابو داود (٢٢٠١) کتاب الطلاق : باب فيما عنى به الطلاق والنيات ' ترمذی (١٦٤٧) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا ' ابن ماجة (٤٢٢٧) کتاب الزهد : باب النية ' نسائی (٥٨/١) احمد (٢٥/١) حمیدی (٢٨) ابن خزيمة (١٤٢)]

گا' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ اُن لوگوں کی طرف جنہیں تم دنیا میں (اپنے اعمال) دکھایا کرتے تھے اور دیکھو کیا تمہیں اُن کے پاس بدلہ ملتا ہے۔''(۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جن تین اشخاص کو جہنم میں پھینکا جائے گا ان میں سے ایک یہ ہوگا:

﴿ وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ أَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا ' قَالَ : مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ ' قَالَ : كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ ﴾

''وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے وافر مال دیا' اس کو ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد کرائے گا۔ وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے' تم نے انعامات کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا' میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جسے تو پسند کرتا تھا کہ اس میں مال خرچ کیا جائے' میں نے اس میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' تو جھوٹ کہتا ہے جبکہ تو نے محض اس لیے مال خرچ کیا تا کہ تجھے سخی کہا جائے' چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے اوندھے منہ گھسیٹ کر دوزخ میں گرا دیا جائے۔''(۲)

(5) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾

''جس نے ریاکاری کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔''(۳)

(ابن قدامہؒ) زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت ضروری ہے (البتہ اگر حاکم وقت اس کے نہ ادا کرنے پر اس سے زبردستی وصول کرے تو پھر نیت کے بغیر بھی کفایت کر جاتی ہے)۔(٤)

---

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب والترهيب (۲۹) الترهيب من الرياء' احمد (٤٢٨/٥) بيهقي (٤٨٣١)]

(۲) [مسلم (۱۹۰۵) كتاب الإمارة : باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار' ترمذي (۲۳۸۲) كتاب الزهد : باب ما جاء في الرياء والسمعة' ابن حبان (٤٠٨) احمد (۸۲۸٤) نسائي (۳۱۳۷) وفي السنن الكبرى (٤٣٤٥/٣) حاكم في المستدرك (٣٦٤/١) بيهقي (١٦٨/٩)]

(۳) [حسن : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (٤٣) احمد (١٢٦/٤) بيهقي في شعب الإيمان (٦٨٤٤) أصبهاني في الترغيب (١١٨)]

(٤) [المغني (٨٨/٤)]

(سید سابق ؒ) زکوٰۃ عبادت ہے اور اس کی صحت کے لیے نیت کی شرط لگائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اسے ادا کرتے وقت خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی (کے حصول) کا ارادہ رکھے' اس کے ذریعے اس سے ثواب طلب کرے اور اپنے دل کے ساتھ یہ پختہ یقین رکھے کہ یہ زکوٰۃ اس پر فرض کی گئی ہے۔(۱)

(شیخ وہبہ زحیلی) فقہاء کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت شرط ہے۔(۲)

(شیخ صالح بن فوزان) نیت کے بغیر زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٤)

گھٹیا اشیاء بطور زکوٰۃ نہیں دینی چاہییں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُوا۟ فِيهِ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔ ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا کہ جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی جس طرح تم خود ردی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے' اس طرح اللہ کی راہ میں بھی ایسی چیزیں خرچ مت کرو)۔''

(جلال الدین سیوطیؒ، جلال الدین محلیؒ) '' الْخَبِيثَ '' سے مراد ردی قسم کا مال ہے۔(٥)

(بیضاویؒ) '' وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ '' مراد یہ ہے کہ تم اُس مال میں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے ردی مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو۔(٦)

(ابن عربیؒ) اس آیت میں ایک فائدہ ہے اور وہ خبیث کے معنی کی پہچان ہے۔ پس ایک جماعت کا یہ کہنا ہے

---

(۱) [فقه السنة (٣١٦/١)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧٥٠/٢)] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح القدير (٤٩٣/١) المجموع (١٨٢/٦) القوانين الفقهية (ص / ٩٩) المهذب (١٧٠/١) المغني (٦٣٨/٢)]

(۳) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (٣٥٦/١)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٩٤/٢)]

(٥) [تفسير جلالين (ص / ١٠٣)]

(٦) [تفسير بيضاوى (١٤٠/١)]

کہ خبیث سے مراد حرام ہے اور اس کے متعلق صاحب "العین" پھسل گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ خبیث ہر فاسد چیز ہے اور انہوں نے "واللہ اعلم" یہ مفہوم رجیع کو خبیث کا نام دینے سے اخذ کیا ہے اور یعقوب نے کہا کہ خبیث سے مراد حرام ہے...... صحیح بات یہ ہے کہ خبیث کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے:

① وہ چیز جس کا کوئی فائدہ نہ ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ﴾ "جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل ختم کر دیتی ہے۔"(۱)

② جس چیز کو نفس برا سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ﴾(۲)

(2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لا کر ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے جسے اصحاب صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

"اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔ ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا کہ جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی جس طرح تم خود ردی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے اس طرح اللہ کی راہ میں بھی ایسی چیزیں خرچ مت کرو)۔"

﴿لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مِثْلُ مَا أَعْطَاهُ لَمْ يَأْخُذْهُ إِلَّا عَلَى إِغْمَاضٍ أَوْ حَيَاءٍ قَالَ: فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ يَأْتِي أَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهُ﴾

"یعنی تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے ہاں اگر شرم لحاظ سے بادل نخواستہ لے لو تو اور بات ہے اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔"(۳)

---

(۱) [بخاری (۱۸۷۱) كتاب الحج: باب فضل المدينة وأنها تنفي الناس ' مسلم (۱۳۸۲) كتاب الحج: باب المدينة تنفي شرارها ' موطا (۸۸۷/۲) حميدی (۱۱۵۲) عبد الرزاق (۱۷۱٦۵) احمد (۳۸٤/۲) طحاوی فی مشكل الآثار (۳۳۲/۲) ابن حبان (۳۷۲۳) شرح السنة للبغوی (۲۰۱٦)]

(۲) [تفسير أحكام القرآن لابن العربی (۲۸٤/۱)]

(۳) [صحیح: صحيح ترمذی ' ترمذی (۲۹۸۷) كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة البقرة ' ابن ماجة (۱۸۲۲) كتاب الزكاة: باب النهي أن يخرج في الصدقة شر ماله ' طبری (٦۱۳۹) ' (٦۱٤۰) امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ [تفسير ابن كثير بتحقيق عبد الرزاق مهدی (٦۳۲/۱)]

(3) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجُعْرُورِ وَ لَوْنِ الْحُبَيْقِ أَنْ يُؤْخَذَا فِي الصَّدَقَةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے جعرور اور حبیق (گھٹیا کھجوروں کی دو قسمیں) بطور زکوۃ لینے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

(4) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْجِدَ وَ بِيَدِهِ عَصًا وَ عَلَّقَ رَجُلٌ قِنًا حَشَفًا فَطَعَنَ بِالْعَصَا فِي ذَالِكَ الْقِنْوِ وَقَالَ : لَوْ شَاءَ رَبُّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْهَا ' وَقَالَ : إِنَّ رَبَّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ ایک آدمی نے ردی کھجور کا خوشہ لٹکایا تو آپ ﷺ نے اس خوشے میں چھڑی مار کر کہا کاش! اس صدقہ کا مالک اس سے اچھی چیز کا صدقہ کرتا اور آپ ﷺ نے فرمایا' یقیناً اس صدقے کا مالک روز قیامت ردی کھجوریں کھائے گا۔''(۲)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِضَبٍّ ' فَلَمْ يَأْكُلْهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ ' قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ' أَلَا نُطْعِمُهُ الْمَسَاكِينَ ؟ قَالَ : لَا تُطْعِمُوهُمْ مِمَّا لَا تَأْكُلُونَ ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے نہ کھایا اور نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مساکین کو کھلا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' انہیں وہ کھانا مت کھلاؤ جسے تم خود کھانا پسند نہیں کرتے۔''(۳)

(سید سابق ؒ) اللہ تعالیٰ نے زکوۃ ادا کرنے والے کو اپنا پاکیزہ مال نکالنے کا حکم دیا ہے اور ردّی مال سے صدقہ

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۴۱۸) کتاب الزکاۃ : باب ما لا یجوز من الثمرة فی الصدقة ' ابو داود (۱۶۰۷) نسائی (۲۴۹۴) کتاب الزکاۃ : باب قوله تعالیٰ : ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ' دارقطنی (۱۳۰/۲) حاکم (۴۰۲/۱) طبری (۶۱۴۲) امام حاکم ؒ نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی ؒ نے ان کی بھی موافقت کی ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبد الرزاق مهدی (۶۳۲/۱)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۴۱۹) کتاب الزکاۃ : باب ما لا یجوز من الثمرة فی الصدقة ' ابو داود (۱۶۰۸)]

(۳) [حسن : احمد (۱۰۵/۶) شیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبد الرزاق مهدی (۶۳۲/۱)]

نکالنے سے منع فرمایا ہے۔(۱)

(شیخ سلیم الہلالی) مال کے مالک کے لیے جائز نہیں کہ عمدہ مال چھوڑ کر ردی قسم کا مال صدقہ کرے۔(۲)

(ڈاکٹر عائض القرنی) خبیث مال بطور زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں۔(۳)

اگر زکوٰۃ دینے والا اپنے اوپر واجب حق سے زیادہ دینا چاہے

تو جائز و مباح ہے جیسا کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿ بَعَثَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُصَدِّقًا فَمَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمَّا جَمَعَ لِی مَالَهُ لَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ فِيهِ إِلَّا ابْنَةَ مَخَاضٍ ، فَقُلْتُ لَهُ : أَدِّ ابْنَةَ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا صَدَقَتُكَ فَقَالَ : ذَاكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ وَ لَا ظَهْرَ وَ لَكِنْ هٰذِهِ نَاقَةٌ فَتِيَّةٌ عَظِيمَةٌ سَمِينَةٌ فَخُذْهَا ، فَقُلْتُ لَهُ : مَا أَنَا بِآخِذٍ مَا لَمْ أُومَرْ بِهِ ، وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْكَ قَرِيبٌ ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَأْتِيَهُ فَتَعْرِضَ عَلَيْهِ مَا عَرَضْتَ عَلَيَّ فَافْعَلْ ، فَإِنْ قَبِلَهُ مِنْكَ قَبِلْتُهُ وَ إِنْ رَدَّهُ عَلَيْكَ رَدَدْتُهُ ، قَالَ : فَإِنِّي فَاعِلٌ ، فَخَرَجَ مَعِي ، وَ خَرَجَ بِالنَّاقَةِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيَّ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ لَهُ : يَا نَبِيَّ اللّٰہِ ! أَتَانِي رَسُوْلُكَ لِيَأْخُذَ مِنِّي صَدَقَةَ مَالِي وَ ايْمُ اللّٰہِ مَا قَامَ فِي مَالِي رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلُهُ قَطُّ قَبْلَهُ فَجَمَعْتُ لَهُ مَالِي ، فَزَعَمَ أَنَّ مَا عَلَيَّ فِيهِ ابْنَةُ مَخَاضٍ ، وَذٰلِكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ وَ لَا ظَهْرَ ، وَقَدْ عَرَضْتُ عَلَيْهِ نَاقَةً عَظِيمَةً فَتِيَّةً لِيَأْخُذَهَا فَأَبَى عَلَيَّ وَ هَا هِيَ ذِهْ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! خُذْهَا ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :

" ذَاكَ الَّذِي عَلَيْكَ فَإِنْ تَطَوَّعْتَ بِخَيْرٍ آجَرَكَ اللّٰہُ فِيهِ وَ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ "

قَالَ : فَهَا هِيَ ذِهْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! قَدْ جِئْتُكَ بِهَا فَخُذْهَا ، قَالَ : فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِقَبْضِهَا وَدَعَا لَهُ فِي مَالِهِ بِالْبَرَكَةِ ﴾

" مجھے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ میں ایک آدمی کے قریب سے گزرا تو اس نے میرے سامنے اپنا مال جمع کر دیا۔ میں نے اس کے مال میں صرف ایک سالہ اونٹنی کی زکوٰۃ ہی پائی لہٰذا میں نے اسے کہا' ایک سالہ اونٹنی دے دو بلاشبہ یہی تمہاری زکوٰۃ ہے۔ اس نے کہا یہ نہ تو دودھ دیتی ہے اور نہ ہی سواری کے قابل ہے' آپ مجھ سے یہ میری موٹی تازی' جوان اونٹنی لے لیجیے۔ میں نے اسے کہا کہ میں وہ چیز وصول نہیں کر

---

(۱) [فقه السنة (۱/۳۳٤)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/۸٦)]

(۳) [فقه الدليل للدكتور عائض القرني (ص / ۲۰۳)]

سکتا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا' البتہ رسول اللہ ﷺ (مدینہ میں) تمہارے قریب ہی ہیں اگر تم مناسب سمجھو تو اپنی وہ اونٹنی اُن پر پیش کرو جو مجھ پر پیش کی ہے' اگر آپ ﷺ نے تم سے یہ اونٹنی قبول کر لی تو میں بھی اسے قبول کر لوں گا لیکن اگر آپ ﷺ نے یہ رد کر دی تو میں بھی اسے رد کر دوں گا۔ پس وہ جانے کے لیے راضی ہو گیا اور میرے ساتھ اپنی وہ اونٹنی بھی لے کر نکل پڑا جو اُس نے مجھ پر پیش کی تھی حتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آن پہنچے۔

اس نے آپ ﷺ سے کہا' اے اللہ کے نبی! میرے پاس آپ کا تحصیل دار زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آیا اور اللہ کی قسم! پہلے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا کبھی میرے پاس نہیں آیا۔ میں نے اپنا مال اس کے سامنے جمع کر دیا تو اس کا گمان تھا کہ مجھ پر اس مال میں سے ایک سالہ اونٹنی واجب ہے لیکن وہ نہ تو دودھ دیتی تھی اور نہ ہی سواری کے قابل تھی۔ اس لیے میں نے اس کے سامنے اپنی ایک موٹی تازی' جوان اونٹنی پیش کی تا کہ وہ اسے لے لے' لیکن اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں وہ اونٹنی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' آپ ﷺ اسے لے لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تجھ پر واجب حق تو اتنا ہی تھا لیکن اگر تم اپنی خوشی سے نیکی کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا اور ہم تم سے اسے قبول کریں گے۔''

پھر اس نے کہا یہ اونٹنی ہے' آپ اسے لے لیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے لینے کا حکم دے دیا اور اس کے لیے اس کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔'' (۱)

زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ ، فَسَلَّمَ ، فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ : ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا ، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي ، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ ﴾

''میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے میں گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگو۔

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۴۰۱) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ السائمۃ' ابو داود (۱۵۸۳)]

کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کی ڈلی (تقسیم سے) بچ گئی تھی مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا تو میں نے اسے تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) یہ حدیث زکوٰۃ نکالنے میں جلدی کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔(۲)

(ابن بطالؒ) یقیناً خیر کے کام میں جلدی کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ آفات و مصائب پیش آ سکتے ہیں' رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں' موت سے کسی کو امن نہیں ہے اور ٹال مٹول ایک غیر پسندیدہ عمل ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) سال گزرنے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر جائز نہیں۔(٤)

(ابن قدامہؒ) زکوٰۃ کی ادائیگی فوری طور پر واجب ہے اگر استطاعت ہو تو اسے نکالنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) مال کے مالک کے لیے اُس وقت تک (زکوٰۃ کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا جائز ہے جب تک اس سے مطالبہ نہیں کیا جاتا کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم مطلق ہے۔لہٰذا اس کے لیے ابتدائی یا کوئی اور وقت متعین نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کے لیے کوئی جگہ کسی جگہ سے متعین نہیں۔(٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالًا قَطُّ إِلَّا أَهْلَكَتْهُ ﴾

''زکوٰۃ کبھی کسی مال کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوئی مگر اس نے اسے ہلاک کر دیا۔''

وہ ضعیف ہے۔(٦)

وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۸٥۱) کتاب الأذان : باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطاهم' احمد (۷/٤_۳۸٤) نسائی (۸٤/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۷/۳)]

(۳) [أیضا]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۹۸/۹)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۱٤٦/٤)]

(٦) [ضعیف : هدایة الرواة (۲/۲٥٤) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۸۰/۱) مسند حمیدی (۲۳۷) بزار فی کشف الأستار (۸۸۱) بیهقی (۱٥۹/٤) مجمع الزوائد (٦۷/۳) اس کی سند میں محمد بن عثمان بن صفوان راوی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے۔[الجرح والتعدیل (۲٤/۸)' (۱۰۸)]

﴿ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ ﴾

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا زکوٰۃ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا ہو سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔'' (۱)

(شافعیؒ، احمدؒ، ابو حنیفہؒ) وقت (یعنی سال گزرنے) سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(مالکؒ) یہ جائز نہیں ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) وقت سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن حزمؒ) وقت سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(٥)

(ابن بازؒ) وقت سے پہلے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔(٦)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں جبکہ مصلحت اس کی متقاضی ہو۔(۸)

☐ (ابن قدامہؒ) ہمارے علم کے مطابق بغیر کسی اختلاف کے نصاب کے مالک ہونے سے پہلے زکاۃ ادا کر دینا جائز نہیں اور اگر کچھ نصاب کا مالک ہو اور اسی کی زکوٰۃ جلدی ادا کر دے یا (مکمل) نصاب کی زکوٰۃ ادا کر دے تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس نے حکم کے سبب سے پہلے ہی حکم کو ثابت کیا ہے۔(۹)

---

(۱) [حسن : صحیح أبو داود (۱٤۳۰) كتاب الزكاة : باب في تعجيل الزكاة ' أبو داود (۱٦۲٤) ترمذی (٦۷۸) كتاب الزكاة : باب ما جاء في تعجيل الزكاة ' ابن ماجة (۱۷۹٥) كتاب الزكاة : باب تعجيل الزكاة قبل محلها ' أحمد (۱/۱۰٤) دارمی (۱/۳۸٥) كتاب الزكاة : باب في تعجيل الزكاة ' دارقطنی (۲/۲۳) كتاب الزكاة : باب تعجيل الصدقة قبل الحول ' بيهقی (٤/۱۱۱) حاكم (۳/۳۳۲) الطبقات لابن سعد (٤/۲٦) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [نيل الأوطار (۳/۱۰۹)]

(۳) [المغنی (٤/۷۹)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۳/٤۰۲)]

(٥) [المحلى بالآثار (٤/۲۱۳)]

(٦) [فتاوى إسلامية (۲/٥۷۱)]

(۷) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۱/۳٥۷)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/٤۲۲)]

(۹) [المغنی لابن قدامة (٤/۸۰)]

زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنی زکوٰۃ حاکم وقت کے سپرد کرنے سے ہی بری ہو جاتا ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ سَتَكُونُ أَثَرَةٌ وَ أُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! فَمَا تَأْمُرُنَا ؟ قَالَ : تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللّٰهَ الَّذِي لَكُمْ ﴾

"عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو اپنے نفسوں کو تم پر فضیلت دیں گے اور ایسے معاملات ہوں گے جنہیں تم برا سمجھو گے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں (ایسے وقت کے متعلق) کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' تم اپنے اس حق کو ادا کر دینا جو تمہارے ذمے ہے اور تمہارا جو حق (ان پر ہے) اسے اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔" (۱)

(2) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا جبکہ ایک آدمی آپ ﷺ سے سوال کر رہا تھا کہ

﴿ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَمْنَعُونَنَا حَقَّنَا ' وَ يَسْأَلُونَنَا حَقَّهُمْ ؟ فَقَالَ : اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ﴾

"مجھے بتلائیے کہ اگر ہمارے اوپر ایسے امراء ہوں جو ہمارا حق ہم سے روک لیں لیکن اپنا حق ہم سے مانگیں (تو ہم کیا کریں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا' سنو اور اطاعت کرو بلاشبہ ان پر وہ کچھ ہے جو ان پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ کچھ ہے جو تم پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔" (۲)

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ادْفَعُوا إِلَيْهِمْ مَا صَلُّوا الْخَمْسَ ﴾

"تم ان کی طرف (ان کے حقوق) ادا کرو جب تک کہ وہ پانچوں نمازیں پڑھتے رہیں۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۳۶۰۳) کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الإسلام ' مسلم (۱۸۴۳) کتاب الإمارة : باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء الأول فالأول ' ترمذی (۲۱۹۰) کتاب الفتن : باب فی الأثرة ' أحمد (۴۲۸/۱) ابن حبان (۴۵۸۷) بیهقی (۱۵۷/۸)]

(۲) [مسلم (۱۸۴۶) کتاب الإمارة : باب فی طاعة الأمراء وإن منعوا الحقوق ' ترمذی (۲۱۹۹) کتاب الفتن : باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم]

(۳) [طبرانی أوسط (۱۳۶۹) مجمع الزوائد (۲۸/۳) ' (۱۳۶۹)]

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ ادْفَعُوْهَا إِلَيْهِمْ وَإِنْ شَرِبُوا الْخُمُوْرَ ﴾

”تم اسے (یعنی ان کے حقوق کو) ان کی طرف ادا کرو اگرچہ وہ شرابیں پئیں۔“(۱)

ظالم حکمرانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(جمہور) انہوں نے گزشتہ سطور میں موجود احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ زکوٰۃ کا مال ظالم حکام کے سپرد کرنا جائز ہے۔(۲)

(احمد عبدالرحمٰن البناءؒ) برحق موقف وہی ہے جسے جمہور نے اختیار کیا ہے۔(۳)

صدقہ لینے والے کو راضی کرنا چاہیے

(1) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ ، فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ ﴾

”جب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو (لازماً) وہ راضی خوشی تم سے واپس لوٹے۔“(٤)

(2) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ جَاءَ نَاسٌ - يَعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ - إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالُوْا : إِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَأْتُوْنَا فَيَظْلِمُوْنَا ، فَقَالَ : **أَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ** ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَإِنْ ظَلَمُوْنَا ؟ قَالَ : **أَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَ إِنْ ظُلِمْتُمْ** ﴾

”کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہمارے پاس آتے ہیں جو ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش رکھو۔ انہوں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' زکوٰۃ

---

(۱) [بیهقی (۱۱۵/٤)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۱۵/۳)]

(۳) [الفتح الربانی (۳۸/۹)]

(٤) [صحیح : صحیح نسائی ' نسائی (۲٤٦۱) کتاب الزکاۃ : باب إذا جاوز فی الصدقة ' مسلم (۹۸۹) کتاب الزکاۃ : باب إرضاء الساعی ما لم یطلب حراما ' ترمذی (٦٤٧) کتاب الزکاۃ : باب ما جاء فی رضا المصدق ' ابن ماجة (۱۸۰۲) کتاب الزکاۃ : باب ما یأخذ المصدق من الإبل ' احمد (۳٦۰/٤) دارمی (۳۹٤/۱) کتاب الزکاۃ : باب لیرجع المصدق عنکم وهو راض ' حمیدی (۷۹٦)]

وصول کرنے والوں کو خوش رکھو اگرچہ تم پر ظلم ہی کیوں نہ کیا جائے۔'' (۱)

(نوویؒ) صدقہ لینے والوں کو راضی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ واجب حق کی ادائیگی' اُن کے ساتھ نرمی اور انہیں کسی مشقت میں نہ ڈال کر' خوش کرو۔ (۲)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) انہوں نے بھی یہی وضاحت کی ہے۔ (۳)

(طیبیؒ) زکوٰۃ لینے والوں کو راضی خوشی لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ انہیں مرحبا کہا جائے یعنی عمدہ طریقے سے ان کا استقبال کیا جائے اور انہیں اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے (کسی قسم کے حیلے بہانے یا ٹال مٹول سے کام نہ لیا جائے) تا کہ وہ خوش ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ (٤)

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ ، فَإِذَا جَاءُوكُمْ فَرَحِّبُوا بِهِمْ ، وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِكُمْ ، وَ إِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهِمْ ، وَ أَرْضُوهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ ﴾

''عنقریب تمہارے پاس (زکوٰۃ وصول کرنے والے) ایسے لوگ آئیں گے جن کو تم ناپسند کرو گے لیکن جب وہ تمہارے پاس آئیں گے تو تم انہیں خوش آمدید کہو اور انہیں ان کی چاہت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے دو۔ اگر وہ عدل وانصاف کریں گے تو انہیں ثواب ملے گا اور اگر وہ زیادتی کریں گے تو ان پر گناہ ہوگا۔ لیکن تم انہیں خوش رکھو اس لیے کہ تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل انہیں خوش رکھنا ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔''

وہ ضعیف ہے۔ (۵)

اگر کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی جائے اور وہ غنی نکل آئے؟

تو اس صورت میں زکوٰۃ کفایت کر جائے گی۔ اس کا مزید بیان آئندہ باب ''زکوٰۃ کے مصارف کا بیان'' کے تحت آئے گا۔

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱٤۰٤) کتاب الزکاۃ : باب رضاء المصدق ' ابو داود (۱۵۸۹) السلسلۃ الصحیحۃ (۳٤/۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳۱٤/٤)]

(۳) [عون المعبود (۳۳۱/٤)]

(٤) [کما فی تحفۃ الأحوذی (۳۵۳/۳)]

(۵) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۲۷۸) کتاب الزکاۃ : باب رضا المصدق ' ابو داود (۱۵۸۸)]

اجناس کے بدلے قیمتیں دینا

مراد یہ ہے کہ اگر کسی صاحب مال پر بکری، گائے، اُونٹ یا پھل بطورِ زکوٰۃ واجب ہیں تو کیا اُس پر ضروری ہے کہ وہ انہی اجناس میں سے زکوٰۃ نکالے یا وہ ان کے بدلے قیمت بھی ادا کر سکتا ہے؟ تو اس ضمن میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہی جنس بطورِ زکوٰۃ نکالی جائے جس کے نکالنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قیمت نکالنے سے فقراء و مساکین یا دیگر مصارف میں زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ قیمتیں بھی اموال ہی ہیں۔ نیز زکوٰۃ سے مقصود فقراء و مساکین کی محتاجی دور کرنا ہے اور یہ قیمتوں کے ذریعے بھی ممکن ہے بلکہ اس کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ مختلف الانواع حاجات قیمتوں کے ذریعے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں امام بخاریؒ نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت کو تعلیقاً نقل فرما کر اسی مؤقف کی تائید کی ہے:

﴿ وَقَالَ طَاوُسٌ : قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ : ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ ، وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ بِالْمَدِينَةِ ﴾

"طاؤسؒ نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ سامان و اسباب یعنی دھاری دار چادریں یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لیے بھی بہتری ہوگی۔" (۱)

اور وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجتے وقت فرمایا:

﴿ خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ ، وَ الشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ ، وَ الْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ ، وَ الْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ ﴾

"غلے میں سے غلہ، بکریوں میں سے بکری، اونٹوں سے اونٹ اور گائیوں سے گائے وصول کرنا۔"

وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے نا قابل حجت ہے۔ (۲)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ۱٤٤٨) کتاب الزکاۃ : باب العرض فی الزکاۃ]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۳٤٦) کتاب الزکاۃ : باب صدقۃ الزرع، ضعیف ابن ماجۃ (۳۹۹) ضعیف الجامع الصغیر (۲۸۱٦) ابو داود (۱۵۹۹) ابن ماجۃ (۱۸۱٤) کتاب الزکاۃ : باب ما تجب فیہ الزکاۃ من الأموال، دارقطنی (۲/ ۱۰۰) حاکم (۳۸۸/۱) بیہقی فی السنن الکبری (۱۸۲/٤) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام حاکمؒ نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے بشرطیکہ عطاءؒ کا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہو۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ثابت نہیں کیونکہ عطاءؒ معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یا اُن کی وفات کے سال یا اُن کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہوئے اور امام بزارؒ نے کہا ہے کہ ہمیں علم نہیں کہ عطاءؒ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا ہو۔ [تلخیص الحبیر (۳۷۵/۲)] امام شوکانیؒ نے بھی اس روایت کے متعلق حافظ ابن حجرؒ کی یہی وضاحت نقل فرمائی ہے۔ [نیل الأوطار (۱۱۱/۳)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) انہوں نے اسی مؤقف کو ترجیح دی ہے۔(۱)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(ابوحنیفہؒ) قیمت نکالنا بھی جائز ہے' نیز جنس اور قیمت میں کوئی فرق نہیں۔

(شافعیؒ، اہل ظاہر) صرف جنس ہی بطورِ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔(۲)

(ابن تیمیہؒ) قیمت نکالنا صرف کسی ضرورت اور مصلحت کے وقت جائز ہے۔(۳)

(احمد عبدالرحمٰن البناءؒ) برحق مؤقف یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی صرف جنس سے ہی واجب ہے اور اس کے بدلے قیمت ادا نہیں کرنی چاہیے الا کہ کوئی عذر ہو۔(٤)

(شوکانیؒ) حق بات یہ ہے کہ جنس سے ہی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے' اسے چھوڑ کر قیمت ادا نہیں کی جائے گی الا کہ کوئی عذر درپیش ہو۔(٥)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

اگر وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہو جائے

(ابن تیمیہؒ) اگر بغیر کسی کوتاہی کے مالک سے نصاب ہلاک ہو جائے تو وہ زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا اور اسی قول کو اصحابِ احمد سے ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔(۷)

(ابن قدامہؒ) صحیح مؤقف ''انشاء اللہ'' یہ ہے کہ مال کی ہلاکت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے جبکہ صاحبِ نصاب نے ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو......اور کوتاہی یہ ہے کہ اُس کے لیے زکوٰۃ نکالنا ممکن ہو لیکن وہ نہ نکالے اور اگر اس کے لیے زکوٰۃ نکالنا ''کسی مستحق نہ ہونے یا مال دور ہونے وغیرہ'' کی وجہ سے ممکن ہی نہ ہو تو وہ کوتاہی

---

(۱) [فقه الزكاة (۸۰٥/۲)]

(۲) [المغني لابن قدامة (٦٥/۳) الأم للشافعي (۷۸/۲) شرح المهذب (٤٠٤/٥) الهداية (۱۰۱/۱) الكافي لابن عبد البر (ص / ۱۱۲) المبسوط (۱٥٦/۲) الشرح الكبير مع حاشية الدسوقي (٥٠۲/۱) فقه الزكاة (۸۰۱/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (۸۲/۲٥)]

(٤) [الفتح الرباني (٤۷/۹)]

(٥) [نيل الأوطار (۱۱۱/۳)]

(٦) [فقه السنة (۳٤۹/۱)]

(۷) [الاختيارات الفقهية (ص / ۹۹)]

کرنے والا نہیں ہوگا۔(۱)

(البانیؒ) انہوں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اگر زکوۃ واجب ہونے کے بعد ادائیگی سے پہلے مال ہلاک ہو جائے تو اس مسئلے میں راجح مؤقف یہ ہے کہ ایسے شخص سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی جس کے پاس ادائیگی کے امکان سے پہلے نصاب ہلاک ہو جائے بشرطیکہ اس نے ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو بصورتِ دیگر زکوۃ اسی کے ذمہ ہوگی۔(۳)

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(ابوحنیفہؒ) اگر وجوبِ زکوۃ کے بعد مال (نصاب) ہلاک ہو جائے تو زکوۃ ساقط ہو جائے گی خواہ ادائیگی ممکن ہو یا نہ ہو۔

(جمہور) اگر وجوبِ زکوۃ کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو زکوۃ ساقط نہیں ہوگی بلکہ وہ اس کا ضامن ہوگا کیونکہ جس پر وجوب ثابت ہو جائے وہ ادائیگی سے عاجز ہونے کی وجہ سے اس سے بری نہیں ہوگا جیسا کہ صدقہ فطر، حج اور لوگوں کے قرضوں میں کیفیت ہوتی ہے۔ زکوۃ مال کے مالک پر متعین حق ہے، پس اگر وہ اس کے مستحق تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو جائے تو وہ شخص محض اس وجہ سے اس حق سے بری نہیں ہوگا، جیسے کسی انسان کا قرض (اگر قرض لینے والے کے پاس ہلاک ہو جائے تو وہ صرف اسی وجہ سے بری نہیں ہوتا بلکہ اُسے وہ قرض ادا کرنا ہی ہوتا ہے)۔(٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ زکوۃ کے واجب ہو جانے کے بعد اب یہ انسان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہے۔ اگر تو مال کے ہلاک ہو جانے کے بعد اُس کے پاس کبھی اتنی طاقت ہی نہ ہو کہ وہ یہ قرض ادا کر سکے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔'' لیکن اگر پھر اُس کے پاس مال آ جائے تو اُسے اِس (مال کی ہلاکت والے) سال کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی کیونکہ زکوۃ 'اللہ کا قرض' اُس کے ذمہ ابھی باقی ہے اور حدیث میں فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى ﴾

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (٤٦٥/٢)]

(۲) [تمام المنة (ص / ۳۷۹)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٩٨/٣)]

(٤) [فتح القدير (٥١٤/١) الدر المختار (٢٨/٢) بدائع الصنائع (١٥/٢) بداية المجتهد (٢٤١/١) المهذب (١٤٤/١) القوانين الفقهية (ص / ٩٩) المغنى (٤٦٥/٢) الفقه الإسلامى وأدلته (٧٥٦/٢)]

''اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔'' (۱)

(سید سابقؒ) جب مال میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہو جائے یعنی اس پر (نصاب تک پہنچنے کے بعد) سال کا عرصہ گزر جائے یا (اگر کھیتی ہے تو) اس کی کٹائی کا وقت آ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ہی سارا یا کچھ مال ہلاک ہو جائے تو مکمل زکوٰۃ صاحبِ مال کے ذمہ واجب رہے گی خواہ اس کی کوتاہی کے ساتھ مال ہلاک ہوا ہو یا کوتاہی کے بغیر۔ اس مسئلے کی بنیاد یہ ہے کہ زکوٰۃ ذمہ میں واجب ہے۔

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احمدؒ) یہی ان کا مشہور مذہب ہے۔ (۲)

اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے الگ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے

مثلاً چوری ہو جائے یا کہیں گم ہو جائے تو صاحب مال پر لازم ہے کہ وہ باقی مال سے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ اللہ کا قرض اُس پر ابھی بھی باقی ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن حزمؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے لیے مال الگ کرے اور نیت کرے کہ یہ مال زکوٰۃ کے لیے ہے لیکن پھر وہ (مال) ہلاک ہو جائے تو وہ مال کے مالک کے ذمہ ہی ہے۔ اس وجہ سے اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی خواہ وہ (دوبارہ) اسے مستحق تک پہنچانے پر قادر ہو یا نہ ہو۔ (٥)

(سید سابقؒ) ایسے شخص پر دوبارہ زکوٰۃ نکال کر اُس تک پہنچانا جس تک پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لازم ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۹۵۳) کتاب الصوم: باب من مات وعلیه صوم، مسلم (۱۱٤۸) کتاب الصیام: باب قضاء الصوم عن المیت، ابو داود (۳۳۰۸)، (۳۳۱۰) ترمذی (۷۱٦)، (۷۱۷) نسائی فی السنن الکبری (۲۹۱۵) ابن ماجة (۱۷۵۸)]

(۲) [فقه السنة (۳٤۸/۱) المحلی (۳۹۱/۵)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۵۸/۲)]

(٤) [المحلی (۳۹۱/۵)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۱٤۹/٤)]

(٦) [فقه السنة (۳٤۸/۱)]

(سعودی مجلس افتاء) اگر زکوٰۃ کا مال چوری ہو جائے تو اس کے بدلے اور مال ادا کرنا واجب ہے کیونکہ آپ زکوٰۃ کی ذمہ داری سے اُس وقت تک بری نہیں ہوں گے جب تک اسے اس کے مستحق تک نہ پہنچا دیں۔(۱)

ایک دوسرا فتویٰ یوں ہے کہ

آپ پر اُس مالِ زکوٰۃ کے بدلے جو نہر میں تلف ہو گیا ہے اور مالِ زکوٰۃ فقراء کو ادا کرنا واجب ہے کیونکہ وہ مال (جو نہر میں گر کر تلف ہوا ہے) اس کے مستحق تک نہیں پہنچا۔(۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی

(سید سابقؒ) جس پر کئی سال گزر جائیں اور اس نے اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ ان (گزشتہ) تمام سالوں کی زکوٰۃ نکالے خواہ اسے زکوٰۃ کے وجوب کا علم ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب میں۔

(ابن منذرؒ) اگر باغی لوگ کسی شہر پر غالب آ جائیں اور اس شہر والے کئی سال تک زکوٰۃ ادا نہ کریں، پھر (مسلمانوں کا) حکمران غلبہ پا لے تو وہ ان سے گزشتہ (تمام سالوں) کی زکوٰۃ وصول کرے گا۔

(مالکؒ، شافعیؒ، ابوثورؒ) ان کا یہی قول ہے۔(۳)

(شیخ حسین بن عودہ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حیلہ نہ برتا جائے

مثلاً زکوٰۃ دینے والا الگ الگ مال کو اکٹھا کر لے یا اکٹھے مال کو الگ الگ کر لے۔ اس مسئلے کا تفصیلی بیان گزشتہ باب ''جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان'' کے تحت گزر چکا ہے۔

مشترک کاروبار کی زکوٰۃ

کاروبار میں شریک حضرات کو اپنے اپنے حصے کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔ اس مسئلے کا مزید بیان بھی گزشتہ باب ''جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان'' کے تحت گزر چکا ہے۔

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٧/٩)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٩/٩)]

(۳) [فقه السنة (٣٤٩/١)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٠٠/٣)]

زکوٰۃ کا مال چھپا لینا جائز نہیں

کیونکہ جب زکوٰۃ واجب ہو چکی ہے تو اب اس کی ادائیگی بہر صورت ضروری ہے اور اگر کوئی زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کچھ مال چھپائے گا تو وہ مجرم ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو اسے سزا وعقاب سے دوچار کیا ہی جائے گا مگر دنیا میں بھی اگر علم ہو جائے کہ فلاں نے زکوٰۃ کا مال چھپا لیا تھا تو حاکم وقت اس سے زبردستی بھی وصول کر سکتا ہے اور اس پر جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے جیسا کہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا صریح فرمان موجود ہے۔(۱)

البتہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ قُلْنَا : إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا ' أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُونَ ؟ قَالَ : لَا ﴾

''ہم نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں' کیا ہم ان کی زیادتی کے برابر اپنا مال چھپا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔''

وہ ضعیف ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ صدقہ لینے والوں سے کچھ بھی چھپانا جائز نہیں۔(۳)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم

مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مستحق تک خود زکوٰۃ نہ پہنچائے بلکہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دے تو کیا یہ جائز ہے؟ تو چونکہ شریعت میں اس کام کی کوئی ممانعت موجود نہیں اور یہ مسئلہ بھی معاملات سے متعلقہ ہے کہ جن کے متعلق اہل اصول کے ہاں یہ قاعدہ معروف ہے کہ معاملات میں اصل اباحت ہے حتی کہ کسی کام کی ممانعت آ جائے' لہٰذا کسی کو وکیل بنانے کا جواز ہی برحق ہے۔ علاوہ ازیں دیگر متعدد دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں کسی کو اپنا نائب ووکیل بنانا جائز ہے جیسا کہ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ ﴾ [الكهف : ١٩]

''اپنی اس چاندی کے ساتھ کسی کو شہر کی طرف بھیجو۔''

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۱۳۹۳) كتاب الزكاة : باب زكاة السائمة ' ابو داود (۱۵۷۵)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۲۷۷) كتاب الزكاة : باب رضا المصدق ' هداية الرواة (۲/۲۵۱) ابو داود (۱۵۸۶) اس کی سند میں بنودوس کا ایک آدمی ''دیسم'' ہے جس کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق علم نہیں کہ یہ کون ہے۔ مزید دیکھئے: تهذيب الكمال (۸/۵۰۱)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۱۱۶)]

(2) ﴿ فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٣٥]
''تم اس لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک ایک حکم (فیصل) بھیجو۔''

(3) ﴿ اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا ﴾ [يوسف : ٩٣]
''میری یہ قمیص لے جاؤ۔''

(4) ﴿ اِجْعَلْنِي عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ﴾ [يوسف : ٥٥]
''مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔''

(5) حضرت ابن أبي أوفى رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
''میں اپنے والد کے مال کا صدقہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِي أَوْفٰى ''(١)

(6) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا ﴾
''اے انیس! اس کی بیوی کی طرف صبح جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔''(٢)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹوں پر مقرر فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ وہ اونٹوں کے چمڑے اور جلیں تقسیم کر دیں۔''(٣)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
﴿ وَكَّلَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ وَأَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ عُقْبَةَ ابْنَ عَامِرٍ غَنَمًا يَقْسِمُهَا

---

(١) [احمد (٣٥٣/٤) شرح السنة (٣١٤/٣) بيهقى (١٥٧/٤) طبرانى كبير (١١) مشكل الآثار (١٦٢/٤) ابن ماجة (١٧٩٦)]

(٢) [بخارى (٢٦٩٦) كتاب الوكالة : باب الوكالة فى الحدود ' مسلم (١٦٩٧) كتاب الحدود : باب من اعترف على نفسه بالزنى ' ابو داود (٤٤٤٥) كتاب الحدود : باب المرأة التى أمر النبى برجمها من جهينة ' نسائى (٢٤٠/٨) ترمذى (١٤٣٣) كتاب الحدود : باب ما جاء فى الرجم على الثيب ' ابن ماجة (٢٥٤٩) كتاب الحدود : باب حد الزنا ' دارمى (١٧٧/٢) احمد (١١٥/٤) حميدى (٣٥٤/٢) طيالسى (٩٥٣) بيهقى (٢١٢/٨) شرح السنة (٢٧٤/١٠)]

(٣) [بخارى (١٧٠٧) كتاب الحج : باب الجلال للبدن ' مسلم (١٣١٧) كتاب الحج : باب فى الصدقة بلحوم الهدى وجلودها وجلالها ' ابو داود (١٧٦٩) كتاب المناسك : باب كيف تنحر البدن ' ابن ماجة (٣٠٩٩) كتاب المناسك : باب من جلل البدن ' نسائى فى السنن الكبرى (٤٥٦/٢)]

بَيْنَ أَصْحَابِهِ ﴾

”نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃِ رمضان (یعنی صدقہ فطر) کی حفاظت میں مجھے وکیل بنایا اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کچھ بھیڑ بکریاں دیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دے۔“(۱)

کیا شوہر اپنے مال سے اپنی بیوی کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) اس میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(۳)

کیا زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کے لیے رمضان مختص ہے؟

(شیخ ابن عثیمینؒ) صدقات ماہِ رمضان کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ان کی ادائیگی ہر وقت مستحب و مشروع ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ اُسی وقت زکوٰۃ ادا کر دے جب اس کے مال کا سال مکمل ہو جائے اور رمضان کا منتظر نہ رہے الا کہ رمضان قریب ہو مثلاً اگر کسی شخص کا سال شعبان میں مکمل ہو رہا ہے اور وہ (زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے) رمضان کا انتظار کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ کا سال محرم میں پورا ہو رہا ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو رمضان تک مؤخر کرے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ محرم سے پہلے رمضان میں ہی (سال مکمل ہونے سے پہلے) زکوٰۃ ادا کر دے اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن وقتِ وجوب سے تاخیر جائز نہیں۔(۴)

---

(۱) [بخاری (۲۳۱۱) کتاب الوكالة : باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل ...... ، مسلم (۱۹٦٥) كتاب الأضاحي : باب سن الأضاحي ، ترمذی (۱۵۰۰) كتاب الأضاحي : باب ما جاء في الجذع من الضأن في الأضاحي ، نسائی (۲۱۸/۷) ابن ماجة (۳۱۳۸) كتاب الأضاحي : باب ما تجزئ من الأضاحي ، احمد (۱٤۹/۲) دارمی (۷۸/۲) ابن حبان (۵۸۹۸) بیهقی (۲٦۹/۹) ابو يعلى (۱۷۵۸) ابن خزيمة (۲۹۱٦)]

(۲) [فتاوی ابن باز مترجم (۱۲۰/۱)]

(۳) [فتاوی منار الإسلام (۲۸۸/۱)]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (٤۵۹/۱۸)]

باب اخذ الزکاۃ — زکوٰۃ وصول کرنے کا بیان

زکوٰۃ کس مقام پر وصول کرنی چاہیے؟

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا جَلَبَ وَ لَا جَنَبَ ، وَ لَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُوْرِهِمْ﴾

''زکوٰۃ لینے والا مویشیوں کو (اپنے ٹھکانے پر) نہ منگوائے اور نہ ہی (اُن کا) مالک (متعین مقامات سے) اپنے مویشی کہیں دور لے جائے (کہ پھر زکوٰۃ لینے والے کو مشکل ہو) بلکہ مویشیوں کی زکوٰۃ اُن کے گھروں میں ہی وصول کی جائے۔''(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى مِيَاهِهِمْ﴾

''مسلمانوں کے صدقات ان کے پانیوں (یعنی مویشیوں کے گھاٹوں) پر وصول کیے جائیں۔''(۲)

مراد یہ ہے کہ صدقہ وصول کرنے والا لوگوں کو اپنے پاس حاضر ہونے کی تکلیف نہ دے بلکہ خود ان کے مویشیوں کے گھاٹوں پر پہنچے اور جب وہاں مویشی آئیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرلے۔

(شوکانیؒ) حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا خود صدقات لینے کے لیے آئے گا اور اہل صدقات کے گھاٹوں پر زکوٰۃ وصول کرے گا کیونکہ اس میں لوگوں کے لیے زیادہ آسانی ہے۔(۳)

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا " وَصَلِّ عَلَيْهِمْ " إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ [التوبة : ۱۰۳]

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (۲۵۱/۲) صحيح ابو داود (۱۴۰۶) كتاب الزكاة : باب أين تصدق الأموال ، ابو داود (۱۵۹۱) احمد (۲۱۶/۲)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۴۶۲) كتاب الزكاة : باب صدقة الغنم ، السلسلة الصحيحة (۱۷۷۹) ابن ماجة (۱۸۰۶)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۱۷/۳)]

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے' جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے' بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجبِ اطمینان ہے۔''

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ ' فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ ' فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى ﴾

''جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے کہ اے اللہ! آلِ فلاں کو خیر و برکت عطا فرما' میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! آلِ ابی اوفی کو خیر و برکت عطا فرما۔'' (۱)

(3) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ سَاعِيًا فَأَتَى رَجُلًا فَآتَاهُ فَصِيلًا مَخْلُولًا ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : بَعَثْنَا مُصَدِّقَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ ' وَ إِنَّ فُلَانًا أَعْطَاهُ فَصِيلًا مَخْلُولًا ' اَللّٰهُمَّ ! لَا تُبَارِكْ فِيهِ وَ لَا فِي إِبِلِهِ ' فَبَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلَ فَجَاءَ بِنَاقَةٍ حَسْنَاءَ ' فَقَالَ : أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ إِلَى نَبِيِّهِ ﷺ ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ ! بَارِكْ فِيهِ وَ فِي إِبِلِهِ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے کو روانہ فرمایا۔ وہ ایک آدمی کے پاس آیا تو اُس نے اسے ایک کمزور اونٹنی کا بچہ دے دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا تحصیل دار بھیجا اور فلاں نے اسے ایک کمزور ولاغر اونٹنی کا بچہ دے دیا' اے اللہ! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت نہ ڈال۔ یہ بات جب اُس آدمی تک پہنچی تو وہ ایک خوبصورت اونٹنی لے کر آیا اور اس نے کہا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے نبی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے اللہ! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت فرما۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۱٤۹۷) کتاب الزکاة : باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة ' مسلم (۱۰۷۸) کتاب الزکاة : باب الدعاء لمن أتى بصدقة ' ابو داود (۱۵۹۰) کتاب الزکاة : باب دعاء المصدق لأهل الصدقة ' ابن ماجة (۱۷۹٦) کتاب الزکاة : باب ما يقال عند إخراج الزكاة ' نسائی (۳۱/۵) بیهقی (۱۵۷/٤) طیالسی (۸۳۳) طحاوی فی مشکل الآثار (۱٦۲/٤) طبرانی کبیر (۱۱) شرح السنة للبغوی (۳۱٤/۳) احمد (۳۵۳/٤) أبو نعيم في الحلية (۹٦/۵)]

(۲) [**صحیح** : صحیح نسائی (۲۳۰٦) کتاب الزکاة : باب الجمع بين المتفرق والتفريق بين المجتمع ' نسائی (۲٤٦۰)]

زکوۃ میں کس قسم کا مال لینا چاہیے؟

زکوۃ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ لوگوں کے اموال میں سے درمیانے درجہ کا مال وصول کرے' نہ تو گھٹیا مال لے اور نہ ہی سب سے بہتر۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکامِ زکوۃ کے متعلق لکھا کہ

﴿ وَ لَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَ لَا ذَاتُ عَوَارٍ وَ لَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ ﴾

''زکوۃ میں بوڑھے' عیب دار اور نر جانور نہ لیے جائیں' البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ

﴿ إِيَّاكَ وَ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ وَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ ﴾

''لوگوں کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔'' (۲)

(3) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ))

''باب' زکوۃ میں لوگوں کے عمدہ اموال نہ وصول کیے جائیں۔'' (۳)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) کرائم' کریمہ کی جمع ہے' مراد نفیس مال ہے اور اس (حدیث) میں دلیل ہے کہ صدقہ لینے والے کے لیے بہترین مال وصول کرنا جائز نہیں۔

---

(۱) [بخاری (۱٤٥٥) کتاب الزکاة : باب لا تؤخذ فی الصدقة هرمة ولا ذات عوار ولا تيس إلا ما شاء المصدق]

(۲) [بخاری (۱٤۹٦) کتاب الزکاة : باب أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد فی الفقراء حيث كانوا' مسلم (۱۹) کتاب الإيمان : باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام' أبو داود (۱٥۸٤) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة' ترمذی (٦۲٥) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی كراهية أخذ خيار المال فی الصد... نسائی (٥/۲) ابن ماجة (۱۷۸۳)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱٤٥۸) کتاب الزکاة]

حدیث کے ان الفاظ ''اور مظلوم کی بددعا سے بچو'' میں یہ تنبیہ ہے کہ ظلم کی تمام اقسام ممنوع ہیں اور قیمتی اموال وصول کرنے کی ممانعت کے بعد اسے ذکر کرنے میں نکتہ یہ اشارہ ہے کہ قیمتی مال وصول کرنا ظلم ہے۔(۱)

زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والے کا گناہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْمُعْتَدِیُ فِی الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا ﴾

''زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا اُس شخص جیسا ہے جو زکوٰۃ (کی ادائیگی) سے انکار کرتا ہے۔''(۲)

اس حدیث کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں:

① زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنے والا ہے اور وہ حد سے تجاوز یوں کرتا ہے کہ سارا ہی مال بطورِ زکوٰۃ نکال دیتا ہے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا' یا کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے تو اسے اُتنا ہی گناہ ہوگا جتنا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو ہوتا ہے۔

② یا حد سے تجاوز کرنے والے سے مراد زکوٰۃ وصول کرنے والا ہے۔ وہ لوگوں پر ظلم وزیادتی کر کے' یا ان کے قیمتی اموال بطورِ زکوٰۃ وصول کر کے حد سے تجاوز کرتا ہے تو یہ گناہ میں اُس شخص کے برابر ہے جو زکوٰۃ ادا ہی نہیں کرتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے والا واجب حق سے زائد یا عمدہ مال بطورِ زکوٰۃ وصول کرے گا تو زکوٰۃ دینے والا آئندہ سال زکوٰۃ روک لے گا یا مال چھپا لے گا اور اس طرح تحصیل دار زکوٰۃ روکنے کا سبب بننے کی وجہ سے گناہ میں مانع زکوٰۃ کا شریک ہوگا۔(۳)

زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کا مقام

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِیُ فِی سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ﴾

---

(۱) [عون المعبود (۳۲۷/٤)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجة (١٤٦٤) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی عمال الصدقة' ابن ماجة (١٨٠٨) ابو داود (١٥٨٥) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة' ترمذی (٦٤٦) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی المعتدی فی الصدقة' ابن خزیمة (۲۳۳۵)' (٥١/٤)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تحفة الأحوذی (۳۰۰/۳) شرح السنة (۳٦٥/۳)]

''حق (یعنی اخلاص) کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا (اجر وثواب میں) اُس شخص کی مانند ہے جو اللہ کے راستے میں لڑائی کر رہا ہے جب تک اپنے گھر کی طرف واپس نہ لوٹ آئے۔'' (۱)

(ابن عربیؒ) فرمانِ نبوی ہے کہ ''جس نے کسی مجاہد کو تیار کیا یقیناً اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی مجاہد کے گھر والوں کی خیر وبھلائی کے ساتھ نگرانی کی تو بے شک اس نے بھی جہاد کیا۔'' اور زکوٰۃ وصول کرنے والا مجاہد کا جانشین ہے کیونکہ وہ اللہ کے راستے کا مال اکٹھا کر رہا ہے۔ پس (میدانِ جہاد میں موجود مجاہد) اپنے عمل کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور یہ عامل اپنی نیت کے ساتھ۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جو بھی وادی عبور کرتے ہو یا جس گھاٹی سے بھی گزرتے ہو وہ (اپنی مخلص نیتوں کی وجہ سے) تمہارے ساتھ ہوتے ہیں (مگر) انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔'' تو اُس شخص کا مقام کیا ہوگا جسے مجاہد کے کام اور اس کی جانشینی نے روک رکھا ہے اور وہ اس کا مال جمع کر رہا ہے جسے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور جیسے جہاد ضروری ہے اُسی طرح اُس مال کو جمع کرنا بھی ضروری ہے جس کے ذریعے جہاد ہوتا ہے لہٰذا (جب) یہ دونوں نیت میں شریک ہیں' عمل میں شریک ہیں تو ضروری ہے کہ اجر میں بھی شریک ہوں۔ (۲)

زکوٰۃ کے مال میں خیانت کرنے والے عامل کا انجام

(1) حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ ' كَانَ غُلُولًا ' يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''تم میں سے جس شخص کو ہم نے (زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے) عامل بنایا اور اس نے سوئی یا اس سے بھی حقیر چیز کو چھپا لیا تو یہ خیانت ہوگی' جسے وہ قیامت کے روز لے کر پیش ہوگا۔'' (۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ سے بیان فرماتے ہیں کہ

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٤٦٥) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی عمال الصدقة ' ابن ماجة (۱۸۰۹) ابو داود (۲۹۳٦) كتاب الخراج والإمارة : باب السعاية على الصدقة ' ترمذی (٦٤٥) كتاب الزكاة : باب ما جاء فی العامل على الصدقة بالحق ' احمد (۴۹۵/۳) ' (۱۳٤/٤) ابن خزيمة (۲۳۳٤) ' (٥۱/٤) عبد بن حميد (٤۲۳)]

(۲) [عارضة الأحوذی (۱٤٥/۳)]

(۳) [مسلم (۱۸۳۳) كتاب الإمارة : باب تحريم هدايا العمال ' ابو داود (۳۵۸۱) كتاب الأقضية : باب فی هدايا العمال ' احمد (۱۷۷۳۳) حميدی (۸۹٤) ابن حبان (٥۰۷۸) طبرانی كبير (۲٥٦) بيهقی (۱۵۸/٤) ' (۱۱٦/۷)]

﴿ أَنَّهُ مَنْ غَلَّ مِنْهَا بَعِيرًا أَوْ شَاةً أُتِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ ﴾

''جس نے زکوۃ کے مال سے اُونٹ یا بکری کی خیانت کی وہ قیامت کے روز اسے اٹھائے ہوئے آئے گا۔''(۱)

(3) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

﴿ قُمْ عَلَى صَدَقَةِ بَنِي فُلَانٍ وَ انْظُرْ أَنْ تَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَكْرٍ تَحْمِلُهُ عَلَى عَاتِقِكَ أَوْ كَاهِلِكَ لَهُ رُغَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اِصْرِفْهَا عَنِّي فَصَرَفَهَا عَنْهُ ﴾

''اُٹھو اور بنو فلاں کی زکوۃ لے کر آؤ اور دیکھو کہ کہیں قیامت کے روز اس حالت میں نہ آنا کہ تمہاری گردن یا کمر پر کوئی جوان اونٹ ہو جو آوازیں لگا رہا ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! اِس ذمہ داری کو مجھ سے ہٹا دیجئے' چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے وہ ذمہ داری ختم کر دی۔''(۲)

(4) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں زکوۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا اور کہا کہ

﴿ يَا أَبَا الْوَلِيدِ ! اتَّقِ اللّٰهَ ' لَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيرٍ تَحْمِلُهُ لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةٍ لَهُ خُوَارٌ أَوْ شَاةٍ لَهَا ثُغَاءٌ ' قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ ذَلِكَ لَكَذَالِكَ ؟ قَالَ : إِيْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! قَالَ : فَوَ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ! لَا أَعْمَلُ لَكَ عَلَى شَيْءٍ أَبَدًا ﴾

''اے ابو ولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا' روزِ قیامت (زکوۃ کے مال میں خیانت کی وجہ سے) اس حال میں نہ آنا کہ تم اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلا رہا ہو' گائے اٹھائی ہو جو ڈکار رہی ہو یا بکری اٹھائی ہو جو ممیا رہی ہو۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کیا واقعی زکوۃ کے مال میں خیانت کا یہ انجام ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں' اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تو عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپ کے لیے کبھی بھی کسی چیز کا عامل نہیں بنوں گا۔''(۳)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱٤٦٦) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی عمال الصدقة ' ابن ماجة (۱۸۱۰) السلسلة الصحیحة (۲۳٥٤) مسند احمد (۱٦۰٦۳)]

(۲) [**صحیح لغیره** : صحیح الترغیب والترهیب (۷۷۷) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی العمل علی الصدقة بالتقوی ' احمد (۲۸٥/٥) بزار فی کشف الأستار (۸۹۷)]

(۳) [**صحیح** : صحیح الترغیب والترهیب (۷۸۰) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی العمل علی الصدقة بالتقوی ' رواه الطبرانی فی الکبیر]

عامل کو چاہیے کہ لوگوں کے دیئے ہوئے تحفے بھی بیت المال میں جمع کرائے

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ ، فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ ، قَالَ : هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : " **فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَ أُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا** " ثُمَّ خَطَبَنَا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ " **فَإِنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللّٰهُ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ لِي أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَ أُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ وَاللّٰهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَأَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ** " ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ حَتَّى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطِهِ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟ بَصُرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بنو سلیم کے صدقات کی وصولی کے لیے عامل بنایا اُس کا نام ابن اللتبیہ تھا۔ پھر جب یہ عامل واپس آیا اور آپ ﷺ نے اس کا حساب لیا تو اس نے کہا یہ آپ کا (صدقات کا) مال ہے اور یہ (مجھے) تحفہ ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا' پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے' اگر تم سچے ہو' اور یہ تحفہ تمہیں وہیں مل جاتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

امابعد! میں تم میں سے کسی ایک کو اس کام پر عامل بناتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے والی بنایا ہے پھر وہ شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ تحفہ ہے جو مجھے دیا گیا تھا۔ اسے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہنا چاہیے تھا تاکہ اس کا تحفہ وہیں پہنچ جاتا۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو بھی اپنے حق کے سوا کوئی چیز لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس چیز کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ میں تم میں ہر اس شخص کو پہچان لوں گا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اُونٹ اٹھائے ہوئے ہوگا جو بلبلا رہا ہوگا یا گائے اٹھائے ہوئے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی یا بکری اٹھائے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا حتی کہ آپ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور فرمایا' اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔" (۱)

---

(۱) [بخاری (۶۹۷۹) کتاب الحیل : باب احتیال العامل لیهدی له' مسلم (۱۸۳۲) کتاب الإمارة : باب تحریم هدایا العمال' ابو داود (۲۹۴۶) کتاب الخراج والإمارة والفیء : باب فی هدایا العمال' احمد (۹۵۰۸) ابن أبي شيبة (۴۹۲/۱۲) ابن حبان (۴۸۴۷)' (۴۸۴۸) بیهقی (۱۰۱/۹)]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی طرف سے جن حضرات کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے' وہ لوگوں کے تحفوں سے بچیں اور اگر کوئی مصر ہو کر تحفہ دے دے تو اُسے بھی بیت المال میں جمع کرائیں۔ پھر اگر مسلمانوں کا حکمران عامل کو کچھ دینا مناسب سمجھے تو وہ الگ بات ہے۔

(نوویؒ) اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ عاملوں کو دیئے گئے تحفے (اُن کے لیے) حرام اور خیانت کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی ذمہ داری اور امانت میں خیانت کی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے حدیث میں اس کی سزا ذکر فرما دی ہے کہ وہ اُس چیز کو روزِ قیامت اٹھائے ہوئے آئے گا جو اُسے تحفہ دی گئی تھی جیسا کہ آپ ﷺ نے اسی کی مثل انجام خائن کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ نیز اسی حدیث میں آپ ﷺ نے عامل پر تحفہ کے حرام ہونے کا سبب بھی بیان فرما دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تحفہ اُسے (زکوٰۃ کی وصولی کی) ذمہ داری کی وجہ سے دیا گیا ہے برخلاف اُس تحفے کے جو غیر عامل کو دیا جاتا ہے کیونکہ یقیناً وہ تو مستحب ہے۔(۱)

زکوٰۃ کے جانوروں کو داغ لگا کر نشان زد کرنا جائز ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ ' فَوَافَيْتُهُ فِىْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ ﴾

"میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ اسے گڑھتی دیں۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ زکوٰۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے۔"

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسِمُ غَنَمًا فِىْ آذَانِهَا ﴾

"(انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے دیکھا' رسول اللہ ﷺ بکری کو اُس کے کان میں داغ لگا رہے تھے۔"(۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ لگانا جائز ہے۔(۳)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (٤٦٤/٦)]

(۲) [بخاری (١٥٠٢) کتاب الزکاۃ : باب وسم الإمام إبل الصدقة بيده ' مسلم (٢١١٩) کتاب اللباس والزينة: باب جواز وسم الحيوان غير الآدمي في غير الوجه ' ابن ماجه (٣٥٦٥) کتاب اللباس : باب لبس الصوف ' احمد (١٧١/٣-٢٥٤)]

(۳) [نيل الأوطار (١١٧/٣)]

(نوویؒ) زکوۃ اور جزیہ کے مویشیوں کو داغنا مستحب ہے۔ ہمارا' تمام صحابہ کا اور ان کے بعد آنے والے جمہور علما کا یہی مذہب ہے۔ اور ابن صباغ وغیرہ نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۱)

(حنفیہ) داغنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مثلہ ہے (حالانکہ مثلہ کی حدیث عام ہے اور داغنے کی خاص لہذا عام اور خاص کے مقابلے میں خاص کو ترجیح ہوگی)۔ (۲)

اہل ذمہ سے جزیہ کی وصولی

اہل ذمہ کے ہر فرد سے ماہانہ یا سالانہ جیسے حاکم وقت مناسب سمجھے جزیہ (ٹیکس) وصول کیا جائیگا اور اس کی مقدار کے متعلق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا﴾

''نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں۔'' (۳)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۲۶/۷)

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: المبسوط (۱۷۰/٤) الأم للشافعی (٦۰/۲) الحاوی (٥٤۷/۸) فتح الباری (۱۳۸/٤)]

(۳) [صحیح لغیرہ: إرواء الغلیل (۷۹٥) أبو داود (۳۰۳۸) کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی أخذ الجزیة ' أحمد (۲٤۰/٥) ترمذی (٦۲۳) نسائی (۲٦/٥) ابن ماجة (۱۸۰۳) دار قطنی (۹۳/۲) بیہقی (۹۸/٤) ابن حبان (۷۹٤_الموارد) حاکم (۳۹۸/۱)]

باب مصارف الزكاة زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں

(1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠]

''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنا مقصود ہو اور گردن چھڑانے میں، قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔''

جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَبَايَعْتُهُ ، فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا ، قَالَ : فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ ﴾

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے طویل حدیث بیان کی اور کہا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا مجھے زکوٰۃ کے مال میں سے عطا کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ زکوٰۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نہ تو کسی نبی کے حکم پر راضی ہوا اور نہ کسی اور کے حکم پر حتی کہ اس نے اس کے متعلق خود حکم فرمایا اور زکوٰۃ کے مصارف کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ لہٰذا اگر تم ان آٹھ مصارف میں سے ہو تو میں تمہیں تمہارا حق دوں گا۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

---

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۳۵۷) كتاب الزكاة : باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ، ابو داود (۱٦۳۰) إرواء الغليل (۸۵۹) المشكاة (۱۸۳۵) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد الافریقی راوی ضعیف الحدیث ہے۔[تفسير ابن كثير بتحقيق عبد الرزاق مهدى (۳۹۹/۳)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ حافظے میں ضعیف ہے۔[تقريب التهذيب (۴۳۰۹)] امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن عدیؒ کا کہنا ہے کہ اس کی عام احادیث کی متابعت نہیں کی گئی۔ امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے اور مدلس ہے۔[اس کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: العلل (۸۸/۱) الضعفاء (۳٦۱) الكامل (۳۷۹/۵) المجروحين (۵۰/۲)]

❶، ❷ فقراء و مساکین

ان دونوں کے ایک دوسرے کے بے حد قریب ہونے کی وجہ سے بعض اوقات فقیر کو مسکین اور مسکین کو فقیر بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی الگ الگ تعریف میں کافی اختلاف ہے۔ تاہم دونوں میں یہ بات تو قطعی ہے کہ جو حاجت مند ہوں اور اپنی حاجات وضروریات کو پورا کرنے کے لیے مطلوبہ رقم ووسائل سے محروم ہوں انہیں فقیر ومسکین کہا جاتا ہے۔

(جمہور، شافعیؒ) مسکین وہ ہے جس کے پاس مال ہو لیکن اتنا نہ ہو جو اسے کفایت کر سکے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس اصلاً کچھ بھی نہ ہو لہٰذا فقیر مسکین سے زیادہ بری حالت میں ہوا۔

(طبریؒ) فقیر ایسا محتاج ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور مسکین ایسا ضرورت مند ہے جو سوال کرتا ہو۔

(ابوحنیفہؒ) مسکین فقیر سے زیادہ بری حالت والا شخص ہے۔

(مالکؒ) یہ دونوں برابر ہیں۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے مسکین کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

(1) ﴿لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَ الْأُكْلَتَانِ ، وَلَكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَيْسَ لَهُ غِنًى وَ يَسْتَحْيِىْ وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

"مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں، لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا۔"

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَ اللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُكْفِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ﴾

"مسکین وہ نہیں جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے کہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جائیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے بے نیاز کر دے، نہ وہ ایسی مسکنت اپنے اوپر طاری رکھے کہ لوگ غریب اور

---

(۱) [مزید دیکھئے: نیل الأوطار (۱۱۸/۳) تفسیر طبری (۳۰۸/۱۴) فتح الباری (۱۰۵/٤) الأم (۹۲/٤) المجموع (۱۳۱/٦) المبسوط (۸/۳) بدائع الصنائع (٤٥/۲) الإختيار (۱۱۸/۱) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۲۱۷/۳) حاشية ابن عابدين (٦۱۸/۲)]

مستحق سمجھ کر اس پر صدقہ کریں اور نہ خود لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ جمہور کا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔ نیز فقیر وہ ہے جو غنی نہ ہو جیسا کہ لغت کی کتابوں میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے۔(۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے غنی ایسے شخص کو قرار دیا ہے جس کے پاس پچاس درہم یا اس کے برابر سونا ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

﴿ مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشٌ أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَا الْغِنَى ؟ قَالَ : خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ ﴾

''جس نے سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اسے کفایت کر جاتا تو قیامت کے روز اس کے چہرے میں زخم یا خراشیں آ جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اور غنا (کفایت) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا۔''(۳)

(ابن باز) مسکین وہ فقیر ہے جو اپنے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو اور فقیر اس سے زیادہ حاجت مند کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اہل زکوۃ کی اقسام ہیں۔(٤)

③ عاملین

ان سے مراد ایسے سرکاری اہل کار ہیں جو زکوۃ و صدقات کی وصولی و تقسیم اور اس کے حساب و کتاب پر مامور ہوں۔

عبداللہ بن سعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ

---

(۱) [بخاری (۱٤۷٦' ۱٤۷۹) کتاب الزکاة : باب قول الله تعالى : لا يسئالون الناس إلحافا 'مسلم (۱۰۳۹) أبو داود (۱٦۳۱) نسائی (۸٦/٥) موطا (۹۲۳/۲) أحمد (۲٦۰/۲) دارمی (۳۷۹/۱) أبو يعلى (٦۳۳۷) حمیدی (۱۰٥۹) بیهقی (۱۱/۷)]

(۲) [مختار الصحاح (ص/۲۱۳) القاموس المحيط (ص/٥۸۸) لسان العرب (۲۹۹/۱۰)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۱٤۳۲) كتاب الزكاة : باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى' أبو داود (۱٦۲٦) ترمذی (٦٥۰) ابن ماجة (۱۸٤۰) نسائی (۲٥۹۳) أحمد (٤٤۱/۱) ابن أبي شيبة (۱۸۰/۳) دارمی (۳۸٦/۱) شرح معانی الآثار (۲۰/۲) دارقطنی (۱۲۱/۲) حاكم (۳۰۷/۱) الحلية لأبي نعيم (۲۳۷/٤)]

(٤) [فتاوى ابن باز مترجم (۱۱٦/۱)]

﴿ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ فِي خِلَافَتِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَلِي مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعُمَالَةَ كَرِهْتَهَا ؟ فَقُلْتُ : بَلَى ، فَقَالَ عُمَرُ : مَا تُرِيدُ إِلَى ذَلِكَ ؟ قُلْتُ : إِنَّ لِي أَفْرَاسًا وَ أَعْبُدًا وَ أَنَا بِخَيْرٍ وَ أُرِيدُ أَنْ تَكُونَ عُمَالَتِي صَدَقَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ ، قَالَ عُمَرُ : لَا تَفْعَلْ فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتَ وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ : أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ : أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : **خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَ تَصَدَّقْ بِهِ ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَ أَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَ لَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَ إِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ** ﴾

''وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں آئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا مجھ سے جو یہ کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا پسند نہیں کرتے ؟ میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا اس سے کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے' آپ ﷺ مجھے عطا کرتے تھے تو میں عرض کر دیتا تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ اس کے ضرورت مند کو عطا فرما دیجئے۔ بالآخر آپ نے ایک مرتبہ مجھے مال دیا اور میں نے پھر وہی بات کی کہ اسے ایسے شخص کو عطا کر دیجئے جو اس کا مجھ سے زیادہ محتاج ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا' اسے لے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کرو۔ یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ عامل کو زکوۃ کی وصولی کے عوض اجرت و معاوضہ دیا جا سکتا ہے اور عامل کو چاہیے کہ اسے قبول کر لے۔

ایسے لوگوں کو عامل نہ بنایا جائے جن پر صدقہ حرام ہے

مثلاً بنو ہاشم اور بنو مطلب وغیرہ۔ جیسا کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ اور فضل بن عباس دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے پھر ہم میں سے ایک نے کلام کیا اور کہا:

---

(۱) [بخاری (۷۱٦۳) كتاب الأحكام : باب رزق الحكام والعاملين ' مسلم (۱۰٤٥) كتاب الزكاة : باب إباحة الأخذ لمن أعطى من غير مسألة ولا إشراف ' أبو داود (۱٦٤۷) كتاب الزكاة : باب في الاستعفاف ' نسائی (۱۰۲/۵)]

﴿ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ! أَنْتَ أَبَرُّ النَّاسِ وَ أَوْصَلُ النَّاسِ ، وَقَدْ بَلَغْنَا النِّكَاحَ ، فَجِئْنَا لِتُؤَمِّرَنَا عَلَى بَعْضِ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ ، فَنُؤَدِّيَ إِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّي النَّاسُ ، وَ نُصِيبُ كَمَا يُصِيبُونَ ، قَالَ : فَسَكَتَ طَوِيلًا حَتَّى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ ، قَالَ : وَ جَعَلَتْ زَيْنَبُ تُلْمِعُ عَلَيْنَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ أَنْ لَا تُكَلِّمَاهُ ، قَالَ : ثُمَّ قَالَ : إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ﴾

''اے اللہ کے رسول! آپ لوگوں میں سب سے نیک اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ آپ ہمیں بھی ان صدقات (کی وصولی) پر مقرر فرما دیں اور ہم آپ کو اسی طرح (صدقات کا مال لا کر) ادا کریں جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہمیں بھی اسی طرح (تنخواہ) حاصل ہو جائے جیسے لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اس قدر طویل خاموش رہے کہ ہم نے (خود) آپ ﷺ سے کلام کا ارادہ کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے سے اشارہ کرنے لگیں کہ تم کلام مت کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا' بے شک صدقہ آلِ محمد کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔''(۱)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ حرام ہے خواہ زکوٰۃ وصول کرنے کی وجہ سے دیا جائے یا فقر و مسکنت وغیرہ جیسے دیگر آٹھوں مصارف کی وجہ سے۔ یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے۔ البتہ ہمارے بعض اصحاب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے لیے صدقہ وصول کرنے کی وجہ سے عامل کا حصہ جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ ٹھیکہ ہے لیکن یہ قول ضعیف یا باطل ہے اور یہ حدیث اس کے رد میں واضح دلیل ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) یہ واجب ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگ آلِ رسول یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے نہ ہوں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔(۳)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(۴)

---

(۱) [مسلم (۱۰۷۲) كتاب الزكاة : باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة ' ابو داود (۲۹۸۵) كتاب الخراج والإمارة والفيئ : باب في بيان مواضع قسم الخمس وسهم ذي القربى ' نسائي (۲۶۰۸) وفي السنن الكبرى (۲۳۹۰) ابن حبان (٤٥٢٧) بيهقي (۳۱/۷)]

(۲) [شرح مسلم للنووي (٤/٤٠٥)]

(۳) [فقه السنه (۳٥۳/۱)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۰۹/۳)]

مالداروں کو عامل بنایا جا سکتا ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ' أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا ' أَوْ لِغَارِمٍ ' أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ ﴾

''کسی مالدار آدمی کے لیے صدقہ جائز نہیں سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا' یا زکوۃ وصول کرنے والا عامل' یا مقروض' یا وہ مالدار آدمی جو صدقے کو اپنے مال کے ساتھ خرید لے یا ایسا آدمی جس کا پڑوسی مسکین ہو پھر مسکین پر صدقہ کیا جائے اور وہ مسکین مالدار کو صدقے کا مال ہدیہ کر دے۔''(۱)

(2) گزشتہ عبداللہ بن سعدیؒ کی وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ صاحب حیثیت آدمی تھے اور زکوۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر تھے لیکن تنخواہ نہیں لیتے تھے' جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن سعدی کو سمجھایا کہ تمہیں جو مال بغیر خواہش کے ملے اسے لے لیا کرو۔

عامل کو زکوۃ کے مال سے صرف بقدرِ کفایت ہی اجرت دی جائے

جیسا کہ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً ' فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا ' فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا '

قَالَ : قَالَ أَبُوبَكْرٍ : أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ ﴾

''جس شخص ہمارا (زکوۃ کی وصولی پر) عامل مقرر ہوا سے چاہیے کہ (شادی کر کے) بیوی حاصل کر لے' اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم حاصل کر لے اور اگر اس کے پاس رہائش نہ ہو تو رہائش حاصل کر لے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے کہا' مجھے خبر دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جس نے اس کے علاوہ کچھ اور لیا تو وہ خائن یا چور ہے۔''

مسند احمد کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۴۴۱) کتاب الزکاة : باب من یجوز له أخذ الصدقة وهو غني' أبو داود (۱۶۳۶) ابن ماجة (۱۸۴۱) کتاب الزکاة : باب من تحل له الصدقة' حاکم (۴۰۷/۱) أحمد (۵۶/۳) دارقطني (۱۲۱/۲) بیهقي (۱۵/۷) ابن خزیمة (۲۳۷۴) إرواء الغلیل (۸۷۰)]

﴿ مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلًا وَ لَيْسَ لَهُ مَنْزِلٌ فَلْيَتَّخِذْ مَنْزِلًا أَوْ لَيْسَتْ لَهُ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ أَوْ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا أَوْ لَيْسَتْ لَهُ دَابَّةٌ فَلْيَتَّخِذْ دَابَّةً ، وَ مَنْ أَصَابَ شَيْئًا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ غَالٌّ ﴾

''جو شخص ہمارے لیے کسی کا والی بنے (یعنی صدقات کی وصولی کے لیے مقرر کیا جائے) اور اس کا کوئی گھر نہ ہو تو وہ گھر حاصل کر لے یا اس کی بیوی نہ ہو تو وہ شادی کر لے یا اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ خادم حاصل کر لے یا اس کے پاس (سواری کے لیے) جانور نہ ہو تو جانور حاصل کر لے اور جس نے ان اشیاء کے علاوہ کچھ بھی (صدقات کے مال سے) لیا تو وہ خائن ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''تو وہ شخص چور متصور ہوگا۔''(۱)

(ملا علی قاریؒ) رقمطراز ہیں کہ مظہر نے کہا: (حدیث کا) مطلب یہ ہے کہ عامل کے لیے اُس مال سے ُجو بیت المال سے اس کے تصرف میں ہے' اس قدر لینا جائز ہے جو اس کی بیوی کے مہر' خرچہ اور لباس کے برابر ہو اور اسی طرح جس کے بغیر اس کا گزارہ ممکن نہ ہو' وہ نہ تو اس میں فضول خرچی کرے اور نہ ہی ناز و نعمت اختیار کرے۔ اگر اس نے (بیت المال کی رقم سے) ضرورت سے زیادہ لے لیا تو وہ اس پر حرام ہے۔

(طیبیؒ) بلاشبہ تنخواہ و اُجرت کی جگہ اِن اشیاء کا حصول مقرر کرنا اس (عامل) کے طمع و لالچ کو مٹانے کے لیے ہے۔(۲)

(خطابیؒ) اس حدیث کی دو طرح سے تاویل کی جا سکتی ہے:

(1) یا تو آپ ﷺ نے خادم اور رہائش کا حصول صرف اس کی اُسی تنخواہ سے جائز قرار دیا ہے جو اس جیسے کاموں کی ہی اُجرت ہے اور اُس کے لیے اس (تنخواہ) کے علاوہ اور کسی چیز سے بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

(2) یا پھر مراد یہ ہے کہ عامل کے لیے رہائش اور خدمت (کا حصول) مباح ہے۔ لہٰذا اگر اس کے پاس رہائش یا خادم نہیں تو اس کے لیے ایسا شخص اجرت پر مقرر کیا جائے گا جو اس کی خدمت کرے اور جس طرح کے آدمی کا کام اسے کافی ہو جائے اور (اسی طرح) جب تک عامل اپنی اُس ذمہ داری پر ہے اس کے لیے کرائے پر رہائش کا انتظام کیا جائے گا کہ جس میں وہ رہ سکے۔(۳)

(سید سابقؒ) مناسب یہ ہے کہ عامل کو بقدرِ کفایت ہی اجرت دی جائے۔(٤)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۵۵۲) كتاب الخراج والإمارة والفيء : باب في أرزاق العمال ' ابو داود (۲۹٤٥) احمد (۱۷۳۲۹)]

(۲) [المرقاة (۳۲۰/۷)]

(۳) [كما في عون المعبود (تحت الحديث / ۲۹٤٥)]

(٤) [فقه السنة (۳٥٤/۱)]

❑ (ابن قدامہؒ) فرماتے ہیں کہ اور اسی مال سے (زکوۃ کا) حساب کرنے والے، لکھنے والے، جمع کرنے والے خازن اور اس کے محافظ وغیرہ کی تنخواہ بھی دی جائے گی اور ان سب کو صدقات کے عاملین میں سے ہی شمار کیا جائے گا اور صدقات کے عاملین کا حصہ ان کے سپرد کیا جائے گا۔(۱)

④ مولفة قلوبهم

تالیف قلب کی کئی اقسام ہیں مثلا:

① اس سے مراد ایک تو وہ کافر ہے جو کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر امید ہو کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے صفوان بن اُمیہ کو جنگِ حنین کے مالِ غنیمت میں سے اس لیے عطا کیا تا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ پس ابن شہابؒ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ الْفَتْحِ ـ فَتْحِ مَكَّةَ ـ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاقْتَتَلُوْا بِحُنَيْنٍ فَنَصَرَ اللّٰهُ دِيْنَهُ وَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ مِائَةً مِّنَ النَّعَمِ ثُمَّ مِائَةً ثُمَّ مِائَةً،

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ صَفْوَانَ قَالَ : وَ اللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَعْطَانِيْ وَ إِنَّهُ لَأَبْغَضُ النَّاسِ إِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِيْنِيْ حَتّٰى إِنَّهُ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کا غزوہ کیا، پھر آپ ﷺ اور جو آپ کے ساتھ مسلمان تھے، نکلے اور انہوں نے حنین کے مقام پر لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن اُمیہ کو سو(100) اُونٹ عطا فرمائے، پھر سو(100) اور پھر سو(100) اُونٹ عطا فرمائے۔

ابن شہابؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن میسبؒ نے بیان کیا کہ صفوان بن اُمیہ نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ مجھے عطا کیا سو کیا اور بلاشبہ آپ ﷺ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت تھے، پھر آپ ﷺ مجھے عطا کرتے گئے حتی کہ آپ ﷺ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔''(۲)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (۲/۵۱۸)]

(۲) [مسلم (۲۳۱۳) كتاب الفضائل : باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا و كثرة عطائه، ترمذى (٦٦٦) كتاب الزكاة : باب ما جاء فى إعطاء المؤلفة قلوبهم، احمد (۳/۴۰۱)]

﴿ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ ' قَالَ : فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ ' فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ ' فَقَالَ : يَا قَوْمِ ! أَسْلِمُوْا ' فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَقْرَ ﴾

''رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے وہ چیز عطا فرما دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اسے اتنی زیادہ بکریاں دی کہ دو پہاڑوں کے درمیانی حصے کو بھر سکتی تھیں۔ وہ اپنی قوم کی طرف واپس پلٹا تو اس نے کہا' اے میری قوم (کے لوگو)! مسلمان ہو جاؤ بلاشبہ محمد ﷺ اس قدر عطا کرتا ہے کہ فاقے سے بالکل بھی نہیں ڈرتا۔'' (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ ' فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ' فَأَتَى قَوْمَهُ ' فَقَالَ : أَيْ قَوْمِ ! فَوَاللّٰهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ '

فَقَالَ أَنَسٌ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا ' فَمَا يُسْلِمُ حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا ﴾

''بلاشبہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اتنی (زیادہ) بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیانی حصے میں سما جائیں تو آپ ﷺ نے اسے وہ عطا فرما دیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا کرتا ہے کہ فقر و فاقہ سے خائف نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس طرح مالی عنایات دیکھ کر) اگر کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے ہوتا۔ لیکن جب مسلمان ہو جاتا تو اسلام اس کے نزدیک دنیا اور اس پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔'' (۲)

② دوسرے' اس میں وہ نو مسلم افراد شامل ہیں جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی ضرورت ہو۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے جنگِ حنین کے روز ہی آزاد ہونے والے لوگوں کے زعماء و شرفا کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿ يَا سَعْدُ ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَ غَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ﴾

---

(۱) [مسلم (۲۳۱۲) كتاب الفضائل : باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا و كثرة عطائه ' احمد (۱۲۰۵۱) ابن حبان (۴۵۰۲) أبو يعلى (۳۳۰۲) شرح السنة للبغوى (۳۶۹۱) بيهقى (۱۹/۷)]

(۲) [أيضا]

''اے سعد! اس کے باوجود کہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے پھر بھی میں کسی دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور) اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اوندھا کر کے ڈال دے۔'' (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، وَ هُوَ بِالْيَمَنِ ، بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ : الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ ، وَ عَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي كِلَابٍ وَ زَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ ، قَالَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ ، فَقَالُوا : أَتُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَ تَدَعُنَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ ﴾

''حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے اور انہوں نے سونے کے (چند) ڈلے کان کی مٹی سمیت (ایک تھیلے میں ڈال کر) رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دیا: اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری پھر بنوکلاب کا ایک اور زید الخیر طائی پھر بنونبہان کا ایک۔ راوی کا بیان ہے کہ قریش غصہ میں آ گئے اور انہوں نے کہا کیا آپ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ میں نے تو یہ اس لیے کیا ہے تاکہ ان کی تالیفِ قلب ہو جائے۔'' (۲)

③ تیسرے' وہ افراد بھی اس میں شامل ہیں جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر صورتیں تالیفِ قلب کی ہیں جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے چاہے مذکورہ افراد

---

(۱) [بخاری (۲۷) کتاب الإیمان : باب إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة' مسلم (۱۵۰) کتاب الإیمان : باب تألف قلب من یخاف علی إیمانه لضعفه والنهی عن القطع بالإیمان من غیر دلیل قاطع' ابو داود (۴۶۸۳) کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانه' نسائی (۵۰۰۷) احمد (۱۵۲۲) ابن منده (۲۶۱) حمیدی (۶۸) ابن حبان (۱۵۲۲) أبو نعیم فی الحلیة (۱۹۱/۶) أبو یعلی (۷۱۴) بزار (۱۰۸۷) طیالسی (۱۹۸)]

(۲) [مسلم (۱۰۶۴) کتاب الزکاة : باب ذکر الخوارج وصفاتهم' بخاری (۴۳۵۷) کتاب المغازی : باب غزوة ذی الخلصة' ابو داود (۴۷۶۴) کتاب السنة : باب فی قتال الخوارج' ابن ماجة (۱۶۹) نسائی (۲۵۷۷) و فی السنن الکبری (۸۰۸۹/۵) ابن حبان (۶۷۳۵) بیهقی فی دلائل النبوة (۴۲۷/۶) طیالسی (۲۱۶۵) أبو یعلی (۱۲۴۶) احمد (۱۱۵۳۷)]

مالدار ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

(شافعیؒ) کافر کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جا سکتا۔

(ابوحنیفہؒ) یہ مصرف ہی ختم ہو چکا ہے۔

(احمدؒ) یہ حکم آج بھی باقی ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) ظاہر یہی ہے کہ جب بھی تالیفِ قلب کے لیے خرچ کی ضرورت پیش آئے تو زکوٰۃ کے مال سے خرچ کرنا جائز ہے۔(۳)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں جیسا کہ شیخ حسین بن عودہ نے بیان فرمایا ہے۔(٤)

(سید سابقؒ) ضرورت کے وقت تالیفِ قلب کا جواز ہی ظاہر ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ تالیفِ قلب کے لیے جن افراد پر زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے فقہا نے ان کی دو قسمیں بنائی ہیں: ایک' مسلمان اور دوسرے' کافر۔ مسلمانوں کی چار قسمیں ہیں:

1- مسلمانوں کے ایسے سردار جنہیں اپنی قوم میں مقام و مرتبہ حاصل ہو۔

2- ایسے مسلمانوں کے سردار جو ضعیف الایمان ہوں۔

3- وہ مسلمان جو دشمنوں کے شہروں کے بالمقابل سرحدات میں مقیم ہوں' تا کہ وہ بوقتِ ضرورت مسلمانوں کا دفاع کریں۔

4- ایسے مسلمان جن کی' زکوٰۃ وصول کرنے یا اُن لوگوں سے زکوٰۃ نکلوانے کے لیے ضرورت پڑتی ہو جو (بخوشی زکوٰۃ) ادا نہیں کرتے۔

اور کافر دو قسم کے ہیں:

1- جن سے توقع ہو کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

2- جن کے شر سے خطرہ ہو اور امید ہو کہ انہیں عطا کرنے سے ان کا شر رُک جائے گا۔(۵)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳٦٥/۲) تفسیر أحسن البیان (ص/٥۲۹) تفسیر طبری (۳۱۳/۱) فقه الزکاة للقرضاوی (٥۹٥/۲)]

(۲) [المغنی (٦٦٦/۲) المجموع (۱۹۷/٦) تفسیر قرطبی (۱۷۹/۸) الأم (٦۱/۲) البحر الزخار (۱۷۹/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۲۸/۳)]

(٤) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (۱۱٤/۳)]

(٥) [ملخصا' فقه السنة (۳٥٤/۱)]

❺ فی الرقاب

مطلب یہ ہے کہ گردنیں آزاد کرنے میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے۔

(1) امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

﴿ يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ ﴾

''(آدمی) اپنی زکوٰۃ (کے مال) سے غلام آزاد کر سکتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ : اَلْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَ الْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ ، وَ النَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ ﴾

''اللہ تعالیٰ پر تین بندوں کی مدد کرنا حق ہے: ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد، دوسرا ایسا مکاتب غلام جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے اور تیسرا وہ نکاح کا خواہش مند جو پاک دامنی کا ارادہ رکھتا ہے۔'' (۲)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! دُلَّنِيْ عَلَى عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَ يُبَاعِدُنِيْ عَنِ النَّارِ ، فَقَالَ : أَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَ فُكَّ الرَّقَبَةَ ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَ لَيْسَا وَاحِدًا ؟ قَالَ : عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تُفْرِدَ بِعِتْقِهَا ، وَ فَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِيْنَ فِيْ ثَمَنِهَا ﴾

''ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے کام کی رہنمائی کیجیے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور (جہنم کی) آگ سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کسی جان کو آزاد کرو اور گردن چھڑاؤ۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ دونوں کام ایک ہی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کسی جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تم اکیلے اسے آزاد کراؤ اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تم اس کی قیمت میں تعاون کرو۔'' (۳)

---

(۱) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث / ۱٤٦۸) أبو عبید فی کتاب الأموال (۱۷۸۲) الدر المنثور للسیوطی (۳/٤٥۱)]

(۲) [حسن : غایة المرام (۲۱۰) صحیح نسائی (۳۲۱۸) ترمذی (۱٦٥٥) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی المجاهد والناکح والمکاتب ' ابن ماجه (۲٥۱۸) کتاب الأحکام : باب المکاتب ' احمد (۲/۲٥۱) نسائی (٦/٦۱) ابن حبان (٤۰۳۰) حاکم (۲/۱٦۰) امام حاکمؒ نے اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔]

(۳) [احمد (٤/۲۹۹) طیالسی (۷۳۹) بیهقی (۱۰/۲۷۲) امام ابن حبانؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن حبان (۳۷٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اسے احمدؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (٤/۲٤۰)]

فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا صرف مکاتب غلام آزاد کرائے جا سکتے ہیں یا غیر مکاتب بھی؟

(احناف، شافعیہ) اس سے صرف مکاتب غلام ہی مراد ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مقاتل بن حیانؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام نخعیؒ، امام زہریؒ، امام شافعیؒ، امام لیثؒ، اور ابن زیدؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(مالکؒ، احمدؒ، بخاریؒ) یہ آیت مکاتب و غیر مکاتب تمام قسم کے غلاموں کو شامل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(راجح) دوسرا قول راجح ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

⑥ والغارمین

مقروض، ان میں ایک تو ایسا شخص شامل ہے جو اپنے اہل و عیال کا خرچ پورا کرنے کے لیے قرض لے کر مقروض ہو گیا ہو۔ دوسرا ایسا شخص جس نے کسی کی ضمانت دی ہو پھر وہ اس کا ذمہ دار قرار پایا ہو، یا ایسا شخص جس کا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا ہو اور اس وجہ سے وہ مقروض ہو گیا ہو۔ ان تمام افراد کی مالِ زکوٰۃ سے امداد کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام قسم کے مقروضوں کو سوال کا مستحق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قبیصہ بن مخارق کی روایت میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

(1) ﴿ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا، فَقَالَ : أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا، قَالَ : ثُمَّ قَالَ : يَا قَبِيصَةُ ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ : رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ : سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ، وَ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ : سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ، فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ ! سُحْتًا، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا ﴾

''میں نے (دیت دینے کی) ذمہ داری قبول کی چنانچہ اس وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

---

(۱) [نیل الأوطار (۱۲۹/۳)]

(۲) [أیضا، السیل الجرار (۵۸/۲)]

(۳) [فقه السنة (۳۵٦/۱)]

حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ سے دیت کے بارے میں تعاون کا طلب گار ہوں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم ہمارے ہاں قیام کرو جب ہمیں صدقات ملیں گے تو ہم ان میں سے تمہارے بارے میں بھی حکم دیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا' اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے درست ہے۔ ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اٹھائی' اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتی کہ ضمانت حاصل کر لے اس کے بعد (سوال کرنے سے) رُک جائے۔ دوسرا وہ شخص جسے آفت پہنچ جائے' آفت نے اس کے مال کو ہلاک کر دیا' اس کے لیے اُس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اس کی ضرورت نہ پوری ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہے اس کے قبیلہ کے تین ہوش مند انسان کھڑے ہوں اور (گواہی دیں کہ) فلاں انسان فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اس کا فاقہ دور نہ ہو جائے۔ اے قبیصہ! ان کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے' سوال کرنے والا حرام مال کھائے گا۔'' (۱)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أُصِيبَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : **تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ ' فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ** ' فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِغُرَمَائِهِ : خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَ لَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ ﴾

''عہدِ رسالت میں ایک آدمی پر اس کے پھلوں کی وجہ سے مصیبت آن پہنچی جنہیں اُس نے خریدا تھا۔ پس اس کا قرض زیادہ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس پر صدقہ کرو۔ چنانچہ لوگوں نے اُس پر صدقہ کیا۔ لیکن یہ (صدقہ) بھی اُس مقدار کو نہ پہنچا کہ جس سے اس کا قرض ادا ہو جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا کہ جو تمہیں مل جائے وہی لے لو اور تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔'' (۲)

---

(۱) [مسلم (۱۰٤٤) کتاب الزکاۃ : باب من تحل له المسألة ' أبو داود (۱٦٤۰) کتاب الزکاۃ : باب ما تجوز فیه المسألة ' نسائی (۸۹/۵) أحمد (٦۰/۵) دارمی (۳۹٦/۱) طیالسی (۸۳٤) ابن أبي شیبة (۵۸/٤) حمیدی (۳۵۹/۲) شرح معانی الآثار (۱۷/۲) مشکل الآثار (۲۰٦/۱) دارقطنی (۱۲۰/۲) بیهقی (۷۳/٦)]

(۲) [مسلم (۱۵۵٦) کتاب المساقاة : باب استحباب الوضع من الدین ' ابو داود (۳٤٦۹) کتاب البیوع : باب فی وضع الجائحة ' ترمذی (٦۵۵) کتاب الزکاۃ : باب ما جاء من تحل له الصدقة من الغارمین وغیرهم ' ابن ماجة (۲۳۵٦) کتاب الأحکام : باب تفلیس المعدم والبیع علیه لغرمائه ' نسائی (۲٦۵/۷) احمد (۳٦/۳-۵۸)]

(سید سابق ؒ) کسی ذمہ داری کی وجہ سے زکوۃ لینے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ شخص اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے عاجز ہو بلکہ وہ زکوۃ کا مال لے سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے وہ ذمہ داری پوری کر لے۔(۱)

کیا مالِ زکوۃ سے میت کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے؟

(ابوحنیفہ ؒ، احمد ؒ، نخعی ؒ) مالِ زکوۃ سے میت کا قرض ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ مقروض میت ہے اور یہ ممکن نہیں کہ زکوۃ کا مال اس کے سپرد کیا جا سکے اور اگر کوئی زکوۃ کا مال قرض خواہ کے حوالے کر دے گا تو یہ غریم کے سپرد ہوگا' غارم کے سپرد نہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعی ؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(مالک ؒ، ابوثور ؒ) زکوۃ کے مال سے میت کا قرض بھی ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ آیت عام ہے اور اس میں ہر مقروض شامل ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور اس لیے بھی یہ جائز ہے کیونکہ میت کے قرض کی ادائیگی بھی زندہ (کے قرض) کی طرح کامل طور پر صحیح ہو جاتی ہے۔(۲)

(راجح) ہمارے علم کے مطابق دوسرا موقف راجح ہے۔ (واللہ اعلم)

اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَ أَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ' اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ " اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ " فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا ' وَ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعاً فَلْيَأْتِنِي ' فَأَنَا مَوْلَاهُ ﴾

''میں ہر مومن کے' دنیا و آخرت میں' سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ''نبی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ ورثاء اس کے مالک ہوں' وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائے کہ ان کا ولی میں ہوں۔''(۳)

---

(۱) [فقه السنة (۱/۳۵۸)]

(۲) [المجموع للنووى (۶/۲۱۱) المغنى لابن قدامة (۲/۶۶۷)]

(۳) [بخارى (۲۳۹۹) كتاب فى الاستقراض وأداء الديون : باب الصلاة على من ترك دينا ' مسلم (۱۶۱۹) كتاب الفرائض : باب من ترك مالا فلورثته ' ابو داود (۲۹۵۵) كتاب الخراج والإمارة والفئ : باب فى أرزاق الذرية ' ترمذى (۱۰۷۰) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى الصلاة على المديون ' ابن ماجة (۲٤۱۵) كتاب الأحكام : باب من ترك دينا أو ضياعا فعلى الله وعلى رسوله ' احمد (۷۸۶۶) بيهقى (۶/۲۰۱) طيالسى (۲۳۳۸) عبد الرزاق (۱۵۲۶۱)]

مراد یہ ہے کہ جو شخص مقروض فوت ہو اور وہ پیچھے اتنا مال نہ چھوڑے جس سے قرض کی ادائیگی ممکن ہو تو اس کے اہل وعیال میرے (یعنی محمد ﷺ کے) پاس آئیں، میں بیت المال سے اُس کا قرض ادا کر دوں گا اور یہ بات محتاجِ دلیل نہیں کہ بیت المال میں غنائم وخراج کے ساتھ ساتھ اموالِ زکوٰۃ بھی شامل ہوتے تھے۔

بعض حضرات نے یہ رائے بھی پیش کی ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے خاص تھا لیکن برحق بات یہ ہے کہ یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا کیونکہ خصوصیت صرف دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ اس عمل کے اختصاص کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

(ابن تیمیہؒ) زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جائے گا۔(۱)

(قرطبیؒ) ہمارے علماء اور ان کے علاوہ دیگر علماء کا یہ کہنا ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی ''غارمین'' میں شامل ہے۔(۲)

(خرشیؒ) اس میں کوئی فرق نہیں کہ قرض دار زندہ ہو یا مردہ۔ پس حاکم وقت زکوٰۃ کے مال سے رقم لے کر میت کا قرض ادا کر سکتا ہے بلکہ بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ میت کا قرض زندہ آدمی کے قرض سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے زکوٰۃ کے مال سے ادا کیا جائے کیونکہ اس بات کی تو اُمید ہی نہیں کہ میت کا قرض ادا کیا جائے گا جبکہ برعکس اس کے زندہ کے قرض کی یہ کیفیت نہیں۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) جس بات کو ہم ترجیح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ شریعت کے دلائل اور اس کی روح مالِ زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنے سے نہیں روکتی۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٥)

❼ فی سبیل اللہ

اس مصرف میں صرف ایسے تمام افراد شامل ہیں جو دنیا میں غلبۂ اسلام کے لیے کسی بھی طریقے سے جہاد وقتال کے عمل میں مصروف ہیں۔

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۹۹/۱)]

(۲) [تفسیر قرطبي (۱۸۵/۸)]

(۳) [الخرشي علی مختصر خلیل (۲۱۸/۲)]

(٤) [فقه الزكاة (۲/

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳/۱۰)]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .... ﴾

''کسی مالدار آدمی کے لیے صدقہ جائز نہیں سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا...........'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیتِ مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں کیونکہ حدیث میں لفظِ ''غازی'' کے ساتھ قرآن کے عموم ''فی سبیل اللہ'' کی تخصیص کر دی گئی ہے اور جمہور علمائے اُصولیین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے۔

(عمر رضی اللہ عنہ) فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور مجاہد ہیں۔(۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) اس ضمن میں مجاہدین کو دیا جائے۔(۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) اس سے مراد اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والے ہیں۔(٤)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ سنت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس صنف (یعنی فی سبیل اللہ) میں صرف کیا جا سکتا ہے خواہ وہ (مجاہد) غنی ہی ہو۔(۵)

(قرطبی رحمہ اللہ) فی سبیل اللہ سے مراد ایسے لوگوں کے لیے صرف کرنا ہے جو کفار سے لڑنے والے ہیں۔(٦)

(طبری رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) فی سبیل اللہ میں وہ غازی بھی شامل ہیں جن کا حکومتی وظائف میں حصہ نہیں۔(۸)

(ابن حزم رحمہ اللہ) یقیناً فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد ہے۔(۹)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (١٤٤١) کتاب الزکاۃ : باب من یجوز له أخذ الصدقة وهو غني' أبو داود (١٦٣٦) ابن ماجة (١٨٤١)]

(۲) [موطا (ص/١٧٤)]

(۳) [کما في نیل الأوطار (١٣١/٣)]

(٤) [أیضا]

(۵) [السیل الجرار (٨٠٣/١)]

(٦) [تفسیر قرطبي (١٨٥/٨)]

(۷) [تفسیر طبري (١٦٥/٦)]

(۸) [تفسیر ابن کثیر (٤٠٣/٣)]

(۹) [المحلی بالآثار (٢٧٥/٤)]

(ابن قدامہؒ) فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی ہیں جن کے حکومتی وظائف نہ ہوں۔(۱)

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اس سے مراد جہاد اور رباط کی جگہیں ہیں (البتہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مجاہد فقیر ہو تب زکوۃ کا مستحق ہے بصورتِ دیگر نہیں)۔(۲)

(شافعیہ، حنابلہؒ) اس سے مراد ایسے قتال کرنے والے لوگ ہیں جن کے پاس اس قدر مال نہ ہو جو انہیں کافی ہو سکے نیز سرحدوں میں مورچہ زن ہونا بھی اس میں شامل ہے۔(۳)

(ابوعبیدؒ) فی سبیل اللہ کی تفسیر غازی و مجاہد ہے۔(۴)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) آیتِ مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔(۵)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۶)

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی) فی سبیل اللہ سے مراد ایسے مجاہدین ہیں جن کا فوج کے وظائف میں حق مقرر نہیں۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔(۸)

کیا حج و عمرہ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟

(1) حضرت اُم معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لَمَّا حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ وَ كَانَ لَنَا جَمَلٌ فَجَعَلَهُ أَبُو مَعْقِلٍ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ أَصَابَنَا مَرَضٌ وَ هَلَكَ أَبُو مَعْقِلٍ وَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَجِّهِ جِئْتُهُ فَقَالَ : يَا أُمَّ مَعْقِلٍ ! مَا مَنَعَكِ أَنْ تَخْرُجِی مَعَنَا ؟ قَالَتْ : لَقَدْ تَهَيَّأْنَا فَهَلَكَ أَبُو مَعْقِلٍ وَ كَانَ لَنَا جَمَلٌ هُوَ الَّذِی نَحُجُّ عَلَيْهِ فَأَوْصَى بِهِ أَبُو مَعْقِلٍ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَالَ : فَهَلَّا خَرَجْتِ عَلَيْهِ " فَإِنَّ الْحَجَّ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ "...... ﴾

''جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا' ہمارے پاس ایک اُونٹ تھا جسے ابو معقل رضی اللہ عنہ نے اللہ کی

---

(۱) [العمدة (ص/۱۱۳)]

(۲) [بداية المجتهد (۳۲۵/۱)]

(۳) [فقه الزكاة (۶۴۱/۱)]

(۴) [كتاب الأموال (۶۱۱/۱)]

(۵) [فقه الزكاة (۶۵۷/۲)]

(۶) [أيضا]

(۷) [الفقه الإسلامي وأدلته (۸۷۴/۲)]

(۸) [أبحاث هيئة كبار العلماء (۶۱/۱-۹۷)]

راہ میں وقف کر دیا تھا' ہم (اس کے بعد) بیمار ہو گئے اور ابو معقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے روانہ ہو گئے' پھر جب آپ اپنے حج سے فارغ ہو (کر واپس پلٹ) آئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے اُم معقل! تجھے ہمارے ساتھ (حج کے لیے) نکلنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا' بلاشبہ ہم نے تیاری کی تھی (لیکن میں نہ نکل سکی اور ابو معقل آپ کے ساتھ نکل گیا) اور پھر (حج سے واپسی پر) ابو معقل فوت ہو گیا۔ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا' اسی پر ہم حج کیا کرتے تھے لیکن ابو معقل نے اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو اس پر کیوں (حج کے لیے) نہ نکلی بے شک حج اللہ کے راستے میں سے ہی ہے۔'' (۱)

(2) حضرت اُم معقل رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْحَجُّ وَ الْعُمْرَةُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾

''حج اور عمرہ اللہ کی راہ میں سے ہی ہے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ امْرَأَةٍ أَوْصَتْ بِثَلَاثِيْنَ دِرْهَمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' فَقِيْلَ لَهُ : أَتُجْعَلُ فِی الْحَجِّ ؟ فَقَالَ : أَمَا إِنَّهُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

''اُن سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس نے تیس درہم اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں' دریافت یہ کیا گیا کہ کیا وہ انہیں حج میں صرف کر سکتی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیوں نہیں' بلاشبہ حج اللہ کی راہ میں ہی ہے۔'' (۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يُّعْطِیَ الرَّجُلُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهٖ فِی الْحَجِّ وَ أَنْ يُّعْتِقَ مِنْهُ الرَّقَبَةَ ﴾

''وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ حج کے لیے دے یا اس سے غلام

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۷۵۲) کتاب المناسك : باب العمرة ' ابو داود (۱۹۸۹) ابن خزیمة (۲۳۷۶)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۸۶۹) احمد (۲۲۱/٤) ' (٤٠٥/٦) حاکم (٤٨٢/١) طیالسی (٢٠٢/١) شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت عمرہ کے لفظ کے ساتھ شاذ ہے' اس کے بغیر صحیح ہے۔ امام حاکم ؒ نے اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی ؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [أبو عبيد في الأموال (۱۹۷۶) حافظ ابن حجر ؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ [فتح الباری (۲۰۸/۳)]]

آزاد کر دے۔''(۱)

(5) حضرت ابولاس خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ حَمَلَنَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کے اُونٹوں پر سوار کر کے حج کرایا۔''(۲)

(6) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ فِي الْحَجِّ لِأَنَّهُ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ ' وَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : الْحَجُّ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

''حج کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے کیونکہ حج اللہ کی راہ میں سے ہی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ حج اللہ کی راہ میں سے ہی ہے۔''(۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) مذکورہ بالا ابتدائی احادیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں حج اور عمرہ بھی شامل ہے۔ جس نے جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے کوئی مال وقف کر رکھا ہے وہ اپنے اُس مال سے حاجی اور معتمر کا سامان تیار کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی سواری وقف کی ہو تو اس پر حاجی اور معتمر کو سوار کر سکتا ہے۔(٤)

انہوں نے اُن احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں حج کے ساتھ عمرہ کا بھی ذکر ہے لیکن چونکہ عمرہ والی روایت شاذ ہے اس لیے صرف حج کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا' عمرہ کے لیے نہیں۔

(ابن کثیر رحمہ اللہ) ''فی سبیل اللہ'' میں وہ مجاہد شامل ہیں جن کا حکومت کی طرف سے کوئی وظیفہ مقرر نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ، امام حسن رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث (جو نمبر ایک پر بیان کی گئی ہے) کی وجہ سے حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔(٥)

---

(۱) [جيد : إرواء الغليل (۳۷۷/۳) ابن أبي شيبة (٤١/٤) أبو عبيد في الأموال (١٧٨٤) شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے اور اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا بھی ذکر فرمایا ہے۔]

(۲) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ١٤٦٨) كتاب الزكاة : باب قول الله تعالى : وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله ' صحيح ابن خزيمة ' موصولا (٢٣٧٧) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔[كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲۰/۳)]

(۳) [كما في إرواء الغليل (٣٧٦/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (١٣٣/٣)]

(٥) [تفسير ابن كثير ' بتحقيق عبد الرزاق مهدى (٤٠٣/٣)]

(ابن تیمیہ ؒ) جس نے فریضۂ حج ادا نہیں کیا وہ فقیر ہے' اسے اتنی رقم دی جا سکتی ہے جس سے وہ حج کر لے۔(۱)

(البانی ؒ) مصارفِ زکوۃ کی آیت میں ''سبیل اللہ'' سے مراد جہاد' حج اور عمرہ ہے۔(۲)

کیا ہسپتال' مدارس یا مساجد وغیرہ کا خرچ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟

اگرچہ بعض علماء اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں تمام اُمورِ خیر شامل ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خان ؒ نے ''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ

''یہاں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہت بڑا راستہ ہے۔ لیکن اس بات کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ سبیل اللہ صرف اسی عمل کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ ہر وہ نیک جگہ مراد ہے جو طریق الی اللہ کے متعلق ہو۔ آیت کے لغوی معانی بھی یہی ہیں' جن کی واقفیت ضروری ہے اور سبیل اللہ میں اُن علماء پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو مسلمانوں کے دینی مصلحتوں کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ یقیناً اللہ کے مال میں ان کے لیے حصہ ہے بلکہ یہ جہت سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور دین کو سنبھالے ہوئے ہیں اور ان ہی کی مساعیٔ جمیلہ کی بدولت شریعتِ اسلامیہ محفوظ و مامون ہے اور بے شک علماء صحابہ کرام بھی اس مال سے اپنی حاجات کے مطابق عطا یا لیا کرتے تھے۔''(۳)

اسی طرح امام شوکانی ؒ نے اپنی ایک کتاب ''وبل الغمام'' میں فرمایا ہے کہ

''فی سبیل اللہ کی مد میں علمائے دین کے مصارف میں خرچ کرنا بھی شامل ہے کیونکہ ان کے لیے اللہ کے مال میں حصہ ہے خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر بلکہ اس جہت میں خرچ کرنا اہم اُمور میں سے ہے اور بلاشبہ علمائے صحابہ بھی اپنی ضروریات کے لیے زکوۃ کے اموال سے عطا یا لیا کرتے تھے۔''(٤)

لیکن برحق مؤقف یہ ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں صرف جہاد اور حج ہی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ عنوانات کے تحت اس مؤقف کی مدلل وضاحت کر دی گئی ہے۔

(البانی ؒ) جہاں تک مجھے علم ہے آیتِ مصارف کی تفسیر اس معنی میں کہ اس میں جملہ اعمالِ خیر شامل ہوں سلف میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں۔ اگرچہ نواب صدیق حسن خان ؒ ''الروضة الندية'' میں اس کی طرف مائل ہوئے ہیں لیکن ان کی بات مردود ہے اور اگر معاملہ اسی طرح ہوتا تو پھر آیتِ کریمہ میں زکوۃ کو صرف آٹھ

---

(۱) [الاختيارات الفقهية لابن تيمية ، و في تمام المنة (ص / ۳۸۱)]

(۲) [السلسلة الصحيحة (تحت الحديث / ۲٦۸۱)]

(۳) [الروضة الندية (۱/ ۵۰۱)]

(٤) [كما في دليل الطالب (ص / ٤۳۲)]

مصارف میں محدود کرنے کا کوئی فائدہ ہی باقی نہیں رہتا۔(۱)

(ابوعبیدؒ) میت کا قرض ادا کرنا (یہ ثابت ہے۔راقم) اس کے کفن کے لیے خرچ مہیا کرنا' مساجد کی تعمیر' نہروں کی کھدائی اوران کے مشابہ نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا' امام سفیانؒ اور اہل عراق ودیگر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ' کفایت نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اُمور آٹھ مصارف میں شامل نہیں۔(۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ مدارسِ دینیہ' مساجد کی تعمیر یا دیگر اُمورِ خیر مثلاً نہروں کی کھدائی' پلوں کی تعمیر' ہسپتالوں کا قیام' علماء کے اخراجات وغیرہ وغیرہ کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(شیخ صالح بن فوزان) آیت میں مذکور آٹھوں مصارف کے علاوہ دیگر اُمورِ خیر مثلاً مساجد ومدارس کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) مساجد' ہسپتال اور دینی اداروں کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں۔(٥)

(ابن بازؒ) تمام علماء کے ہاں یہ بات معروف ہے اور جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے اور اولین سلف صالحین سے یہ بات اجماع کی مانند ثابت ہے کہ زکوٰۃ کا مال مساجد کی تعمیر اور کتب کی خرید وغیرہ جیسے کاموں میں صرف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہ مال صرف اُن آٹھ مصارف میں ہی صرف کیا جائے گا جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت میں ہے۔(٦)

(شیخ ابن عثیمینؒ) مساجد کی تعمیر وغیرہ جیسے کاموں کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔(۷)

تاہم اگر مدارس کے طلبا یا مدرسین فقرا ومساکین میں شمار ہوتے ہوں تو پھر ان کے لیے زکوٰۃ کے مال سے بھی عطایا نکالے جاسکتے ہیں' اسی طرح اگر تعلیم کا مقصد کسی نہ کسی طریقے سے جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت ہو تو بھی یہ لوگ زکوٰۃ کے مستحق قرار پائیں گے۔ ایک مقام پر سعودی مجلس افتاء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔(۸)

---

(۱) [تمام المنة (ص / ۳۸۲)]

(۲) [الأموال (فقرة : ۱۹۷۹)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (۱۲٥/٤)]

(٤) [الملخص الفقهى للدكتور صالح بن فوزان (۳٦۰/۱)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۹/۱۰)]

(٦) [مجموع الفتاوى لابن باز (۲۹٤/۱٤)]

(۷) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (۳٤۹/۱۸)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤۱/۱۰)]

❽ ابن سبیل

ابن سبیل کا مطلب ہے راستے کا بیٹا' اس سے مراد مسافر ہے۔یعنی اگر کوئی مسافر دورانِ سفر امداد کا مستحق ہو گیا ہو تو خواہ وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی کیوں نہ ہو' زکوٰۃ کی رقم سے اس کی امداد کی جائے گی۔(۱)

(قرطبیؒ) ابن سبیل سے مراد ایسا مسافر ہے جس سے دورانِ سفر اپنے شہر' اپنے مقام اور اپنے مال تک پہنچنے کے ذرائع و اسباب منقطع ہو گئے ہوں تو اسے زکوٰۃ کے مال سے دیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے شہر میں غنی ہی کیوں نہ ہو۔(۲)

(ابن کثیرؒ) ابن سبیل وہ مسافر ہے جو کسی شہر میں راستہ عبور کرنے والا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہو تو اسے صدقات سے اتنا مال دیا جائے گا جو اسے اس کے شہر تک پہنچنے کے لیے کافی ہو اگرچہ وہ مالدار ہی ہو۔

یہی حکم اُس شخص کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے زکوٰۃ کے مال سے اتنا دیا جائے گا جو اس کی آمد و رفت کے لیے کافی ہو۔اس کی دلیل یہ آیت ہے اور وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''صدقہ کسی غنی کے لیے جائز نہیں سوائے پانچ کے..........''(۳)

(جمہور، مالکؒ، احمدؒ) جو مسافر زکوٰۃ کا مستحق ہے اس سے مراد وہ مسافر ہے جو کسی شہر میں راستہ عبور کرنے والا ہو' وہ مراد نہیں ہے جو اپنے شہر سے سفر شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(شافعیؒ) فرماتے ہیں کہ سفر شروع کرنے والا بھی ابن سبیل میں شامل ہے۔(٤)

(راجح) امام مالکؒ وغیرہ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ ابن سبیل سے تو یہی مراد ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی ضروری حاجت کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے تو اسے فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے'

---

(۱) [نيل الأوطار (۱۳۱/۳۔۱۳۲) السيل الجرار (۶۰/۲) فقه الزكاة (۶۷۰/۲)]

(۲) [تفسير قرطبي (۱۷۲/۸)]

(۳) [تفسير ابن كثير (۴۰۳/۳)]

(٤) [الشرح الكبير مع المغني (۷۰۲/۲) المجموع (۲۱٤/۶) نهاية المحتاج (۱۵۶/۶) فقه السنة (۳۵۹/۱)]

مسافر ہونے کی وجہ سے نہیں۔

(شیخ حسین بن عودہ) انہوں نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔(۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

ابن سبیل کو عطا کرنے کے قرآنی متعدد احکامات

(1) ﴿يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ، قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْأَقْرَبِينَ وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ " وَابْنِ السَّبِيلِ "﴾ [البقرة : ٢١٥]

''آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

(2) ﴿وَ آتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينَ " وَابْنَ السَّبِيلِ " وَ السَّائِلِينَ﴾ [البقرة : ١٧٧]

''(نیک وہ ہے) جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والوں کو عطا کرے۔''

(3) ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنبِ " وَابْنِ السَّبِيلِ "﴾ [النساء : ٣٦]

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' قرابت دار ہمسایہ' اجنبی ہمسایہ' پہلو کے ساتھی اور راہ کے مسافر سے بھی حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔''

(4) ﴿وَ اعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ " وَابْنِ السَّبِيلِ "﴾ [الأنفال : ٤١]

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو' اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔''

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٢١/٣)]

(۲) [فقه الزكاة (٦٧٦/٢)]

(5) ﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَ الْمِسْكِيْنَ "وَابْنَ السَّبِيْلِ" وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [الإسراء : ٢٦]

''رشتہ داروں' مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔''

(6) ﴿ فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَ الْمِسْكِيْنَ "وَابْنَ السَّبِيْلِ" ﴾ [الروم : ٣٨]

''قرابت دار' مسکین اور مسافر (ہر ایک) کو اس کا حق ادا کرو۔''

(7) ﴿ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِيْنِ "وَابْنِ السَّبِيْلِ" ﴾ [الحشر : ٧]

''بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے' وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔''

کیا مسافر کی بات بلا حجت تسلیم کر لی جائے گی؟

مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آئے اور وہ کہے کہ میں مسافر ہوں اور مجھے اپنے سفر کی تکمیل کے لیے اخراجات کی ضرورت ہے تو کیا اس کی یہ بات تسلیم کر لی جائے گی یا اس سے اس کا کوئی ثبوت بھی طلب کیا جائے گا؟

(قرطبیؒ) دین کے متعلق تو ضروری ہے کہ وہ اسے ثابت کرے البتہ دیگر صفات کے متعلق اس کا ظاہری حال ہی گواہ اور کافی ہے۔(۱)

اس کی دلیل حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ ' قَالَ : فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ ' فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ : "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ" إِلَى آخِرِ الْآيَةِ "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا" وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ "اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ' قَالَ : فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ' قَالَ : ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَ ثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۷۲/۸)]

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ ﴾

''دن کے ابتدائی حصے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ کچھ لوگ آئے جو ننگے پیر' ننگے بدن' گلے میں چمڑے کی چادریں پہنے ہوئے' اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے' اکثر بلکہ سب ان میں قبیلہ مضر کے لوگ تھے۔ ان کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تبدیل ہو گیا۔ آپ ﷺ اندر گئے پھر باہر آئے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' اذان کہو۔ پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے بنایا...... آخر آیت تک۔'' پھر سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور غور کرو کہ تم نے اپنی جانوں کے لیے آگے کیا بھیجا ہے جو کل کام آئے گا۔''

(پھر لوگ صدقات لانا شروع ہو گئے) کسی نے دینار صدقہ کیا' کسی نے درہم دیا' کسی نے کپڑے' کسی نے ایک صاع گندم اور کسی نے ایک صاع کھجور دی حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا' کھجور کی ایک گٹھلی بھی ہو (وہ بھی دو)۔ پھر انصار میں سے ایک شخص تھیلی لایا کہ اس کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا۔ پھر تو لوگوں نے تانتا باندھ لیا حتی کہ میں نے خوراک اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے (اتنے صدقات جمع ہو گئے) حتی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک چمکنے لگا تھا گویا کہ سونے کا ہو گیا ہو جیسے کندن۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اسلام میں نیک کام کی ابتداء کرے اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب کم ہو اور جس نے اسلام میں آ کر برا کام شروع کیا تو اس پر اس کے اپنے عمل کا بھی بوجھ ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب کم ہو۔''(۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دین کے علاوہ باقی صفات میں ظاہری حال پر ہی اکتفاء کرنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی صرف ظاہری حال پر ہی اکتفاء کیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ ﷺ نے ان سے نہ تو کوئی دلیل طلب کی اور نہ ہی ان سے یہ پوچھا کہ ان کے پاس مال ہے یا نہیں۔

اس کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کی

---

(۱) [مسلم (۱۰۱۷) كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة ' نسائى (۷۵/۵) ابن حبان (۳۳۰۸) احمد (۳۵۷/٤)]

آزمائش کرنے کا ارادہ فرمایا...... (اس کے آخر میں ہے کہ) پھر فرشتہ اندھے کے پاس اپنی پہلی صورت میں آیا اور اس نے کہا:

﴿ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَ ابْنُ سَبِيْلٍ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِهِ ، فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ ، أَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ ﴾

''میں مسکین آدمی ہوں' سفر کے تمام سامان و اسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی اُمید نہیں۔ میں تم سے اُس ذات کے واسطے سے جس نے تمہیں تمہاری بصارت واپس دی' ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے اپنا سفر پورا کر سکوں۔''

اندھے نے جواب میں کہا کہ یقیناً میں ایک اندھا آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بصارت عطا فرمائی اور واقعتاً میں فقیر و مسکین تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہتے ہو لے سکتے ہو' اللہ کی قسم! آج میں تمہیں اس چیز سے نہیں روکوں گا جسے تم اللہ کے لیے لینا چاہو گے۔(۱)

اس حدیث میں محلِ استشہاد یہ ہے کہ جب فرشتہ اس کی پہلی صورت میں آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں اور ایک بکری چاہتا ہوں تو اندھے نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ تم مسافر ہو پھر میں تمہیں عطا کروں گا۔

کیا زکوۃ آٹھوں مصارف میں صرف کرنا ضروری ہے؟

یہ ضروری نہیں بلکہ ان مصارف میں سے کسی ایک مصرف میں بھی (جس میں زیادہ ضرورت ہو) زکوۃ صرف کی جا سکتی ہے حتی کہ کسی ایک انسان کو دینا بھی جائز و درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام حسنؒ، امام نخعیؒ، امام عطاءؒ، امام ثوریؒ، امام ابو عبیدؒ وغیرہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔(۲)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾

---

(۱) [بخاری (٣٤٦٤) كتاب أحاديث الأنبياء : باب ما ذكر عن بنى إسرائيل ' مسلم (٢٩٦٤) كتاب الزهد والرقائق : باب ' ابن حبان (٣١٤) بيهقى (٢١٩/٧) تحفة الأشراف (١٣٦٠٢)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (١٢٨/٤)]

''زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔'' (۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے منجملہ فقراء کو ہی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور وہ صرف ایک ہی مصرف وصنف ہیں۔

(ابن قدامہؒ) آٹھ اصناف میں سے کسی ایک صنف میں بلکہ صرف ایک شخص کو عطا کرنا بھی کافی ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) تمام مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا واجب نہیں کیونکہ آیت میں (مختلف) اصناف کا ذکر (محض ہر) مصرف کے بیان کے لیے ہے' اس لیے نہیں کہ ان تمام میں صرف کرنا واجب ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) آٹھوں مصارف میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ کا مال دے دینا جائز ہے۔(٤)

تاہم فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(شافعیؒ) مالِ زکوٰۃ تمام مصارف میں صرف کرنا لازم ہے۔

(مالکؒ) اُسی پر صرف کیا جائے جو ان میں زیادہ محتاج وضرورت مند ہو۔

(احمدؒ، ابو حنیفہؒ) کسی ایک مصرف میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔(٥)

اگر کسی آدمی میں استحقاقِ زکوٰۃ کے ایک سے زیادہ سبب ہوں

(ابن قدامہؒ) اگر ایک آدمی میں زکوٰۃ لینے کے کئی اسباب موجود ہوں تو ان اسباب کی وجہ سے اسے عطا کرنا جائز ہے۔ پس فقیر عامل کے لیے درست ہے کہ وہ اپنی تنخواہ وصول کرے اور اگر وہ اسے کفایت نہ کرتی ہو تو وہ اتنا مال (مزید) وصول کر لے جتنا اُسے کفایت کرتا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی مجاہد ہو تو اس کے لیے اتنا مال لینا جائز ہے جو اس کے غزوے کے لیے کافی ہو اور اگر وہ مقروض بھی ہو تو اپنے قرض کے برابر (مزید بھی) لے سکتا ہے کیونکہ ان اسباب میں سے ہر ایک سبب اپنا الگ حکم ثابت کرتا ہے اور کسی دوسرے سبب کا وجود اس (پہلے سبب) کے حکم

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ ' مسلم (۱۹) أبو داود (۱٥٤۸) ترمذی (٦۲۱)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۲۷/٤)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲۲/۳)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥۱/۱۰)]

(٥) [نيل الأوطار (۱۳٤/۳) المغنی (۱۲۸/٤) الأم (۷۱/۲) نهاية المحتاج (۱٦٤/٦) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (۱٦۲/۳) بدائع الصنائع (٤٥/۲) الأصل (۱۷۲/۲) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۲٤۸/۳)]

کے ثبوت کے لیے رکاوٹ نہیں جیسے اس کے وجود کے لیے رکاوٹ نہیں۔(۱)

ہر جگہ کے اغنیاء کی زکوٰۃ وہیں کے فقراء پر صرف کی جائے

(1) جس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ

﴿ تُوخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾

''(زکوٰۃ) ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاجوں میں تقسیم کردی جائے گی۔'' (۲)

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَجَعَلَهَا فِي فُقَرَائِنَا ، وَ كُنْتُ غُلَامًا يَتِيمًا فَأَعْطَانِي مِنْهَا قَلُوصًا ﴾

''ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص آیا تو اس نے ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کردی۔ میں ایک یتیم بچہ تھا تو اس نے زکوٰۃ کے مال سے مجھے ایک جوان اُونٹنی دے دی۔'' (۳)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ اسْتُعْمِلَ عَلَى الصَّدَقَةِ ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ : أَيْنَ الْمَالُ ؟ قَالَ : وَ لِلْمَالِ أَرْسَلْتَنِي ؟ أَخَذْنَاهُ مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ وَضَعْنَاهُ حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهُ ﴾

''انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا گیا۔ جب وہ واپس آئے تو انہیں کہا گیا مال کہاں ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا' کیا مال کے لیے آپ نے مجھے روانہ کیا تھا؟ ہم نے وہاں سے مال وصول کیا جہاں سے عہد رسالت میں وصول کیا کرتے تھے اور وہیں تقسیم کر دیا جہاں پر اسے (عہد رسالت میں) تقسیم کیا کرتے تھے۔'' (٤)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۵۱۸/۲)]

(۲) [بخاری (۱٤۵۸) کتاب الزکاة : باب لا توخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة ' مسلم (۱۹) أبو داود (۱۵۸٤) ترمذی (۲٦۵) نسائی (۲٤۳۵) ابن ماجة (۱۷۸۳)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۹۹) کتاب الزکاة : باب ما جاء أن الصدقة توخذ من الأغنیاء فترد علی الفقراء ' ترمذی (٦٤۹) ابن خزیمة (۲٦۳۲)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق علی الروضة الندية (٤۹۱/۱)]

(٤) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٤٦۷) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی عمال الصدقة ' صحیح أبو داود (۱٤۳۱) کتاب الزکاة : باب فی الزکاة تحمل من بلد إلی بلد ' أبو داود (۱٦۲۵) ابن ماجة (۱۸۱۱)]

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ثوریؒ) جس شہر سے زکوۃ وصول کی گئی ہے اس کے علاوہ کسی اور شہر میں اسے صرف کرنا جائز نہیں۔

(احناف) ایسا کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔(۱)

(راجح) ضرورت اور مصلحت کے وقت کسی دوسرے شہر میں بھی مالِ زکوۃ صرف کیا جا سکتا ہے (البتہ عام حالات میں بہتر یہی ہے کہ جس علاقے سے زکوۃ وصول کی جائے اسی علاقے کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے جیسا کہ گذشتہ دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے)۔(۲)

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا))

''باب' اس بیان میں کہ مالداروں سے زکوۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔''

اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے ''تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ''(۳)

غالباً امام بخاریؒ نے '' فقرائهم '' کی ضمیر کو تمام مسلمانوں کی طرف لوٹایا ہے۔

(ابن منیرؒ) امام بخاریؒ نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ جس شہر سے زکوۃ وصول کی گئی ہے اس سے (کسی اور شہر کی طرف) زکوۃ کے مال کو منتقل کرنا جائز ہے۔ (ان کے نزدیک) اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ''زکوۃ کو اُن کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا'' کا عموم ہے۔ کیونکہ اس میں ضمیر (تمام) مسلمانوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔ لہٰذا ان میں سے جو بھی فقیر ہوگا اسے زکوۃ کا مال دیا جائے گا خواہ وہ کہیں بھی ہو۔(٤)

علاوہ ازیں اس موقف کی دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے اہل مدینہ کے لیے زکوۃ وصول کی جیسا کہ اُس میں یہ لفظ ہیں:

''طاؤسؒ نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ

---

(۱) [الأم (۹۱/۲) المغنی (۱۳۱/٤) المبسوط (۱۸/۳) الاختیار (۱۲۲/۱) نیل الأوطار (۱۱۰/۳) تحفة الأحوذی (۳۰٤/۳)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳۰۵/۳)]

(۳) [بخاری (۱٤۹٦) کتاب الزکاة]

(٤) [فتح الباری (۳۵۷/۳)]

سامان واسباب یعنی دھاری دار چادریں یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لیے بھی بہتری ہوگی۔" (۱)

(ابن تیمیہؒ) کسی شرعی مصلحت کی وجہ سے زکوٰۃ کو منتقل کرنا بھی جائز ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کو آٹھوں مصارف میں صرف کرنا واجب ہے اگر وہ موجود ہوں اور اگر (سب موجود) نہ ہوں تو ان میں سے جو بھی موجود ہو اسی میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے اور جہاں کہیں بھی یہ مصارف ہوں وہیں زکوٰۃ کو منتقل کرنا واجب ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی زکوٰۃ کو (کسی دوسرے شہر) منتقل کر دے تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اسے کفایت کر جائے گی۔(۳)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ''البانیؒ'' سے (زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے) جواز کی دلیل دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس میں زکوٰۃ منتقل کرنے سے منع کیا گیا ہو۔(٤)

(ابن جبرینؒ) کسی مصلحت کے تحت زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھی منتقل کی جا سکتی ہے۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(ڈاکٹر عائض القرنی) اصل تو یہ ہے کہ اُسی شہر کے فقراء پر زکوٰۃ کا مال تقسیم کیا جائے لیکن بوقتِ ضرورت کسی دوسرے شہر منتقل کرنا بھی جائز ہے۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۸)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(۹)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ١٤٤٨) کتاب الزکاۃ : باب العرض فی الزکاۃ]

(۲) [الاختیارات الفقهية (ص / ٩٩-١٠٤) مجموع الفتاوى لابن تيمية (٨٥/٢٥)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٥٣١/٢)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٤١/٣)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٦٥/٢)]

(٦) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (٣٥٧/١)]

(۷) [فقه الدليل للدكتور عائض القرنی (ص / ٢٠٦)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤١٧/٩)]

(۹) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (٣١٤/١٨)]

کیا کسی کو شادی کے لیے زکوۃ دینا جائز ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) یہ جائز ہے جبکہ وہ شخص جو شادی کا خواہش مند ہے اتنا مال نہ رکھتا ہو جتنا عرف عام میں بغیر کسی اسراف کے شادی کے اخراجات کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمین) انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔(۲)

کیا قرآن کی طباعت کے لیے زکوۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے؟

(ابن باز) قرآن کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوۃ کا مال اس مشروع کام کے لیے صرف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فرمان میں مذکور مصارف میں سے نہیں ہے۔(۳)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۷/۱۰)]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن عثيمين (۳۵۱/۱۸)]

(۳) [مجموع الفتاوى لابن باز (۲۹۹/۱٤)]

باب من تحرم عليه الزكاة — جن پر زکوۃ حرام ہے

کافر و مرتد پر زکوۃ حرام ہے

کیونکہ جس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ

﴿ تُؤخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾

''(زکوۃ) ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔'' (۱)

یعنی مسلمانوں کے اغنیاء سے وصول کر کے مسلمانوں کے ہی فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔

(ابن قدامہؒ) ہمیں اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ اموال کی زکوۃ کافر کو نہیں دی جائے گی اور نہ ہی غلام کو۔(۲)

(ابن منذرؒ) اہل علم میں سے وہ تمام حضرات جن کے متعلق ہمیں یاد ہے اُن کا اجماع ہے کہ بلاشبہ ذمی کو اموالِ زکوۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ''انہیں بتانا کہ ان پر زکوۃ فرض ہے جو ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مسلمانوں) کے فقراء کو زکوۃ صرف کرنے کے لیے خاص کیا ہے جیسے ان کے اغنیاء کو وجوبِ زکوۃ کے لیے خاص کیا ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) وہ آیت جو مصارفِ زکوۃ پر مشتمل ہے مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے' اس میں کوئی کافر داخل نہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) تالیفِ قلب کے علاوہ غیر مسلموں کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں۔ (٥)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ

کفار کو اموال اور پھلوں کی زکوۃ سے اور صدقہ فطر سے عطا کرنا جائز نہیں خواہ وہ فقراء' مسافر اور مقروض ہی

---

(۱) [بخاری (۱٤٥٨) کتاب الزكاة : باب لا تؤخذ كرائم أموال الناس في الصدقة ' مسلم (۱۹) أبو داود (۱٥٨٤) ترمذی (٦٢٥) نسائی (٢٤٣٥) ابن ماجة (۱۷۸۳)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٥١٧/٢)]

(۳) [أيضا]

(٤) [السيل الجرار (٨١/٢)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٨/١٠)]

کیوں نہ ہوں اور جو انہیں عطا کرے گا اسے زکوٰۃ کفایت نہیں کرے گی۔(۱)

(شیخ ابن بازؒ) جمہور علما کے قول کے مطابق زکوٰۃ نہ تو کسی ذمی کو دی جائے گی اور نہ ہی اس کے علاوہ دیگر کفار کو۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والا ہے اسے زکوٰۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا اور اس اجماع کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [الممتحنة : ۹]

''اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں کیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی' جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔''

......اس کی مثل ہی ملحد ہے جو وجودِ باری تعالیٰ کا منکر ہے اور نبوت و آخرت کا انکاری ہے......اسے بھی اہل دین کے اموال سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح مرتد' اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل جانے والے کا حکم ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں تو وہ زندہ رہنے کا ہی مستحق نہیں اور یقیناً اس نے دین سے مرتد ہو کر خیانتِ عظمیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔(۴)

❑ واضح رہے کہ وہ کفار جنہیں تالیفِ قلب کے لیے دیا جاتا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

کفار کے لیے نفلی صدقات کا حکم

ایسے کافر جو مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کا تعاون کرتے ہیں ان پر نفلی صدقات سے خرچ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی تعریف میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں:

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۹/۱۰)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۱۷/۱٤)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (٤۳۳/۱۸)]

(٤) [فقه الزكاة (۷۰۲/۲)]

﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ أَسِيْرًا ﴾ [الإنسان : ۸]

''وہ لوگ اس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

اور اس وقت قیدی مشرک تھے جیسا کہ حضرت حسنؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔(۱)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے (مشرک) قیدیوں کے متعلق صحابہ کرام کو تاکید فرمائی تھی کہ وہ ان کی تکریم کریں تو پھر صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ قیدیوں کو پہلے کھانا کھلاتے تھے اور خود بعد میں کھاتے تھے۔(۲)

تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ ''اسیر'' یعنی قیدی سے مراد (کفار ہی ہیں کیونکہ اس وقت) مسلمانوں کے پاس کفار کے علاوہ اور کوئی قیدی نہیں تھے۔(۳)

(ابن عربیؒ) قیدی کو کھانا کھلانے میں بہت بڑا اجر ہے خواہ وہ کافر ہی ہو......لیکن یہ نفلی صدقے کی بات ہے' فرض زکوۃ کی نہیں۔(٤)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ ' إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الممتحنة : ۸]

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا' ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

یہ آیت اس لیے نازل ہوئی تا کہ اُن بعض مسلمانوں کے دلوں سے حرج ختم ہو جائے جو اپنے مشرک رشتہ داروں سے نیکی وحسنِ سلوک کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہم ان سے قطع تعلق رہیں گے شاید یہ راہِ راست پر آ جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ' وَ مَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ' وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۲]

---

(۱) [ابن أبي شيبة (۳۹/٤ـ٤٠)]

(۲) [تفسير ابن كثير (٥٨٥/٤)]

(۳) [أضواء البيان (٦٧٥/٨)]

(٤) [تفسير أحكام القرآن (٢٦٦/٤)]

''انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور تم جو بھلی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اس کا فائدہ خود پاؤ گے۔ تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب کے لیے ہی خرچ کرنا چاہیے' تم جو کچھ مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا' اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَ هِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ : إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ وَ هِيَ رَاغِبَةٌ ' أَفَأَصِلُ أُمِّيْ ؟ قَالَ : نَعَمْ ' صِلِيْ أُمَّكِ ﴾

''عہد رسالت میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبد العزیٰ) جو مشرکہ تھیں' میرے ہاں آئیں۔ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا' میری والدہ آئی ہیں اور وہ میرے ساتھ ملاقات کی بہت خواہش مند ہیں' تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔'' (۱)

ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ

﴿ تَصَدَّقُوْا عَلَى أَهْلِ الْأَدْيَانِ ﴾

''(مختلف) ادیان کے حامل لوگوں پر صدقہ کیا کرو۔'' (۲)

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ امام بیہقیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ''باب' مشرک پر اور ایسے شخص پر جس کا فعل قابل تعریف نہیں' نفلی صدقہ کرنا (جائز ہے)۔'' یہ نفلی صدقہ کی ہی بات ہے جبکہ فرض زکوٰۃ غیر مسلم کے لیے جائز نہیں کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث میں ہے کہ ''زکوٰۃ ان (مسلمانوں) کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں ہی تقسیم کر دی جائے گی۔'' (۳)

(سید سابقؒ) کفار کو نفلی صدقات سے عطا کرنا جائز ہے۔ (٤)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (۲٦۲۰) كتاب الهبة : باب الهدية للمشركين' مسلم (۱۰۰۳) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين' ابو داود (۱٦٦۸) كتاب الزكاة : باب الصدقة على أهل الذمة' ابن حبان (٤٥۲) طيالسی (۱٦٤۳) احمد (۲٦۹۸۱)]

(۲) [صحيح : الصحيحة (۲۷٦٦) رواه ابن أبي شيبة في المصنف]

(۳) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲٦/۳)]

(٤) [فقه السنة (۳٦۲/۱)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۹/۱۰)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مسلمان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اہل ذمہ کے غیر مسلم کو نفلی صدقات سے عطا کرے۔(۱)

کیا فاسق وفاجر اور بے نماز کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

فاسق وفاجر شخص جب تک دائرۂ اسلام میں داخل ہے اور مسلمانوں کے لیے باعث اذیت نہیں' اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ جب نافرمانوں اور گناہگاروں سے زکوٰۃ وصول کر لی جاتی ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہونا چاہیے کہ ان پر تقسیم بھی کر دی جائے۔ مزید برآں فاسق اِس حدیث کے عموم میں بھی شامل ہے کہ ''زکوٰۃ مسلمانوں کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔''

تاہم یہ یاد رہے کہ کسی ایسے فاسق کو زکوٰۃ نہ دی جائے جس کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ وہ اس مال کے ذریعے کوئی گناہ کا کام ہی کرے گا مثلاً یہ کہ وہ شراب پیتا ہو تو اسے زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ زکوٰۃ کے مال سے مزید شراب پی لے' اسی طرح جوا کھیلنے والے یا نشہ کے عادی کی مثال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اللہ کے مال کے ساتھ گناہ کے کام میں تعاون ہو جائے گا اور یہ شرعاً جائز نہیں۔

(شوکانی ؒ) فاسق جملہ مسلمانوں میں سے ہی ہے لہٰذا اگر وہ آیت میں مذکور اصناف میں سے ایک ہو تو اس سے اس کا حصہ روکنا اس پر ظلم ہے اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اس سے زکوٰۃ روکنے پر استدلال کے لیے صحیح ہو۔(۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) میرے نزدیک راجح مؤقف یہ ہے کہ ایسا فاسق جو اپنے فسق وفجور کے ذریعے مسلمانوں کو اذیت نہیں دیتا اسے زکوٰۃ کا مال دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ صالح ومستقیم بھی ہو تو بالاجماع اسے دینا درست ہے۔ لیکن اگر وہ شخص اپنے فسق وفجور کو ظاہر کرنے والا ہو اور اپنی اباحیت پر فخر کرنے والا ہو تو اسے اُس وقت تک زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں جب تک وہ سرکشی نہ چھوڑ دے اور اپنی توبہ کا اعلان نہ کر دے۔ بلاشبہ ایمان کے کڑے کو سب سے زیادہ مضبوط کرنے والی چیز ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' ہے۔(۳)

علاوہ ازیں علما کے زیادہ صحیح قول کے مطابق بے نماز چونکہ دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہے اس لیے اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں حتی کہ وہ توبہ کر کے نماز کی پابندی نہ شروع کر دے۔

(ابن تیمیہؒ) ان سے بدعتی اور بے نماز کو زکوٰۃ دینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا' انسان کے لیے

---

(۱) [فقه الزكاة (۷۰۳/۲)]

(۲) [السيل الجرار (۸۱/۱۰)]

(۳) [فقه الزكاة (۷۰۹/۲)]

زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ فقراء، مساکین اور مقروض وغیرہ جیسے مستحق افراد کو زکوٰۃ دینے کی کوشش کرے، جو اہل دین ہوں اور شریعت کے پیروکار ہوں۔ پس جو بدعات اور فسق و فجور کو ظاہر کرے وہ تو سزا کا مستحق ہے کہ اس سے قطع تعلقی برتی جائے اور اس سے توبہ کرائی جائے تو اس کے برخلاف اس کا تعاون کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اور بے نماز کے متعلق فرمایا:

جو نماز نہ پڑھتا ہو اسے نماز کا حکم دیا جائے گا، اگر تو وہ کہے کہ میں نماز کی پابندی کروں گا (اور اس کی حفاظت کا وعدہ کرے) تو اسے زکوٰۃ عطا کر دی جائے گی اور اگر وہ ایسا نہ کہے تو اسے نہیں دی جائے گی۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

جو ضرورت مند نماز نہ پڑھتا ہو اسے اُس وقت تک کچھ نہیں دیا جائے گا جب تک وہ توبہ کر کے نماز کی ادائیگی کا پابند نہ ہو جائے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ زکوٰۃ سے کچھ بھی تارک نماز کو عطا کریں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین) مسلمانوں میں سے جو فاسق و نافرمان ہو اسے زکوٰۃ دینا جائز تو ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جائے جو دین کے اعتبار سے اس سے مضبوط ہو۔

اور جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو تو بلا شبہ تارکِ نماز کافر و مرتد ہے اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(۴)

بنو ہاشم اور بنو مطلب پر زکوٰۃ حرام ہے

(1) حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ﴾

”صدقہ (یعنی زکوٰۃ) آلِ محمد کے لیے جائز ہی نہیں، یہ تو لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ ﴾

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۸۷/۲۵)]
(۲) [الاختیارات الفقهیة (ص / ۶۱)]
(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۱/۱۰)]
(۴) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۴۳۳/۱۸)]

"یہ محمد ﷺ اور آلِ محمد کے لیے حلال نہیں۔"(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : كِخْ كِخْ ، لِيَطْرَحَهَا ، ثُمَّ قَالَ : أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ﴾

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑ لی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا" "کخ کخ" تاکہ وہ اسے پھینک دیں اور مزید فرمایا' کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ ﴾ "بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔"(۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ : لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنْ صَدَقَةٍ لَأَكَلْتُهَا ﴾

"نبی کریم ﷺ ایک گری پڑی کھجور کے قریب سے گزرے تو فرمایا' اگر یہ شبہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔"(۳)

(4) بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِشَيْءٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ ، فَإِنْ قِيلَ : صَدَقَةٌ لَمْ يَأْكُلْ ، وَ إِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ بَسَطَ يَدَهُ ﴾

---

(۱) [مسلم (۱۶۷، ۱۶۸، ۱۰۷۲) كتاب الزكاة : باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة ، أبو داود (۲۹۸۵) كتاب الخراج والإمارة والفيء : باب في بيان مواضع قسم الخمس وسهم ذى القربى ، شرح معانى الآثار (۷/۲) بيهقى (۳/۷) احمد (۱٦٦/٤) ابن حبان (٤٥٢۷)]

(۲) [بخارى (۱٤۹۱) كتاب الزكاة : باب ما يذكر فى الصدقة للنبى وآله ، مسلم (۱٦۱، ۱۰٦۹) كتاب الزكاة : باب تحريم الزكاة على رسول الله ﷺ وعلى آله وهم بنو هاشم وبنو مطلب ، دارمى (۱٦٤۲) احمد (۹۳۱۹) عبد الرزاق (٦۹٤۰) طيالسى (۲٤۸۲) نسائى فى السنن الكبرى (۸٦٤٥/٥) بيهقى (۲۹/۷) شرح السنة للبغوى (۱٦۰٥) ابن حبان (۳۲۹٤) ابن أبى شيبة (۲۱٤/۳)].

(۳) [بخارى (۲۰٥٥) كتاب البيوع : باب ما ينزه من الشبهات ، مسلم (۱۰۷۱) كتاب الزكاة : باب تحريم الزكاة على رسول الله ﷺ وعلى آله وهم بنو هاشم وبنو مطلب ، ابو داود (۱٦٥۱) كتاب الزكاة : باب الصدقة على بنى هاشم ، احمد (۱۲۹۱۲) أبو يعلى (۲۹۷٥) ابن حبان (۳۲۹٦) ابن أبى شيبة (۲۱٤/۲) بيهقى (۱۹٥/٦)]

''نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تو آپ ﷺ دریافت فرماتے' کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو پھر اپنا ہاتھ (اسے پکڑنے کے لیے) آگے بڑھاتے۔''(۱)

(شوکانیؒ) آل محمد پر زکوٰۃ حرام ہے' یہ بات متواتر (تواتر معنوی) دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔(۲)

(ابن بازؒ) ہر وہ شخص جو بنو ہاشم سے ہو زکوٰۃ کا مال اُس کے سپرد کرنا جائز نہیں۔(۳)

(ڈاکٹر عائض القرنی) بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) اس مسئلے میں اختلاف کے متعلق کوئی بات ہمارے علم میں نہیں۔(٥)

تاہم اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آل محمد سے کیا مراد ہے؟

(شافعیؒ) آل محمد میں بنو ہاشم اور بنو مطلب شامل ہیں۔

(جمہور، مالکؒ، ابو حنیفہؒ) آل محمد سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔(٦)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے۔(واللہ اعلم)(۷)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَ بَنُو هَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ ﴾

''بنو مطلب اور بنو ہاشم دونوں ایک ہی چیز ہیں۔''(۸)

(ابن حزمؒ) پس ثابت ہوا کہ کسی چیز میں بھی ان (بنو مطلب اور بنو ہاشم) کے حکم کے درمیان فرق کرنا جائز

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح نسائی (۲٤٥٠) ترمذی (٦٥٦) كتاب الزكاة : باب ما جآء فی كراهية الصدقة للنبی......' نسائی (۲٦۱۳)]

(۲) [السیل الجرار (۸۱/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۱۱/۱٤)]

(٤) [فقه الدليل للدكتور عائض القرنی (ص / ۲۰۸)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۱۰۹/٤)]

(٦) [المجموع (۲۲٦/٦-۲۲۷) الفقه الإسلامی وأدلته (۸۸۳/۲-۸۸٤) نيل الأوطار (۱۳٥/۳)]

(۷) [مزید دیکھیے: سبل السلام (۸٥٥/۲)]

(۸) [بخاری (۳۱٤۰' ۳٥۰۲) كتاب فرض الخمس : باب ومن الدليل على أن الخمس للإمام' أحمد (۸۱/٤) أبو داود (۲۹۷۸) كتاب الخراج والإمارة والفیء : باب فی بيان مواضع قسم الخمس وسهم ذی القربى' نسائی (٤۱۳٦) كتاب قسم الفیء : باب' ابن ماجة (٦۸۸۱) بيهقی (۳٤۱/٦)]

نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یہ ایک ہی چیز ہیں۔لہٰذا یقیناً یہ آلِ محمد ہیں اور جب یہ آلِ محمد ہیں تو ان پر صدقہ حرام ہے۔(۱)

❑ بنو ہاشم سے مراد اولادِ علی، اولادِ عقیل، اولادِ جعفر، اولادِ عباس اور اولادِ حارث ہے۔(۲)

بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر زکوۃ حرام ہے

جیسا کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ﴾

نبی کریم ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو زکوۃ کی وصولی پر مقرر فرمایا۔اس نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تمہیں بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔انہوں نے کہا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت نہ کرلوں۔چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' قوم کا غلام بھی انہیں میں شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔''(۳)

(شوکانیؒ) یہ حدیث دلالت کناں ہے کہ اولادِ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ حرام ہے۔(٤)

(قرطبیؒ) مسلمانوں کے علماء کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ...... بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے فرض زکوۃ حلال نہیں۔(٥)

---

(۱) [المحلی لابن حزم (٢١٠/٦)]

(۲) [نیل الأوطار (١٣٥/٣) فقه السنة (٣٦٢/١)]

(۳) [**صحیح**: صحیح أبو داود (١٤٥٢) کتاب الزکاة: باب الصدقة علی بن هاشم، أبو داود (١٦٥٠) نسائی (١٠٧/٥) ترمذی (٦٥٧) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی کراهیة الصدقة للنبی وأهل بیته وموالیه، أحمد (٢١/٦) حاکم (٤٠٤/١) شرح السنة (٣٨٠/٣) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور اسی لیے امام حاکمؒ نے شیخین کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔جبکہ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[تفسیر قرطبی بتحقیق عبد الرزاق مهدی (١٧٦/٨)]

(٤) [نیل الأوطار (١٣٧/٣)]

(٥) [تفسیر قرطبی (١٧٦/٨)]

(شیخ عبداللہ بسام) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کو نہیں دی جائے گی اور بلاشبہ ان کا حکم زکوٰۃ سے ممانعت میں وہی ہے جو ان کے سرداروں کا ہے۔(۱)

(سید سابقؒ) جیسے رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم پر صدقہ حرام کیا ہے اُسی طرح ان کے آزاد کردہ غلاموں پر بھی حرام کیا ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

❏ (احمدؒ، ابو حنیفہؒ) بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر زکوٰۃ کا مال حرام ہے اگرچہ وہ اسے بطورِ تنخواہ ہی وصول کریں۔ شافعیہ اور بعض مالکیہ جیسے ابن ماجشون وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(جمہور) بطورِ تنخواہ ان کے لیے صدقہ لینا جائز ہے۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ظاہر موقف وہ ہے جسے امام احمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے اپنایا ہے۔(٥)

کیا ہاشمی، ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

جن لوگوں کا خیال ہے کہ ہاشمی (یعنی سید) ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے ان کی دلیل یہ روایت ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

﴿ هَلُ تَحِلُّ لَنَا صَدَقَاتُ بَعُضِنَا لِبَعُضٍ؟ فَقَالَ : نَعَمُ ﴾

''کیا ہم ایک دوسرے کو صدقے دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا'ہاں۔''(٦)

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض راوی متہم ہیں اور صاحب ''میزان'' نے اس پر طویل کلام کیا ہے لہٰذا یہ روایت ان صحیح عمومات کی تخصیص کے لیے درست نہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ

حاصل یہ ہے کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت معلوم ہے بغیر اس فرق کے کہ زکوٰۃ دینے والا ہاشمی ہو یا کوئی اور۔(٧)

---

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (٤٣٥/٣)]
(۲) [فقه السنة (٣٦٣/١)]
(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٢٧/٣)]
(٤) [فتح الباری (٤١٦/٣۔٤١٧)]
(٥) [تحفة الأحوذی (٣٦٧/٣)]
(٦) [حاكم فی علوم الحديث (ص/١٧٥)]
(٧) [نيل الأوطار (١٣٥/٣)]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

دلائل کے عموم کی وجہ سے ہاشمی پر زکوٰۃ حرام ہے خواہ زکوٰۃ دینے والا ہاشمی ہی ہو۔(۱)

کیا بنو ہاشم اور بنو مطلب پر نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

(شوکانیؒ) حدیث ''ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں'' کا ظاہر یہ ہے کہ (آلِ محمد کے لیے) نہ فرضی صدقہ جائز ہے اور نہ ہی نفلی۔(۲)

(خطابیؒ) آپ ﷺ پر دونوں قسم (یعنی فرضی اور نفلی) کے صدقے کی حرمت پر اجماع ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) ظاہر بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر فرضی اور نفلی ہر قسم کا صدقہ حرام تھا کیونکہ ان سے اجتناب دلائل و علاماتِ نبوت میں سے تھا' اس لیے آپ اس میں کوئی خلل اندازی نہیں کر سکتے تھے۔ جس حدیث میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے اُس میں ہے کہ جس نے انہیں نبی کریم ﷺ کے متعلق خبر دی تھی' اُس نے آپ ﷺ کا یہ وصف بیان کیا تھا کہ وہ ہدیہ کی چیز تو کھائیں گے لیکن صدقہ کی چیز نہیں کھائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کے متعلق دریافت کرتے؟ اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ اسے کھالو اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو خود بھی ان کے ساتھ کھاتے۔...... پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ پر دونوں قسم کا صدقہ حرام کیا گیا تھا.......... اور (آلِ محمد کے متعلق) صحیح بات یہ ہے کہ اُن پر بھی ہر دو قسم (فرضی اور نفلی) کا صدقہ حرام تھا۔(۴)

(ابن ماجشونؒ، مطرفؒ، اصبغؒ) بنو ہاشم کو نہ فرض صدقہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نفل۔(۵)

تاہم بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ آلِ محمد ﷺ پر صرف فرضی صدقہ حلال نہیں جبکہ نفلی صدقہ حلال ہے۔ انہوں نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کو لوگوں کے مال کی میل کچیل قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مال کی میل کچیل صرف فرضی صدقہ ہے' نفلی نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت علی، حضرت عباس اور

---

(۱) [السیل الجرار (۸۱۲/۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۳٦/۳)]

(۳) [معالم السنن (۷۱/۲)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۱۱٦/٤)]

(٥) [تفسیر قرطبی (۱۷٦/۸)]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بنو ہاشم کی ایک جماعت پر صدقہ کیا اور ان کے لیے اموال وقف کیے۔

(جمہور) بنو ہاشم اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے نفلی صدقہ میں کوئی حرج نہیں۔

(قرطبیؒ) یہی بات صحیح ہے۔

(ابن قاسمؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(۱)

(شیخ عبداللہ بسام) آل محمد پر نفلی صدقہ، وقف، وصیت اور نذر، جو فقراء کے لیے خاص ہے، کے حلال ہونے پر اجماع نقل کیا گیا ہے کیونکہ انہیں صرف زکوۃ سے روکا گیا ہے اور وہ اس لیے کہ زکوۃ اغنیاء کے اموال اور نفسوں کی تطہیر ہے جبکہ نفلی صدقہ، نذر، وصیت اور وقف اس طرح نہیں ہے۔(۲)

(ابن بازؒ) بنو ہاشم کو نفلی صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(٤)

مالدار اور کمانے کے قابل افراد پر زکوۃ حرام ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ ﴾

''کسی مالدار، قوی الجسم اور صحیح وسلامت اعضاء والے شخص کے لیے زکوۃ جائز نہیں۔''(٥)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ ﴾

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۷٦/۸)]

(۲) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۴۳۰)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن باز (۱٤/۳۱٤)]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۱۸/٤۲۹)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (۱٤۳۹) كتاب الزكاة : باب من يعطى من الصدقة؟ وحد الغنى ' أبو داود (۱٦۳٤) ترمذی (٦٥۲) حاكم (۱/٤۰۷) أحمد (۲/۱٦٤) بيهقى (۷/۱۳) نسائى (٥/۹۹) ابن ماجة (۱۸۳۹) ابن أبي شيبة (۳/۲۷۰) دارقطنى (۲/۱۱۸) أبو يعلى (٦٤۰۱) طحاوى (۲/۱٤) الحلية لأبى نعيم (۸/۳۰۸) بيهقى (۷/۱٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۳/۲۳۲)]

''مالدار' صحت منداور کمانے والے آدمی کے لیے اس (یعنی زکوٰۃ) میں کوئی حصہ نہیں۔'' (۱)

(شوکانیؒ) صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مالدار کے لیے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور وہ ایسا شخص ہے جو پچاس درہم یا اتنی قیمت کے سونے کا مالک ہو۔ (۳)

(شیخ سلیم الہلالی) اغنیا اور کمائی کے قابل افراد پر صدقہ حلال نہیں۔ (٤)

پانچ قسم کے مالدار افراد کے لیے صدقہ جائز ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ' أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا ' أَوْ لِغَارِمٍ ' أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ ﴾

''مالدار شخص کے لیے پانچ صورتوں کے علاوہ صدقہ حلال نہیں:

(1) زکوٰۃ کا مال اکٹھا کرنے کی صورت میں۔

(2) وہ شخص جو اپنے مال سے صدقے کی کوئی چیز خرید لے۔

(3) مقروض ہو۔

(4) فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا۔

(5) مسکین پر جو چیز صدقہ کی گئی ہو وہ اس سے کچھ مالدار کے لیے بطور تحفہ بھیج دے۔'' (٥)

والدین اور اولاد پر زکوٰۃ حرام ہے

والدین خواہ کتنے ہی اوپر چلے جائیں (یعنی دادا' پردادا وغیرہ) اور اولاد خواہ کتنی ہی نیچے چلی جائے (یعنی

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱٤۳۹) أیضا' أبو داود (۱٦۳۳) نسائی (۹۹/٥) أحمد (۲۲٤/٤) ترتیب المسند للشافعی (٦٦۳) عبدالرزاق (۷۱٥٤) دارقطنی (۱۱۹/۲) ابن أبی شیبة (٥٦/٤) شرح معانی الآثار (۳۰۳/۱) بیهقی (۱٤/۷) شرح السنة (۳٦٦/۳)]

(۲) [السیل الجرار (۸۱/۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۱۷/٤)]

(٤) [موسوعة المناهی الشرعیة (۷۹/۲)]

(٥) [صحیح : صحیح أبو داود (۱٤٤۱) کتاب الزکاة : باب من یجوز له أخذ الصدقة وهو غنی' أبو داود (۱٦۳٦) أحمد (٥٦/۳) ابن ماجة (۱۸٤۱) حاکم (٤۰۷/۱) عبدالرزاق (۷۱٥۱) ابن الجارود (۳٦٥) دارقطنی (۱۲۱/۲) بیهقی (۱٥/۷) ابن خزیمة (۲۳۷٤) التمهید لابن عبدالبر (۹٦/٥) إرواء الغلیل (۸۷۰)]

بیٹا' پوتا اور پوتے کا بیٹا وغیرہ) فرض زکوٰۃ کے مستحق نہیں کیونکہ ان سب کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

(ابن منذرؒ) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۱)

صاحب بحر الزخار نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں جو تمہارے اہل وعیال نہ ہوں۔(۳)

(ابن بازؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(سید سابقؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٥)

اولاد کو اس لیے بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی کیونکہ فی الحقیقت اولاد کا مال بھی والد کا مال ہی ہے یعنی اولاد کو زکوٰۃ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اپنے نفس کو زکوٰۃ دے دی۔

(1) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! إِنَّ لِيْ مَالًا وَوَلَدًا وَ إِنَّ أَبِيْ يُرِيْدُ أَنْ يَّجْتَاحَ مَالِيْ فَقَالَ: أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيْكَ ﴾

''ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میرے پاس مال اور اولاد (دونوں) ہیں اور میرا والد چاہتا ہے کہ وہ میرا مال اپنی ضروریات میں خرچ کر لے (اور میرے لیے کچھ نہ چھوڑے) تو آپ ﷺ نے فرمایا' تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کی ملکیت ہیں۔''(٦)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ' وَ إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ﴾

''بلاشبہ سب سے پاکیزہ چیز جسے تم کھاؤ وہ ہے جو تمہاری کمائی کی ہو اور یقیناً تمہاری اولاد تمہاری

---

(۱) [الإجماع لابن المنذر (۱۱۸) (ص/٥١) المغني (٩٨/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (١٤١/٣)]

(۳) [ابن أبي شيبة (١٠٥٣١)]

(٤) [فتاوى ابن باز مترجم (١١٧/١)]

(٥) [فقه السنة (٣٦٣/١)]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٨٥٥ ' ١٨٥٦) كتاب التجارات : باب ما للرجل من مال ولده ' إرواء الغليل (٨٣٨) ابن ماجة (٢٢٩١ ' ٢٢٩٢)]

کمائی میں سے ہی ہے۔''(۱)

ایک روایت میں ہے کہ یزید رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے معن رضی اللہ عنہ کو لاشعوری طور پر صدقہ دے بیٹھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑتے ہوئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ! وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!﴾

''اے یزید! تمہیں اس چیز کا اجر مل جائے گا جس کی تم نے نیت کی اور اے معن! جو تم نے حاصل کر لیا وہ تمہارا ہی ہے۔''(۲)

امام شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نفلی صدقہ کے بارے میں ہے۔(۳)

والدین کو زکوٰۃ دینے کی جائز صورت

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) والدین اور اولاد کو زکوٰۃ کا مال دینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ فقیر ہوں اور یہ شخص ان کے نفقہ سے عاجز ہو۔(۴)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

والدین اگر مقروض ہوں یا مکاتب ہوں تو اس صورت میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے' اور اگر والدین فقیر ہوں اور یہ ان کے نفقہ سے عاجز ہو تو زیادہ قوی بات یہی ہے کہ وہ اس حال میں انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔(۵)

کیا خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن راجح بات یہی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

(ابن منذر رحمہ اللہ) اہل علم کا اجماع ہے کہ آدمی زکوٰۃ کے مال سے اپنی بیوی کو کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا نفقہ و خرچہ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۸۰٤) كتاب التجارات : باب ما للرجل من مال ولده ' ابن ماجة (۲۲۹۰) أبو داود (۳۵۲۸) كتاب البيوع : باب في الرجل يأكل من مال ولده ' ترمذي (۱۳۵۸) كتاب الأحكام : باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده]

(۲) [بخاري (۱٤۲۲) كتاب الزكاة : باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر ' أحمد (۳/ ٤۷۰)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/ ۱٤۲)]

(٤) [الاختيارات الفقهية (ص/ ٦۱-٦۲)]

(۵) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (۲۵/ ۹۰)]

اس پرواجب ہے۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ فرض زکوۃ اپنی بیوی کو دینا جائز نہیں۔(۳)

(سید سابقؒ) امام ابن منذرؒ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس (بیوی کے لیے زکوۃ کے عدمِ جواز) کا سبب یہ ہے کہ اس کا خرچہ شوہر پر واجب ہے جس وجہ سے وہ زکوۃ لینے سے مستغنی ہے جیسا کہ والدین کا حکم ہے البتہ اگر بیوی مقروض ہو تو اسے ''غارمین'' کے حصے سے عطا کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ اپنا قرض ادا کر لے۔(٤)

(شیخ حسین بن عودہ) بیوی کو زکوۃ دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے...... الا کہ وہ مقروض ہو تو اسے ''غارمین'' کے حصے سے عطا کیا جا سکتا ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ زکوۃ کا مال اپنی بیوی پر صرف کریں کیونکہ اس کا خرچہ اس کا لباس اور اس کی رہائش آپ پر واجب ہے۔(٦)

بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ أَضْحٰی أَوْ فِطْرٍ إِلَی الْمُصَلّٰی ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَ أَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ ، فَقَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ ! تَصَدَّقُوْا ، فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ ، فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ ، فَإِنِّی أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ ، فَقُلْنَ : وَ بِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَ تَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ دِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ! ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَلَمَّا صَارَ إِلٰی مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ ، فَقِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هٰذِهِ زَيْنَبُ ، فَقَالَ : أَیُّ الزَّيَانِبِ ؟ فَقِيْلَ : امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ، قَالَ : نَعَمْ ، ائْذَنُوْا لَهَا ، فَأُذِنَ لَهَا ، قَالَتْ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ ، وَ كَانَ لِی حُلِیٌّ لِی فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ وَ

(۱) [نيل الأوطار (۱٤۱/۳)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۵۱۳/۲)]

(۳) [سبل السلام (۸٤۱/۲)]

(٤) [فقه السنة (۳٦٤/۱)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۳۱/۳)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٦۳/۱۰)]

وَلَدُهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ ' زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مِنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ ﴾

''رسول اللہ ﷺ عید الضحیٰ یا عید الفطر کے روز عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' لوگو! صدقہ کرو۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اس لیے کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو ہوشیار مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو! پھر آپ ﷺ واپس گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کون سی زینب؟ کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اچھا انہیں اجازت دے دو' چنانچہ اجازت دے دی گئی۔

انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا' اے اللہ کے رسول! آج آپ نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا تھا اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ مگر (میرے شوہر) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ خیال ہے کہ وہ اور ان کی اولاد اس صدقہ کے ان (مساکین) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ابن مسعود نے ٹھیک کہا ہے' تیرا شوہر اور اس کی اولاد تیرے صدقے کے زیادہ مستحق ہیں۔'' (۱)

(جمہور، شافعیؒ) بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام ثوریؒ، ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(ابو حنیفہؒ) بیوی اپنے خاوند کو زکوۃ نہیں دے سکتی۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی زکوۃ اپنے شوہر کو دے دے۔ یہی امام شافعیؒ، امام ابن منذرؒ اور اہل علم کے ایک گروہ کا مذہب ہے۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (۱٤٦٢) كتاب الزكاة : باب الزكاة على الأقارب]

(۲) [نيل الأوطار (۱٤٠/۳) شرح المهذب (۱۳۸/٦) الأم (٦٩/۲) المغنى (۱۰۰/٤) المبسوط (۱۱/۳) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۲٦۱/۳) نصب الراية مع الهداية (٤۱۹/۲)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۳۲/۳)]

(سعودی مجلس افتاء) عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوۃ اپنے شوہر پر صرف کرے جبکہ وہ فقیر ہو۔(۱)

❏ واضح رہے کہ خاوند کو بھی صرف اسی صورت میں بیوی زکوۃ دے سکتی ہے جب وہ آٹھوں مصارف میں سے کسی مصرف میں شامل ہو ورنہ نہیں۔

فقیر یا مقروض بھائی' بہن کو زکوۃ دینے کا حکم

(ابن بازؒ) اگر وہ مقروض یا فقیر ہوں تو انہیں زکوۃ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شامل ہیں "صدقات صرف فقراء و مساکین کے لیے ہیں......"(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(۳)

رشتہ داروں کو زکوۃ دینا افضل ہے

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ : صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ ﴾

"مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں شامل ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی۔"(۴)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس کا مطلب یہ ہے کہ اقرباء پر صدقہ کرنا افضل ہے۔(۵)

(ابن قدامہؒ) جب کسی انسان پر زکوۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اپنے اُن قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کرے جنہیں زکوۃ دینا (اس کے لیے) جائز ہے۔(۶)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۶۲)]

(۲) [ملخصا' فتاوى إسلامية (۲/۸۹۔۹۰)]

(۳) [فتاوى منار الإسلام (۱/۳۰۸)]

(۴) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۴۹۴) المشكاة (۱۹۳۹) ترمذى (۶۵۸) كتاب الزكاة : باب ما جآء فى الصدقة على ذى القرابة' ابن ماجة (۱۸۴۴) كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة' نسائى (۲۵۸۲) أحمد (۴/۱۷) حميدى (۲/۲۶۳) ابن حبان (۸۳۳۔ الموارد) دارمى (۱/۳۹۷) ابن أبى شيبة (۴/۴۷) حاكم (۱/۴۰۷) بيهقى (۷/۲۷)]

(۵) [تحفة الأحوذى (۳/۳۶۸)]

(۶) [المغنى لابن قدامة (۴/۱۰۱)]

(شیخ سلیم الہلالی) افضل صدقہ وہ ہے جو رشتہ داروں پر کیا جائے۔(۱)

(شیخ صالح بن فوزان) محتاج قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔(۲)

لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دینا کفایت کر جاتا ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ ، وَعَلَى زَانِيَةٍ ، وَ عَلَى غَنِيٍّ ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ : أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَ أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَ أَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ ﴾

''(بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے کہا آج رات میں ضرور صدقہ دوں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (لاعلمی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا' اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہی ہے آج رات میں پھر ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہی ہے' میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور' فاحشہ اور مالدار کو دے آیا ہوں۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے تو اس میں یہ امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقے کا مال مل جانے سے یہ امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا

---

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۷۸/۲)]

(۲) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳۲۰/۱)]

ہے وہ اسے خرچ کرے۔'' (۱)

(2) وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں مذکور ہے کہ والد نے لاعلمی میں اپنے ہی بیٹے کو صدقہ دے دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے یزید! تمہیں اُس چیز کا اجر مل جائے گا جس کی تم نے نیت کی اور اے معن! جو تم نے حاصل کر لیا وہ تمہارا ہی ہے۔(۲)

(ابوحنیفہؒ، محمدؒ، ابوعبیدؒ) جس نے لاعلمی کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی تو وہ اسے کافی ہو جائے گی اور اس سے دوبارہ زکوٰۃ نکالنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(شافعیؒ) جس نے غلطی سے کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی اور پھر اسے اپنی غلطی کا علم ہو گیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ کسی مستحق کو زکوٰۃ ادا کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے قرض اصل مالک کے علاوہ کسی اور کو ادا کر دیا جائے تو لامحالہ دوبارہ اس کی اصل مالک کو ادائیگی ضروری ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی اصل مستحق تک پہنچانا ضروری ہے۔

(احمدؒ) ان سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں۔(۳)

اگر علم ہو کہ یہ مستحق نہیں تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی

(شوکانیؒ) اگر زکوٰۃ دینے والے کو علم تھا کہ جسے وہ زکوٰۃ دے رہا ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں تو اس نے اپنا مال ضائع کر دیا اور بہر حال اس پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔(٤)

---

(۱) [بخاری (۱٤۲۱) کتاب الزکاۃ : باب إذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم ' مسلم (۱۰۲۲) کتاب الزکاۃ : باب ثبوت أجر المتصدق ' وإن وقعت الصدقۃ فی ید غیر أھلھا ' احمد (۸۲۸۹) نسائی (۲۵۲۲) و فی السنن الکبری (۲۳۰۲/۲) ابن حبان (۳۳۵٦) بیھقی (۱۹۱/٤)]

(۲) [بخاری (۱٤۲۲) کتاب الزکاۃ : باب إذا تصدق علی ابنہ وھو لا یشعر]

(۳) [المغنی لابن قدامۃ (٦٦۷/۲) روضۃ الطالبین (۳۲۸/۲)]

(٤) [السیل الجرار (۸۱/۲)]

باب صدقة الفطر صدقہ فطر کا بیان

صدقہ فطر کا معنی ومفہوم

صدقہ کا مطلب تو معروف ہے البتہ فطر (فاء کے کسرہ کے ساتھ یعنی "فِطْر") کا معنی ہے "چھوڑنا، پھاڑنا، روزہ افطار کرنا وغیرہ"۔(۱)

اس سے مراد وہ صدقہ ہے جس کا سبب رمضان کے روزوں کو چھوڑنا ہے اور یہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ نیز اسے فطرانہ بھی کہا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کب فرض ہوا؟

(ملا علی قاریؒ) صدقہ فطر 2 ہجری میں فرض کیا گیا اور یہ وہی سال ہے جس میں ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) 2 ہجری، ماہِ رمضان میں عید سے دو روز قبل صدقہ فطر فرض ہوا۔ امام قسطلانیؒ نے یہ بات ذکر فرمائی ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) صدقہ فطر ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شعبان میں مشروع کیا گیا۔(٤)

(ڈاکٹر وہبہ زحیلی) صدقہ فطر 2 ہجری میں روزوں کی فرضیت کے سال 'زکوۃ سے پہلے' مشروع کیا گیا۔(٥)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(شیخ عبداللہ بسام) صدقہ فطر اُس سال فرض کیا گیا جس سال رمضان کے روزے فرض کیے گئے اور وہ ہجرت کا دوسرا سال تھا۔(۷)

---

(۱) [النهاية لابن الأثير (۱/۳۸۰) مصباح اللغات (ص/٦۳۸)]

(۲) [المرقاة (٤/۱٥۹)]

(۳) [تحفة الأحوذي (۳/۳۹۱)]

(٤) [فقه السنة (۱/۳۷۲)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲/۹۰۰)]

(٦) [فقه الزكاة (۲/۹۱۸)]

(۷) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۳۷۱)]

صدقہ فطر کی فرضیت کی حکمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو اس لیے فرض کیا ہے تا کہ روزہ دار (دورانِ روزہ کی ہوئی) لغو اور فحش حرکات سے پاک ہو جائے اور مساکین کو کھانے کا سامان مل سکے۔'' (۱)

صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ ' صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے غلام' آزاد' مرد' عورت' بچے' بوڑھے سب پر صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ ایک صاع (یعنی تقریباً اڑھائی کلو) کھجوروں سے اور ایک صاع جو سے۔ اور اس کے متعلق حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ نمازِ (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔'' (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر فرض ہے۔

(ابن منذرؒ) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث صدقہ فطر کے وجوب (یعنی فرضیت) کی دلیل ہے۔ (٤)

---

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۸٤۳) هداية الرواة (۲٦٥/۲) ابن ماجة (۱۸۲۷) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر ' ابو داود (۱٦۰۹) كتاب الزكاة : باب زكاة الفطر]

(۲) [بخاري (۱٥۰۳) كتاب الزكاة : باب فرض صدقة الفطر' مسلم (۹۸٤) كتاب الزكاة : باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير' أبو داود (۱٦۱۱) كتاب الزكاة : باب كم يؤدى فى صدقة الفطر' نسائي (٤۸/٥) ابن ماجة (۱۸۲٦) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر' ترمذي (٦۷٦) كتاب الزكاة : باب ما جاء فى صدقة الفطر' موطا (۲۸٤/۱) مسند شافعي (۲٥۰/۱) أحمد (۱۳۷/۲) دارمي (۳۹۲/۱) بيهقي (۱٥۹/٤) شرح معاني الآثار (۳۲۰/۱)]

(۳) [الإجماع لابن المنذر (ص/ ٤۹)' (رقم/ ۱۰٥) مزید دیکھئے: موسوعة الإجماع فى الفقه الإسلامي (٤۹۲/۱) نيل الأوطار (۱٤۳/۳)]

(٤) [سبل السلام (۸۲۹/۲)]

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں' کیونکہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں۔ (مزید امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف یہ ہے کہ زکوٰۃ الفطر اس وقت واجب ہے کہ جب انسان اتنے مال کا مالک ہو جو نصاب کو پہنچ جائے حالانکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہٰذا جس کے پاس گھر کے خورد و نوش سے زائد غلہ موجود ہو وہ صدقہ فطر ادا کر دے)۔(۱)

(سید سابقؒ) صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر فرد پر واجب ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام۔(۲)

(عبداللہ بسام) مسلمانوں نے صدقہ فطر کے وجوب پر اجماع کیا ہے۔(۳)

(شیخ ابن جبرین) صدقہ فطر مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسے مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے (سب) پر فرض کیا ہے۔(٤)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت سے فرضیت کے نسخ کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں کہ جس سے نسخ کا دعویٰ کیا جا سکے جیسا کہ اُس روایت میں ہے کہ

﴿ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَدَقَةِ الفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ (کا حکم) نازل ہونے سے پہلے ہمیں صدقہ فطر کا حکم دیا لیکن جب زکوٰۃ (کا حکم) نازل ہو گیا تو آپ ﷺ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ (اس سے) ہمیں روکا اور ہم صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے۔''(۵)

اس حدیث میں محض ایک زائد فرض کا ذکر ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا فرض منسوخ ہو گیا ہے۔

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

---

(۱) [الحاوی (۳۸٤/۳) الأم (۸٤/۲) بدائع الصنائع (۷٤/۲) المبسوط (۱۰۸/۳) الکافی (ص/۱۱۱) المغنی (۸۹/۳)]

(۲) [فقه السنة (۳۷۱/۱)]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۱/۳)]

(٤) [فتاوی إسلامیة (۹۸/۲)]

(۵) [صحیح : صحیح نسائی (۲۳۵۰) ابن ماجة (۱۸۲۸) کتاب الزکاة : باب صدقة الفطر' نسائی (٤۹/۵) حاکم (٤۱۰/۱) بیهقی (۱۵۹/٤)]

(٦) [سبل السلام (۸۲۹/۲)]

صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا

گذشتہ پہلی حدیث کے یہ الفاظ ﴿ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ اس بات کا ثبوت ہیں کہ صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی ادا کیا جائے گا۔ اگر کسی کا والد، والدہ یا غلام وغیرہ کافر ہوں تو ان کی طرف سے ادا نہیں کیا جائے گا۔

(ابن قدامہؒ) کافر پر صدقہ فطر فرض نہیں خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔(۱)

(شوکانیؒ) کافر پر (صدقہ فطر) واجب نہیں ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔(۳)

(نوویؒ) حدیث کے ان الفاظ " مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ " کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ اس مسئلے میں واضح ہیں کہ صدقہ فطر صرف مسلمان کی طرف سے ہی نکالا جائے گا اور بندے پر اپنے ایسے غلام، بیوی، اولاد اور والدین جو کافر ہوں کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی لازم نہیں۔

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ، جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، ابن مبارکؒ، اسحاقؒ) کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالنا واجب ہے۔ انہوں نے ان الفاظ " مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ " کی تاویل یوں کی ہے کہ اس سے مراد مالک ہیں غلام نہیں۔ نیز انہوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ

﴿ لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ ﴾

"غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔"(۴)

جمہور نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے اور یہاں لفظ " الْعَبْدِ " (یعنی غلام) کے عموم کی " مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ " (یعنی مسلمانوں سے) کے ساتھ تخصیص کر دی گئی ہے۔(۵)

(سعودی مجلس افتاء) صدقہ فطر کافر خادموں کی طرف سے نہیں نکالا جائے گا۔(۶)

---

(۱) [المغنی (۲۸۳/٤)]

(۲) [نیل الأوطار (۱٤٥/۳)]

(۳) [فتح الباری (۱٤۲/٤)]

(٤) [مسلم (۹۸۲) کتاب الزکاة : باب لا زکاة علی مسلم فی عبده وفرسه]

(٥) [مزید دیکھئے: شرح مسلم للنووی (٦۹/٤) تحفة الأحوذی (۳۹۷/۳) فتح الباری (٤۳٦/۳)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۷٥/۹)]

کیا حمل کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے گا؟

(جمہور فقہا) حمل کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب نہیں۔

(ابن حزمؒ) اگر جنین (یعنی پیٹ کا بچہ) اپنی ماں کے پیٹ میں عید الفطر کی رات فجر پھوٹنے سے پہلے ایک سو بیس (120) دن پورے کر لے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس وقت اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ لہٰذا اب اس پر لفظِ صغیر کا اطلاق درست ہے اور صغیر کی طرف سے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر فرض کیا ہے۔(۱)

(راجح) برحق بات یہ ہے کہ حمل کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی فرض نہیں اور اس پر لفظِ صغیر کا اطلاق بھی درست نہیں۔ علاوہ ازیں کوئی ایسی صریح و صحیح دلیل بھی موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حمل کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(شوکانیؒ) رقمطراز ہیں کہ امام ابن منذرؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ پیٹ کے بچے کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

(احمدؒ) امام شوکانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمدؒ پیٹ کے بچے کی طرف سے صدقہ فطر کو واجب نہیں بلکہ مستحب قرار دیتے تھے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) پیٹ کے بچے پر صدقہ فطر واجب نہیں اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

(ابن منذرؒ) جن علماء کے متعلق ہمیں یاد ہے وہ آدمی پر جنین 'جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہے' کی طرف سے صدقہ فطر واجب قرار نہیں دیتے۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) امام ابن حزمؒ کی ذکر کردہ کسی بھی بات میں حمل کی طرف سے صدقہ فطر کے وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہی گئی ہے کہ حدیث میں موجود کلمہ ''صغیر'' میں حمل بھی شامل ہے۔(۴)

(شیخ عبداللہ بسام) صدقہ فطر پیٹ کے بچے کی طرف سے واجب نہیں۔(۵)

---

(۱) [المحلی (۱۳۲/۶) فقہ الزکاۃ (۹۲۷/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۴۴/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامۃ (۳۱۷/۴)]

(۴) [فقہ الزکاۃ (۹۲۷/۲)]

(۵) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۵/۳)]

صدقہ فطر کی مقدار اور اشیاء

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كُنَّا نُخرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ ﴾

''ہم گندم سے ایک صاع' یا جو سے ایک صاع' یا کھجور سے ایک صاع' یا پنیر سے ایک صاع' یا منقی سے ایک صاع صدقہ فطر نکالتے تھے۔''

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں:

﴿ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ ﴾ ''یعنی ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔'' (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اِن تمام اشیاء سے ایک صاع فطرانہ نکالا جائے گا۔ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرے سے لوٹے تو منبر پر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

﴿ إِنِّي أَرَى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ ﴾

''میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (یعنی نصف صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

﴿ لَا أُخْرِجُ فِيهَا إِلَّا الَّذِي كُنْتُ أُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ ﴾

''میں تو (ہمیشہ اسی طرح صدقہ فطر) نکالوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نکالتا تھا (یعنی) ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع منقی سے یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع پنیر سے۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ گندم سے نصف صاع فطرانہ دینا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ تمام اجناس سے ایک صاع فطرانہ نکالنے کے ہی قائل رہے۔

---

(۱) [بخاری (۱۵۰۶' ۱۵۰۸) کتاب الزکاۃ : باب صدقة الفطر صاع من طعام' مسلم (۹۸۵) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر' أبو داود (۱۶۱۶) کتاب الزکاۃ : باب کم یؤدی فی صدقة الفطر' ترمذی (۶۶۸) نسائی (۵۱/۵) ابن ماجة (۱۸۲۹) کتاب الزکاۃ : باب صدقة الفطر' ابن الجارود (۳۵۷) مؤطا (۲۸۴/۱) ابن أبی شیبة (۱۷۲/۳) أحمد (۲۳/۳) دارمی (۳۹۲/۱) شرح معانی الآثار (۴۱/۲) دارقطنی (۱۴۶/۲) التمهید لابن عبدالبر (۱۲۸/۴) شرح السنة (۳۶۲/۳)]

(۲) [مسلم (۹۸۴) کتاب الزکاۃ : باب زکاۃ الفطر علی المسلمین' بیهقی (۱۶۵/۴)]

مزید برآں جن روایات میں ایک آدمی کی طرف سے نصف صاع کے بھی کافی ہو جانے کا ذکر ہے وہ یا تو مرفوع ثابت نہیں ہیں یا ضعیف ہیں جیسا کہ امام بیہقیؒ اور دیگر ائمہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔(۱)

بہر حال محلِ اختلاف دو ہی چیزیں ہیں ''گندم اور منقی'' کہ کیا ان سے نصف صاع دیا جائے گا یا مکمل صاع۔(۲)

(جمہور، مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ) ان دونوں اشیاء سے بھی مکمل صاع فطرانہ دیا جائے گا۔ ان کی دلیل گزشتہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(احناف) ان سے نصف صاع دیا جائے گا۔ انہوں نے اُن روایات سے استدلال کیا ہے جن میں گندم سے دو مُد صدقہ فطر نکالنے کا ذکر ہے مثلاً:

(1) ﴿ صَدَقَةُ الْفِطْرِ ...... مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ ﴾ ''صدقہ فطر گندم سے دو مُد ہے۔''

لیکن اس روایت کی سند میں ابن جریج راوی کا عمرو بن شعیب سے سماع ثابت نہیں۔ جیسا کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے فرمایا' ابن جریج نے عمرو بن شعیب سے کچھ نہیں سنا۔(۳)

(2) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ﴿ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ ﴾ ''صدقہ فطر میں گندم کا ایک صاع دو افراد کی جانب سے ہے۔''

یہ روایت بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ''نعمان بن راشد'' ہے۔ امام یحییٰ قطانؒ، امام ابن معینؒ، امام ابو داودؒ اور امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی مضطرب الحدیث ہے اور منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ امام منذریؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ امام بخاریؒ اور امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں وہم ہے۔(٤)

امام ابو حنیفہؒ نے اُن آثار و روایات سے بھی استشہاد کیا ہے جن میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی رائے مذکور ہے۔(٥)

---

(۱) [بیهقی فی السنن الکبری (١٧٠/٤) مرعاة المفاتیح (١٨٣١)]

(۲) [نیل الأوطار (١٤٧/٣)]

(۳) [تهذیب التهذیب لابن حجر (٤٠٥/٦) مرعاة المفاتیح (٢٠٩/٦)]

(٤) [مرعاة المفاتیح (٢١١/٦) التاریخ الصغیر (٦٨/٢) الجرح والتعدیل (٤٤٨/٨) الضعفاء (٥٨٧) الثقات (٥٣٢/٧) الکامل (١٣/٧)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الأم (٩٠/٢) المغنی (٢٨٧/٤) حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر (٥٠٦/١) الکافی لابن عبدالبر (ص/١١٢) المبسوط (١١٣/٣) الهدایة (١١٧/١) الإختیار (١٢٣/١)]

(البانیؒ) گندم سے نصف صاع کفایت کر جاتا ہے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن قدامہؒ) تمام اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) صدقہ فطر کی مقدار کھجور' جو' منقی' پنیر یا غلے سے' ایک صاع ہے۔(٤)

(شیخ ابن جبرین) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(٥)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام ایسی اجناس جو لوگوں کا طعام (یعنی خوراک) ہیں جیسا کہ روایت میں ہے " **صاعا من طعام** " ان سب سے ایک صاع صدقہ فطر نکالا جائے گا۔

- یاد رہے کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔علاوہ ازیں صاع کی مقدار پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ بھی بیان ہوئی ہے۔(٦)

جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔

کیا مقررہ مقدار سے زیادہ صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے؟

(ابن تیمیہؒ) ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس پر صدقہ فطر واجب ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کی مقدار ایک صاع ہے لیکن پھر بھی وہ اس سے زیادہ صدقہ کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ (میں) نفلی طور پر زیادہ ادا کر رہا ہوں' کیا یہ مکروہ ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: ہاں' یہ عمل جائز ہے اور اکثر علماء مثلا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک بلا کراہت یہ جائز ہے۔البتہ امام مالکؒ سے اس کی کراہت منقول ہے۔لیکن یہ یاد رہے کہ واجب مقدار سے کم ادا کرنا علماء کے اتفاق کے ساتھ جائز نہیں۔(۷)

(شیخ حسین بن عودہ) مقررہ مقدار سے زیادہ صدقہ دینا جائز ہے' اس لیے نہیں کہ دلیل کو چھوڑا گیا ہے بلکہ نفلی طور

---

(۱) [نظم الفرائد مما فی سلسلتی الألبانی من فوائد (۱/۵۰۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/۱٤۷)]

(۳) [المغنی (٤/۲۸٥)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۹/۳٦۹)]

(٥) [فتاوی إسلامية (۲/۹۸)]

(٦) [المغنی (٤/۲۸٥) روضة الطالبين (۲/۳۰۱)]

(۷) [مجموع الفتاوی لابن تيمية (۲٥/۷۰)]

پر اپنی خوشی سے (زائد) خرچ کرتے ہوئے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) صدقہ فطر میں (مقررہ مقدار سے زیادہ) صدقہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

کیا خوراک کے بدلے قیمت بھی دی جا سکتی ہے؟

بہتر یہی ہے جو اجناس حدیث میں مذکور ہیں انہی سے ادائیگی کی جائے۔ اگر یہ نہ ہوں تو جو کچھ بھی بطورِ خوراک استعمال کیا جاتا ہے وہ صدقہ کے طور پر دیا جائے لیکن اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے قیمت دینا چاہے تو بعض علماء اسے بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں صدقہ فطر کا جو مقصد بیان ہوا ہے وہ مساکین کو کھلانا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزہ دار کی لغویات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔''(۳)

چونکہ مساکین کو کھلانا مقصود ہے اور وہ قیمت کی ادائیگی سے بھی ممکن ہے لہٰذا ایسا کرنا بھی جائز و درست معلوم ہوتا ہے نیز کسی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے قیمت کی ادائیگی کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔ تاہم فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) اجناس کے عوض قیمت دینا جائز نہیں۔

(ابو حنیفہؒ) قیمت دینا جائز ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) کسی عذر کی وجہ سے قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) قیمت کفایت نہیں کرتی۔(٦)

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٦٤/٣)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٧٠/٩)]

(۳) [حسن: إرواء الغليل (٨٤٣) أبو داود (١٦٠٩) كتاب الزكاة: باب زكاة الفطر، ابن ماجة (١٨٢٧) حاكم (٤٠٩/١) دارقطنی (١٣٨/٢) بیهقی (١٦٣/٤)] امام نوویؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[المجموع (١٢٦/٦)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٢٩٥/٤) روضة الندية (٥١٧/١)]

(٥) [السيل الجرار (٨٦/٢)]

(٦) [المحلى بالآثار (٢٥٩/٤)]

(ابن تیمیہؒ) صدقہ فطر روزمرہ کی خوراک سے ادا کیا جائے۔(۱)

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

صدقہ فطر ہر آزاد مسلمان پر اپنی طرف سے اور اُن افراد کی طرف سے نکالنا واجب ہے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے مثلاً بیوی، اولاد، غلام وغیرہ۔

(1) جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيْرِ وَ الْكَبِيْرِ وَ الْحُرِّ وَ الْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُوْنُوْنَ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام (ہر اُس شخص) کی طرف سے صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا ہے جس کی خوراک کے تم ذمہ دار ہو۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ ﴾

''غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔''(۳)

(3) نافعؒ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ كَانَ يُعْطِي صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ جَمِيْعِ أَهْلِهِ صَغِيْرِهِمْ وَ كَبِيْرِهِمْ، عَمَّنْ يَعُوْلُ وَ عَنْ رَقِيْقِهِ، وَ رَقِيْقِ نِسَائِهِ ﴾

''وہ اپنے چھوٹے بڑے، اُن تمام گھر والوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے جن کی کفالت کے ذمہ دار تھے اور اپنے اور اپنی بیویوں کے غلاموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے۔''(۴)

- (ابن قدامہؒ) غلام کی بیوی کے متعلق ہمارے متاخر اصحاب نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر وہ آزاد ہو تو اس کا فطرانہ اُسی پر واجب ہے اور اگر لونڈی ہو تو اس کے مالک پر واجب ہے۔(۵)
- جس کے پاس ایک دن اور رات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اناج نہ ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص خود فقراء و مساکین کے زمرے میں آتا ہے اور خود صدقہ فطر کا

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۵/۳۵۔۳۶)]

(۲) [حسن : إرواء الغليل (۸۳۵) دارقطنی (۲۲۰) بیهقی (۱۶۱/۴)]

(۳) [مسلم (۹۸۲) کتاب الزکاۃ : باب لا زکاۃ علی مسلم فی عبده وفرسه]

(۴) [صحیح موقوف : إرواء الغلیل (۳۲۰/۳) ابن أبی شیبة (۳۷/۴)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۳۰۵/۴)]

مستحق ہے نہ کہ اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

❑ مذکورہ مسئلے کے اثبات کے لیے پیش کی جانے والی وہ روایت ضعیف ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَغْنُوْهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ ﴾

''اس دن میں غرباء کو در بدر پھرنے سے بے نیاز کر دو۔''(۳)

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنْ صَدَقَاتٍ ﴾

''جس نے اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکوۃ ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے (یعنی صدقہ فطر نہیں ہوگا)۔''(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔''(٥)

---

(۱) [الروضة الندية (۱/۵۱۹۔۵۲۰)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۴/۳۰۷)]

(۳) [ضعيف : إرواء الغليل (۸٤٤) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱/۵۵۳) التعليق على سبل السلام للشيخ محمد صبيحي حسن حلاق (٤/٦۳) بيهقي (٤/۱۷۵) دارقطني (۲/۱۵۲) حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[بلوغ المرام (۵۸٦)] امیر صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس لیے ضعیف ہے کیونکہ اس (کی سند) میں محمد بن عمر واقدی راوی ہے۔[سبل السلام (۲/۸۳۱)] واقدی راوی کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ متروک ہے۔امام بخاریؒ، امام ابوزرعہ رازیؒ، امام عقیلیؒ اور امام دولابیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔امام دار قطنیؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث پر ضعف واضح ہوتا ہے۔[تقريب التهذيب (٦۹۵۱) التاريخ الصغير (۲/۳۱۱) الضعفاء للعقيلي (٤/۱٦٦٦) الكامل (٦/۲٤۱) أحوال الرجال (۲۲۸) الجرح والتعديل (۸/۲۰)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۸٤۳)، (۳/۳۳۲) أبو داود (۱٦۰۹) كتاب الزكاة : باب زكاة الفطر، ابن ماجة (۱۸۲۷) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر، دارقطني (۲/۱۳۸) حاكم (۱/٤۰۹)]

(٥) [بخاري (۱۵۰۳) كتاب الزكاة : باب فرض صدقة

معلوم ہوا کہ یہ صدقہ نماز عید کے لیے روانگی سے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے اور اگر عید سے ایک' دو دن پہلے ادا کر دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔(۱)

جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا وَ كَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ﴾

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا' دے دیا کرتے تھے اور لوگ صدقہ فطر عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔''(۲)

(جمہور) نماز عید سے پہلے صدقہ دینا صرف مستحب ہے علاوہ ازیں عید الفطر کے دن کے آخر تک کفایت کر جاتا ہے۔

(شوکانیؒ) گذشتہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔(۳)

(ابن حزمؒ) صدقہ فطر کو نمازِ عید سے مؤخر کرنا حرام ہے اور ایسا صدقہ کفایت نہیں کرتا۔(٤)

(شیخ ابن جبرین) صدقہ فطر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اسے لوگوں کے نماز عید کی طرف سے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔(۵)

اگر کوئی نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر کی ادائیگی بھول جائے

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے ان سے دریافت کیا کہ میں نے نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر تیار کر لیا تاکہ میں اسے اپنے ایک جاننے والے فقیر کو دے دوں لیکن میں اسے دینا بھول گیا اور پھر مجھے نمازِ عید میں یاد آیا اور میں نے نماز کے بعد اسے ادا کر دیا' تو اس کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ بلاشبہ سنت یہ ہے کہ صدقہ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کر دیا جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔لیکن آپ نے جو کیا ہے اس وجہ سے آپ پر کوئی گناہ نہیں اور نماز کے بعد صدقہ فطر کی ادائیگی (آپ کو) کفایت کر جائے گی (والحمدللہ)۔اگرچہ حدیث میں آیا ہے کہ یہ (نماز کے بعد ادائیگی) عام

---

(۱) [المغنى (٣٠٠/٤) فتاوى ابن باز مترجم (١٢٧/١)]

(۲) [بخاری (١٥١١) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر على الحر والمملوك]

(۳) [نيل الأوطار (١٤٩/٣)]

(٤) [كما في توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (٣٨٢/٣)]

(۵) [فتاوى إسلامية (٩٨/٢)]

صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے (صدقہ فطر نہیں) لیکن یہ حدیث اس قسم کے صدقہ کو کفایت کرنے سے نہیں روکتی کیونکہ یہ صدقہ اپنے محل میں واقع ہوا ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ قبول کیا جائے گا اور یہ مکمل زکوٰۃ ہوگی کیونکہ آپ نے عمداً اسے مؤخر نہیں کیا بلکہ بھول کر تاخیر کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ "اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہم سے (اس کا) مؤاخذہ نہ کرنا۔" اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کر دیا۔" پس اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول فرمائی کہ وہ بھول کر کیے ہوئے گناہ کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔(۱)

صدقہ فطر کا مصرف

(شوکانیؒ) اس کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہی ہے۔(۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

امام شوکانیؒ اور دیگر جن علماء نے زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف کو ہی صدقہ فطر کا مصرف قرار دیا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ

﴿ فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ ﴾

"جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول زکوٰۃ ہوگی۔"(۴)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ ...... ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر کا حکم دیا ہے۔"(۵)

چونکہ ان احادیث میں صدقہ فطر کو زکوٰۃ کہا گیا ہے لہٰذا اس کا مصرف بھی وہی ہوگا جو زکوٰۃ کا ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۶)

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۲/۹۹)]

(۲) [الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر]

(۳) [فقه السنة (۱/۳۷٤)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۸٤۳) أبو داود (۱٦۰۹) كتاب الزكاة : باب زكاة الفطر]

(٥) [بخاری (۱٥۰٤) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر على العبد وغيره من المسلمين ' مسلم (۹۸٤)]

(٦) [المغنی (٤/۳۱٤)]

لیکن بعض علماء کا یہ خیال ہے (اور یہی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے) کہ صدقہ فطر صرف مساکین اور فقراء و حاجت مند لوگوں میں ہی تقسیم کیا جائے گا کیونکہ اس کے متعلق حدیث میں واضح الفاظ موجود ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ طُعْمَةً لِّلْمَسَاكِينِ ﴾ ''صدقہ فطر کو رسول اللہ ﷺ نے مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔'' (۱)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن قیمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

(شوکانیؒ) انہوں نے بھی اپنی دوسری کتاب ''السیل الجرار'' میں یہی موقف اپنایا ہے۔ (٤)

(البانیؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (٥)

(شیخ حسین بن عودہ) صدقہ فطر مساکین کو دیا جائے گا۔ (٦)

(ڈاکٹر عائض القرنی) صدقہ فطر کا مصرف مساکین ہیں۔ (٧)

ذمی کو صدقہ فطر دینے کا حکم

ذمی کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے مساکین کا حق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ طُعْمَةً لِّلْمَسَاكِينِ ﴾ ''صدقہ فطر مساکین کو کھلانے کے لیے واجب کیا گیا ہے'' اور اس سے مراد صرف مسلمانوں کے مساکین ہیں' تمام ملتوں کے نہیں۔ اسی طرح جن آیات و احادیث میں کفار کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم یا ترغیب ہے ان سے مراد کفار کو نفلی صدقات سے نوازنا ہے' فرضی صدقات سے عطا کرنا نہیں۔

(ابن رشدؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ صدقہ فطر مسلمانوں کے فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ مزید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ اموال کی زکوٰۃ اہل ذمہ کے لیے جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ﴿ صَدَقَةٌ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَ تُرَدُّ إِلَى فُقَرَائِهِمْ ﴾ ''زکوٰۃ ان (مسلمانوں) کے اغنیاء سے

---

(۱) [حسن : إرواء الغليل (٨٤٣) ابن ماجة (١٨٢٧) كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (٣٨/٢٥)]

(۳) [كما في تمام المنة (ص/٣٨٨)]

(٤) [السيل الجرار (٨٦/٢)]

(٥) [تمام المنة (ص/٣٨٧)]

(٦) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٦٨/٣)]

(٧) [فقه الدليل للدكتور عائض القرني (ص / ٢١١)]

وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی۔''(۱)

(البانیؒ) صدقہ فطر کسی ذمی کو عطا کرنا جائز نہیں۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بالا جماع مسلمانوں کے فقراء پر ہی (صدقہ فطر) صرف کیا جائے گا۔(٤)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(جمہور) اہل ذمہ کے لیے صدقہ فطر کی ادائیگی جائز نہیں۔

(ابو حنیفہؒ) جائز ہے۔انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَ تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ‘ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة : ۸]

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا' ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (لیکن اس آیت میں جس نیکی کی ترغیب دلائی گئی ہے وہ نفلی صدقات سے ہے فرض زکوٰۃ سے نہیں)۔

اس مسئلے میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا صدقہ فطر کے جواز کا سبب صرف فقر ہے یا فقر اور اسلام دونوں؟ پس جنہوں نے فقر و اسلام دونوں کی شرط لگائی ہے وہ اہل ذمہ کے لیے صدقہ فطر کو ناجائز کہتے ہیں اور جنہوں نے صرف فقر کی شرط لگائی ہے ان کے نزدیک یہ صدقہ اہل ذمہ کے لیے بھی جائز ہے۔(٥)

(سید سابقؒ) انہوں نے اس مسئلے میں صرف اتنا ہی نقل کیا ہے کہ امام زہریؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ، اور ابن شبرمہؒ نے صدقہ فطر سے ذمی کو عطا کرنا جائز قرار دیا ہے۔(٦)

---

(۱) [بداية المجتهد (۱/۵۲۲)]

(۲) [تمام المنة (ص / ۳۸۹)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۶۹)]

(٤) [فقه الزكاة (۲/۹۵٦)]

(٥) [كما فى بداية المجتهد (۱/۵۲۳)]

(٦) [فقه السنة (۱/۳٧٤)]

باب صدقة التطوع — نفلی صدقہ کا بیان

نفلی صدقہ کا معنی ومفہوم

"تطوع" کا معنی ہے اپنی خوشی سے کوئی (ایسا نیکی کا) کام بجالانا (جو فرض نہ ہو)۔(۱)

لہٰذا نفلی صدقہ سے مراد وہ صدقہ ہوا جو انسان پر واجب نہیں' انسان اپنی خوشی سے محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسے ادا کرے۔ اس صدقہ کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم اجر رکھا ہے اس لیے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لینا چاہیے۔

نفلی صدقہ کی ترغیب

(1) ﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ﴾ [البقرة : ۲۴۵]

"ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے' پھر اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔"

(2) ﴿ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ وَ آتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ﴾ [البقرة : ۱۷۷]

"ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر' قیامت کے دن پر' فرشتوں پر' کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو' جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرے۔"

(3) ﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ' وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ' وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱]

"جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں' اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔"

(4) ﴿ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ

---

(۱) [النهاية لابن الأثير (۱۲۶/۲)]

أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ' فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ﴾ [البقرة : ٢٦٥]

''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اُونچی زمین پر ہو اور اس پر زوردار بارش برسے اور وہ اپنا پھل دُگنا لائے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے۔''

(5) ﴿ آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَ أَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ' فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ أَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴾ [الحديد : ٧]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے (یعنی یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا) پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔''

(6) ﴿ وَ مَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ ﴾ [الحديد : ١٠]

''تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (اکیلا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔''

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ ! أُنْفِقْ عَلَيْكَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اولادِ آدم! خرچ کرو (اس کے بدلے) میں تم پر خرچ کروں گا۔'' (۱)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ' وَ يَقُولُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا ﴾

''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اُٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اُترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (٥٣٥٢) كتاب النفقات : باب فضل النفقة على الأهل ' مسلم (٩٩٣) كتاب الزكاة : باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف ' ترمذی (٣٠٤٥) ابن ماجة (١٩٧) ابن حبان (٧٢٥) احمد (٧٣٠٢)]

(۲) [بخاری (١٤٤٢) كتاب الزكاة : باب قول الله عزوجل : فأما من أعطى واتقى ' مسلم (١٠١٠) كتاب الزكاة : باب في المنفق والممسك ' شرح السنة للبغوی (١٦٥٧) احمد (٨٠٦٠) ابن حبان (٣٣٣٣)]

(9) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَا ابْنَ آدَمَ ! أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَ أَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَّكَ وَ لَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ ' وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ ﴾

''اولادِ آدم! اگر تو (ضرورت سے) زائد خرچ کرے تو تیرے لیے (دنیا و آخرت میں) بہتر ہے اور اگر تو اسے روک لے تو تیرے لیے برا ہے اور بقدرِ ضرورت مال پر تجھے ملامت نہیں کی جا سکتی اور مال خرچ کرتے وقت اپنے اہل و عیال سے ابتدا کر۔''(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِي أَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَ عِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ ﴾

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کوئی چیز موجود ہو البتہ اس قدر مال کا کچھ حرج نہیں جسے میں قرض (کی ادائیگی) کے لیے محفوظ کر لوں۔''(۲)

بغیر شمار کیے خرچ کرنے کی نصیحت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

﴿ أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ' وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ' ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ ﴾

''تم خرچ کرو اور شمار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں شمار کر کے دے گا اور بخل نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔ حسبِ استطاعت خرچ کرتی رہو۔''(۳)

---

(۱) [مسلم (۱۰۳۶) كتاب الزكاة : باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى وأن اليد العليا هي المنفقة وأن السفلى هي الآخذة ' ترمذي (۲۳٤۳) كتاب الزهد : باب منه ' احمد (۲۲۳۲۸)]

(۲) [بخاری (۷۲۲۸) كتاب التمنى : باب تمنى الخير ' مسلم (۹۹۱) كتاب الزكاة : باب تغليظ عقوبة من لايؤدى الزكاة ' احمد (۷٤۸۹) ابن حبان (۳۲۱٤)]

(۳) [بخاری (۱٤۳٤) كتاب الزكاة : باب الصدقة فيما استطاع ' مسلم (۱۰۲۹) كتاب الزكاة : باب الحث فى الإنفاق وكراهة الإحصاء ' نسائي فى السنن الكبرى (۲۳۳۲/۲) احمد (۲٦۹۷۸) ابن حبان (۳۲۰۹) عبد الرزاق (۲۰۰۵٦) طبراني كبير (۳۳۷/۲٤) شرح السنة للبغوى (۱٦۵۵) بيهقى (۱۸٦/٤)]

اپنا سب سے پسندیدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب

(1) ﴿ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ' وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴾

[آل عمران : ۹۲]

''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے' اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔''

(2) صحیح بخاری میں روایت ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ کَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَکْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِیْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَکَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهٖ إِلَیْهِ بَیْرُ حَاءَ ' وَ کَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ ' وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدْخُلُهَا وَ یَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِیْهَا طَیِّبٍ ' قَالَ أَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآیَةُ : ﴿ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ' وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴾ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ : ﴿ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِیْ إِلَیَّ بَیْرُ حَاءَ ' وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَ ذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ ' فَضَعْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! حَیْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ ' قَالَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ' ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ' وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ ' وَ إِنِّیْ أَرٰی أَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْأَقْرَبِیْنَ ' فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ : أَفْعَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِیْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِیْ عَمِّهٖ ﴾

''حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اور انہیں اپنے باغات میں سب سے زیادہ بیرحاء کا باغ پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے' اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔'' تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔'' اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرتا ہوں' اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا اُمیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'

خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے' یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے اور جو بات تم نے کہی ہے میں نے وہ سن لی ہے اور میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔" (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ ثَمْغٌ ' وَ كَانَ نَخْلًا ۔ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنِّیْ اسْتَفَدْتُ مَالًا وَ هُوَ عِنْدِیْ نَفِيْسٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تَصَدَّقَ بِهِ ' فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ ' لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَ لٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ ' فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک جائداد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وقف کردی' اس جائداد کا نام ثمغ تھا اور یہ ایک کھجور کا باغ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے ایک جائداد ملی ہے اور میرے خیال میں وہ نہایت عمدہ ہے' اس لیے میں نے چاہا کہ اسے صدقہ کردوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اصل مال کو یوں صدقہ کردو کہ نہ اسے بیچا جاسکے' نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے' صرف اس کا پھل استعمال ہو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کردیا۔"

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

﴿ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا أَحَبَّ إِلَیَّ وَ لَا أَنْفَسَ عِنْدِیْ مِنْهَا ﴾

"مجھے ایسی زمین حاصل ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ پسندیدہ اور نفیس مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا۔" (۲)

(4) حمزہ بن عبداللہ بن عمرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب یہ آیت ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ' وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ ﴾ میرے سامنے آئی تو میں نے اُن (تمام) اشیاء کو یاد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھی تھیں:

---

(۱) [بخاری (۱٤٦۱) كتاب الزكاة : باب الزكاة على الأقارب ' مسلم (۹۹۸) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين ' ابو داود (۱٦۸۹) كتاب الزكاة : باب فی صلة الرحم ' موطا (۲/۵۹۵) احمد (۳/۱٤۱) دارمی (۱٦۵۵) ابن خزيمة (۲٤۵۵) شرح السنة للبغوی (۱٦۸۳) نسائی فی السنن الكبری (٦/۱۱۰٦٦) بيهقی (٦/۱٦٤) شرح السنة للبغوی (۱٦۸۳) ابن حبان (۳۳٤۰)]

(۲) [بخاری (۲۷٦٤) كتاب الوصايا : باب وما للوصی أن يعمل فی مال اليتيم ' مسلم (۱٦۳۳) كتاب الوصية : باب الوقف ' ابن ماجة (۲۳۹۷) كتاب الأحكام : باب من وقف ' احمد (۲/۱۱٤) ابن حبان (٤۸۹۹) نسائی فی السنن الكبری (٤/٦٤۲٤) دارقطنی (٤/۱۹۰) بيهقی (٦/۱۹۵)]

﴿ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ جَارِيَةٍ لِي رُومِيَّةٍ ' فَقُلْتُ : هِيَ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ ﴾

''تو میں نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو مجھے اپنی رومی لونڈی سے زیادہ پسند ہو۔ لہٰذا میں نے کہا' یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد ہے۔''(۱)

معمولی چیز کے صدقہ کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے

(1) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ﴾

''(جہنم کی) آگ سے بچو خواہ کھجور کی ایک گٹھلی ہی صدقہ کر دو۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ '' مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ '' مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ ـ وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ ـ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ ﴾

''جس نے پاکیزہ (یعنی حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا' اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی کے صدقے کو ہی قبول کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے حتیٰ کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''(۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَ لَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ ﴾

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶۵/۲)]

(۲) [بخاری (۱۴۱۷) کتاب الزکاۃ : باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ' مسلم (۱۰۱۶) کتاب الزکاۃ : باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنها حجاب من النار' ترمذی (۲۴۱۵) کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع : باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص' ابن ماجۃ (۱۸۵) مقدمۃ : باب فیما أنکرت الجهمیۃ' احمد (۱۸۲۷۶) نسائی (۲۵۵۲) نسائی فی السنن الکبری (۲۳۳۳) ابن حبان (۳۳۱۱) طیالسی (۱۰۳۶) ابن أبی شیبۃ (۱۱۰/۳) طبرانی کبیر (۲۰۷/۱۷) بیهقی (۱۷۶/۴)]

(۳) [بخاری (۱۴۱۰) کتاب الزکاۃ : باب الصدقۃ من کسب طیب' مسلم (۱۰۱۴) کتاب الزکاۃ : باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتها' ترمذی (۶۶۱) کتاب الزکاۃ : باب ما جاء فی فضل الصدقۃ' ابن ماجۃ (۱۸۴۲) کتاب الزکاۃ : باب فضل الصدقۃ' نسائی فی السنن الکبری (۲۳۰۴/۲) دارمی (۱۶۷۵) ابن حبان (۲۷۰) شرح السنۃ للبغوی (۱۶۳۲)]

''اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینا حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کے کھر ہی کیوں نہ ہوں۔''(۱)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی:

﴿ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَیْتُهَا إِیَّاهَا ﴾

''میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہ تھا میں نے وہی اسے دے دی۔''(۲)

(5) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَیُحَامِلُ فَیُصِیْبُ الْمُدَّ ' وَ إِنَّ لِبَعْضِهِمِ الْیَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (کھجور یا جو وغیرہ) حاصل کرتے (اور اسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم و دینار) موجود ہیں۔''(۳)

صرف حلال و پاکیزہ رزق سے ہی صدقہ کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَیُّهَا النَّاسُ ! " **إِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ إِلَّا طَیِّبًا** " وَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ ' فَقَالَ : ﴿ **یٰأَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ' إِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ** ﴾ [المؤمنون : ٥١] وَقَالَ : ﴿ **یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ** ﴾ [البقرة : ١٧٢] ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ إِلَى السَّمَاءِ ' یَا رَبِّ ! یَا

---

(۱) [بخاری (۲۵٦٦) کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها : باب ' مسلم (۱۰۳۰) کتاب الزکاة : باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل ولا تمتنع من القلیل لاحتقاره ' ترمذی (۲۱۳۰) کتاب الولاء والهبة : باب فی حث النبی علی التهادی ' احمد (۸۰۷۲)]

(۲) [بخاری (۱٤۱۸) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ' مسلم (۲٦۲۹) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الإحسان إلی البنات ' احمد (۲٤٦۲٦) ترمذی (۱۹۱۳) شرح السنة للبغوی (۱٦۸۱) بیهقی (٤۷۸/۷)]

(۳) [بخاری (۱٤۱٦) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمرة والقلیل من الصدقة ' مسلم (۱۰۱۸) کتاب الزکاة : باب الحمل أجرة یتصدق بها والنهی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل ' ابن ماجة (٤۱۵۵) کتاب الزهد : باب معیشة أصحاب النبی ' نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۲۳/٦) ابن حبان (۳۳۳۸) طیالسی (٦۰۹) ابن خزیمة (۲٤۵۳) طبرانی کبیر (۵۳۳/۱۷) بیهقی (۱۱۷/٤)]

رَبِّ ! وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ ﴾

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اے رسولو! پاکیزہ اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو' یقیناً میں جانتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔'' اور (ایک دوسرے مقام پر) فرمایا کہ ''اے ایمان والو! پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے' اس کے بال پراگندہ ہے' (جسم) غبار آلود ہے' وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا بھی حرام کا ہے' اس کا پینا بھی حرام ہے' اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اسے غذا بھی حرام کی دی جاتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔'' (۱)

صدقہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ أَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ ' فَأَصَّدَّقَ وَ أَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴾ [المنافقون : ١٠]

''جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہنے لگے' اے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔''

(2) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ﴾ [البقرة : ٢٥٤]

''اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو' اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت (کام آئے) گی' نہ دوستی اور نہ شفاعت۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى بِلَالٍ وَ عِنْدَهُ صُبْرَةٌ مِّنْ تَمْرٍ ' فَقَالَ : مَا هٰذَا يَا بِلَالُ ! قَالَ : شَيْءٌ ادَّخَرْتُهُ لِغَدٍ ' فَقَالَ : أَمَا تَخْشَى أَنْ تَرَى لَهُ غَدًا بُخَارًا فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' أَنْفِقْ يَا بِلَالُ ! وَ

---

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکاۃ : باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها ' ترمذی (۲۹۸۹) کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة البقرة ' احمد (۸۳۵۶)]

لَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ إِقْلَالًا ﴾

''نبی کریم ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (آپ ﷺ نے دیکھا کہ) اُن کے پاس کھجوروں کا ڈھیر ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے بلال! یہ کیا ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا' اسے میں نے کل کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تجھے ڈر نہیں لگتا کہ قیامت کے دن تجھے جہنم کی آگ میں اس کا بخار پہنچے۔ اے بلال! خرچ کر اور عرش والے (رب) سے نہ ڈر کہ وہ تجھے فقیر بنا دے گا۔'' (۱)

اُس وقت سے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب جب کوئی لینے والا نہ ہوگا

(1) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ تَصَدَّقُوا " فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا " يَقُولُ الرَّجُلُ : لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا ' فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا ﴾

''صدقہ کرو' ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔'' (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ ' فَيَفِيضُ ' حَتَّى يُهِمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ ' وَ حَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُولُ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ : لَا أَرَبَ لِي ﴾

''قیامت آنے سے پہلے مال و دولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مالدار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحبِ مال کو اس کی فکر ہوگی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔'' (۳)

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۲۸۶/۲) ' (۱۸۲٦) الصحيحة (۲٦٦۱) الترغيب (٤۰/۲) بيهقى فى شعب الإيمان (۱۳٤٥)]

(۲) [بخاری (۱٤۱۱) كتاب الزكاة : باب الصدقة قبل الرد ' مسلم (۱۰۱۱) كتاب الزكاة : باب الترغيب فى الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها ' احمد (۱۸۷٥۱) نسائى فى السنن الكبرى (۲۳۳٦/۲) ابن حبان (٦٦۷۸) ابن أبى شيبة (۱۱۱/۳) أبو يعلى (۱٤۷٥) طبرانى كبير (۳۲٥۹) طيالسى (۱۲۳۹)]

(۳) [بخاری (۱٤۱۲) كتاب الزكاة : باب الصدقة قبل الرد ' مسلم (۱٥۷) كتاب الزكاة : باب الترغيب فى الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها ' احمد (۸۱٤۱) ابن حبان (٦٦۸۰) شرح السنة للبغوى (٤۲٤٤)]

صدقہ کا سفارشی بھی اجر سے محروم نہیں رہتا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ : اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا ، وَ يَقْضِي اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ ﴾

”رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ ﷺ صحابہ کرام سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔“ (۱)

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا

جیسا کہ صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ باب ”زکوۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان“ کا مطالعہ کیجیے۔

صدقہ دے کر نہ تو واپس لینا چاہیے اور نہ ہی اسے خریدنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ : لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ ، فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً ﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں صدقہ کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں اور اجازت لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دیا ہوا کوئی صدقہ خرید لیتے تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔“

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

---

(۱) [بخاری (۱۴۳۲) کتاب الزکاۃ : باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها ' مسلم (۲۶۲۷) کتاب البر والصلة والآداب : باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام ' ابو داود (۵۱۳۱) کتاب الأدب : باب فی الشفاعة ' ترمذی (۲۶۷۲) کتاب العلم : باب ما جاء الدال علی الخیر کفاعله ' احمد (۱۹۶۰۱) نسائی فی السنن الکبری (۲۳۳۷/۲) ابن حبان (۵۳۱)]

﴿ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ ' فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ ـ وَ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ ـ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : لَا تَشْتَرِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَ إِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ ﴾

''میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں سواری کے لیے ایک شخص کو دے دیا۔لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی طرح ہے۔''(۱)

(شیخ سلیم الہلالی) صدقہ دے کر واپس لینا حرام ہے۔(۲)

عورت اپنے شوہر کی رضامندی سے اس کے مال سے صدقہ کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ ' كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ ' وَ لِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَتْ ' وَ لِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ ' لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا ﴾

''جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے صدقہ کرے (بشرطیکہ وہ صدقہ میں) اسراف نہ کرے تو اسے اس کے صدقہ کی وجہ سے اجر حاصل ہوگا اور اس کے شوہر کو بھی اجر ملے گا کیونکہ اس نے مال کمایا' نیز خزانچی کو بھی اجر ملے گا اور ایک کا اجر دوسرے کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۱٤۸۹)' (۱٤۹۰) كتاب الزكاة : باب هل يشترى صدقته ؟' مسلم (۱٦۲۰) كتاب الهبات : باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به ممن تصدق عليه ' ابن ماجة (۲۳۹۰) كتاب الأحكام : باب الرجوع فى الصدقة ' نسائى فى السنن الكبرى (۲۳۹۷/۲) حميدى (۱٥) ابن حبان (٥۱۲٥) شرح السنة للبغوى (۱۷۰۰) بيهقى (۱٥۱/٤)]

(۲) [موسوعة المناهى الشرعية (٦۷/۲)]

(۳) [بخارى (۱٤۳۷) كتاب الزكاة : باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غير مفسد ' مسلم (۱۰۲٤) كتاب الزكاة : باب أجر الخازن الأمين والمرأة إذا تصدقت من بيت زوجها غير مفسدة بإذنه الصريح أو العرفى ' ابو داود (۱٦۸٥) كتاب الزكاة : باب المرأة تتصدق من بيت زوجها ' ترمذى (٦۷۲) كتاب الزكاة : باب فى نفقة المرأة من بيت زوجها ' ابن ماجة (۲۲۹٤) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها ' نسائى فى السنن الكبرى (۲۳٤۱/۲) ابن حبان (۳۳٥۸) بيهقى (۱۹۲/٤) احمد (۲٤۲۲٦)]

جس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ ﴾

''جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے تو عورت کو نصف ثواب ملے گا۔'' (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تفصیلی طور پر (یعنی خاص اُس چیز کے متعلق) تو شوہر نے اجازت نہ دی ہو البتہ اجمالی طور پر عورت کو اجازت حاصل ہو اور وہ کوئی ایسی معمولی چیز ہی صدقہ کرے کہ جس کے متعلق عموماً مالک کی رضامندی ہی ہوتی ہے تو وہ نصف اجر کی حقدار ہے (کیونکہ باقی نصف اجر تو کمانے کی وجہ سے شوہر کا ہی ہے) اور اگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی ایسی چیز صدقہ کر دیتی ہے جو معمولی نہ ہو تو وہ صدقہ اس کے لیے باعث اجر نہیں بلکہ باعث وبال ہوگا جیسا کہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرما رہے تھے کہ

﴿ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا ' قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ! وَلَا الطَّعَامَ ؟ قَالَ : ذَالِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا ﴾

''کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ تو ہمارے عمدہ اموال میں سے ہے۔'' (۲)

(محیی السنۃ) عام علماء کی یہی رائے ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا جائز نہیں اور یہی حکم خادم کا ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) دراصل کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے الا کہ جو بہت معمولی چیز ہو۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (٥٣٦٠) كتاب النفقات : باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها و نفقة الولد' مسلم (١٠٢٦) كتاب الزكاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه' ابو داود (١٦٨٧) كتاب الزكاة : باب المرأة تصدق من بيت زوجها' احمد (٨١٩٥) عبد الرزاق (٧٨٨٦) ابن حبان (٣٥٧٢) شرح السنة للبغوى (١٦٩٤) بيهقى (١٩٢/٤)]

(۲) [حسن : هداية الرواة (٣٠٨/٢)' (١٨٩٣) صحيح ترمذى' ترمذى (٦٧٠) كتاب الزكاة : باب فى نفقة المرأة من بيت زوجها' ابن ماجة (٢٢٩٥) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها]

(۳) [شرح السنة (٤٤١/٣)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨١/١٠)]

کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کر سکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ فِي مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا ﴾

"کسی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے بھی عطیہ دینا جائز نہیں۔"(۱)

(البانی") اس روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ...... اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنے خاص مال کو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی اور یہ اُس حکمرانی کی تکمیل میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے عورت پر مقرر فرمایا ہے۔ لیکن شوہر کے لیے بھی جائز نہیں (جبکہ وہ سچا مسلمان ہو) کہ وہ اس حکم کا (ناجائز) فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت پر کسی قسم کی زبردستی کرے یا اسے اس کے (ذاتی) مال میں بھی تصرف سے روکے۔(۲)

(شیخ سلیم الہلالی) عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا (ذاتی) مال بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔(۳)

میت کی طرف سے صدقہ کیا جا سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا ، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ﴾

"ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ و خیرات کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں۔"(۴)

---

(۱) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۸۲۵)]

(۲) [الصحيحة (۲/۴۰۶)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/۷۶)]

(۴) [بخاری (۱۳۸۸) كتاب الجنائز : باب موت الفجأة البغتة ' مسلم (۱۰۰۴) كتاب الزكاة : باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه ' ابن ماجة (۲۷۱۷) كتاب الوصايا : باب من مات ولم يوص هل يتصدق عنه ' نسائی (۳۶۵۱) ابن حبان (۳۳۵۳) ابن خزيمة (۲۴۹۹) بيهقی (۶/۲۷۷) موطا (۱۴۹۰)]

(2) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!

﴿ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ﴾

''میری والدہ فوت ہوگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں۔''(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) علمائے اہل السنہ والجماعہ کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان دونوں (یعنی صدقہ اور دعا) کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔(۲)

افضل صدقہ

احادیث میں مختلف قسم کے صدقات کو افضل کہا گیا ہے اُن میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

① جس کے بعد بھی انسان غنی رہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ " خَيْرُ الصَّدَقَةِ " مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ﴾

''بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔''(۳)

② جو تندرستی اور مال کے لالچ کے زمانہ میں دیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا ؟ قَالَ : أَنْ تَصَدَّقَ وَ أَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَ تَأْمُلُ الْغِنَى ' وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ : لِفُلَانٍ كَذَا وَ لِفُلَانٍ كَذَا وَ قَدْ كَانَ لِفُلَانٍ ﴾

''ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ' بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور اُمید ہو اور (اس صدقہ میں) ڈھیل نہیں ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آ جائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا

---

(۱) [حسن : صحیح نسائی (۳۴۲۵) کتاب الوصایا : باب فضل الصدقۃ عن المیت' نسائی (۳۶۹۴)]

(۲) [تحفۃ الأحوذی (۳/۳۸۵)]

(۳) [بخاری (۱۴۲۶) کتاب الزکاۃ : باب لا صدقۃ إلا عن ظھر غنی' ابو داود (۱۶۷۶) کتاب الزکاۃ : باب الرجل یخرج من مالہ' دارمی (۱۵۹۲) کتاب الزکاۃ' احمد (۱۰۳۹۸)]

حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔‘‘ (۱)

③ جو اپنے اہل وعیال' جہادی سواری اور مجاہد ساتھیوں پر کیا جائے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ " أَفْضَلُ دِينَارٍ " يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ عَلَى عِيَالِهِ ' وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ' وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

’’زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔‘‘ (۲)

④ راہِ جہاد میں خیمہ' خادم یا سواری دینا:

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ " أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ " ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ' وَ مَنِيحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ' أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

’’افضل صدقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خیمے کا سایہ' خادم یا جفتی کے قابل اُونٹنی مہیا کی جائے۔‘‘ (۳)

⑤ پانی پلانا:

(1) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ قُلْتُ : فَأَيُّ " صَدَقَةٍ أَفْضَلُ " ؟ قَالَ : سَقْيُ الْمَاءِ ﴾

---

(۱) [بخاری (۱٤۱۹) کتاب الزکاۃ : باب أی الصدقة أفضل وصدقة الشحیح الصحیح ' مسلم (۱۰۳۲) کتاب الزکاۃ : باب بیان أن أفضل الصدقة ' صدقة الصحیح الشحیح ' ابو داود (۲۸٦٥) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی کراهیة الإضرار فی الوصیة ' ابن ماجة (۲۷۰٦) کتاب الوصایا : باب النهی عن الإمساك فی الحیاة والتبذیر عند الموت ' ابن خزیمة (۲٤٥٤) شرح السنة للبغوی (۱٦۷۱) احمد (۷۱٦۲)]

(۲) [مسلم (۹۹٤) کتاب الزکاۃ : باب فضل الصدقة علی العیال والمملوك وإثم من ضیعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' ترمذی (۱۹٦٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی النفقة فی الأهل ' ابن ماجة (۲۷٦۰) کتاب الجهاد : باب فضل النفقة فی سبیل الله ' بخاری فی الأدب المفرد (۷٤۸) احمد (۲۲٤٦۹) طیالسی (۹۸۷) بیهقی (۱۷۸/٤) نسائی فی السنن الکبری (۹۱۸۲/٥) ابن حبان (٤۲٤۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۱٦۲۷) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی فضل الخدمة فی سبیل الله]

''میں نے عرض کیا' کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پانی پلانا۔''(۱)

⑥ کم مال والے کا صدقہ:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿ أَيُّ " الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ " ؟ قَالَ : جُهْدُ الْمُقِلِّ ﴾

''کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' کم مال والے کا۔''(۲)

❑ افضل صدقہ کے متعلق چند ضعیف روایات:

(1) جس روایت میں ہے کہ

﴿ " أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ " أَنْ يَّتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمُهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ﴾

''افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم سیکھے پھر اسے اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔''

وہ ضعیف ہے۔(۳)

(2) حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى " أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ " ؟ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةٌ إِلَيْكَ ' لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ ﴾

''کیا میں تمہیں افضل صدقہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ (وہ یہ ہے کہ) تمہاری بہن تمہاری طرف (طلاق وغیرہ کی وجہ سے) لوٹا دی جائے اور اس کے لیے تمہارے علاوہ کوئی کمانے والا نہ ہو۔''(٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

﴿ فَأَيُّ " الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ " ؟ قَالَ : الصَّدَقَةُ فِيْ رَمَضَانَ ﴾

''کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں صدقہ کرنا۔''(٥)

---

(١) [حسن : صحيح نسائی (٣٤٢٥) كتاب الوصايا : باب فضل الصدقة عن الميت' نسائی (٣٦٩٤)]

(٢) [صحيح : هداية الرواة (٣٠٣/٢) ارواء الغليل (٨٣٤) ' (٨٩٧) الصحيحة (٥٦٦) ابو داود (١٦٧٧) كتاب الزكاة : باب فى الرخصة فى ذلك]

(٣) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٤٧) مقدمة : باب ثواب معلم الناس الخير' ابن ماجة ٢٤٣) إرواء الغليل (٢٩/٦) التعليق الرغيب (٥٧/١)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٨٠١) كتاب الأدب : باب بر الوالد والإحسان إلى البنات' ابن ماجة (٣٦٦٧) السلسلة الضعيفة (٤٨٢٢)]

(٥) [ضعيف : ضعيف ترمذی (١٠٤) كتاب الزكاة : باب ما جاء فى فضل الصدقة' إرواء الغليل (٨٨٩) ترمذی (٦٦٣)]

کل آمدنی کا تیسرا حصہ صدقہ کرنے والے پر اللہ کا خصوصی فضل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ ' اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ ' فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ ' فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ ' يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ ' فَقَالَ لَهُ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! مَا اسْمُكَ ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْإِسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ ' فَقَالَ لَهُ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي ' فَقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاءُهُ ' يَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ ' فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا ؟ قَالَ : أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا " فَإِنِّي أَنْظُرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا ' فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَ آكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَ أَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ " ﴾

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی چٹیل میدان میں تھا۔ اس نے ایک بادل سے آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلاؤ۔ چنانچہ بادل اس طرف چلا اور ایک سنگلاخ زمین میں بارش برسی تو سارا پانی ایک نالے میں اکٹھا ہو گیا۔ پھر وہ شخص نالے کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ (بالآخر) اس نے دیکھا کہ ایک آدمی باغیچے میں کھڑا ہے اور بیلچے کے ساتھ پانی اِدھر اُدھر تقسیم کر رہا ہے۔ اس نے کہا' اے اللہ کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا' میرا نام فلاں ہے۔ یہ وہی نام تھا جسے اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا' اے اللہ کے بندے! تو مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے کہا' میں نے اس بادل سے آواز سنی تھی جس سے یہ پانی برسا ہے کہ فلاں نام کے آدمی کے باغیچے کو پانی سے سیراب کرو۔ (مجھے بتاؤ) تم اس میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا' جب تم کہتے ہو تو میں بتا ہی دیتا ہوں کہ میں اس کی آمدن کا جائزہ لیتا ہوں' پھر ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں' ایک تہائی سے میرے اور میرے اہل و عیال کے اخراجات ہوتے ہیں اور بقیہ ایک تہائی اسی باغ میں صرف کر دیتا ہوں۔''(۱)

نفلی صدقہ کے زیادہ مستحق لوگ

نفلی طور پر صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق لوگ صدقہ کرنے والے کے اہل و عیال اور پھر وہ ہیں جو درجہ بدرجہ اس کے قریبی ہوں جیسا کہ مندرجہ ذیل صحیح احادیث کی روشنی میں یہی بات واضح ہوتی ہے:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے لیے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (۲۹۸٤) کتاب الزهد والرقائق : باب الصدقة على المسكين ' ابن حبان (۳۳۵۵) احمد (۷۹٤٦) أبو نعيم في الحلية (۲۷۵/۳) بيهقي (۱۳۳/٤)]

﴿ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا ، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَ هٰكَذَا ﴾

''اپنے آپ سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو' اگر کچھ زائد ہو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو' اگر کچھ گھر والوں کی ضرورت سے بھی زائد ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر قریبی رشتہ داروں کی ضرورت سے بھی کچھ زائد ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح (یعنی اپنے دائیں بائیں اور سامنے کے لوگوں پر) خرچ کرو۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَ دِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ؛ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ﴾

''ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! عِنْدِي دِينَارٌ ، فَقَالَ : تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ أَوْ قَالَ زَوْجِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ : تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ : أَنْتَ أَبْصَرُ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وخیرات کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے (اسے میں کہاں خرچ کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے اپنے آپ پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے اپنے خادم پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ

---

(۱) [مسلم (۹۹۷) كتاب الزكاة : باب الابتداء في النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة ' ابو داود (۳۹۵۷) كتاب العتق : باب في بيع المدبر ' ترمذى (۱۲۱۹) كتاب البيوع : باب ما جاء في بيع المدبر ' نسائى (۳۰٤/۷) احمد (۳٦۹/۳) ابن حبان (۳۳۳۹) عبد الرزاق (۱٦٦٦۲) شرح السنة للبغوى (۲٤۲٦) حميدى (۱۲۲۲) أبو يعلى (۱۹۲۵)]

(۲) [مسلم (۹۹۵) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' احمد (۱۰۱۲۵)]

میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے وہاں خرچ کرلو جہاں تم مناسب سمجھو۔"(۱)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهُ ﴾

"آدمی کو گناہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس کی خوراک روک دے جس (کی خوراک) کا وہ ذمہ دار ہے۔"(۲)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ﴾

"(صدقہ کی) ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو۔"(۳)

(6) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ ﴾

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک لونڈی آزاد کی اور پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے اپنے ماموؤں کو بطور عطیہ دیتی تو تجھے (آزاد کرنے سے) زیادہ ثواب ملتا۔"(٤)

(7) حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں شامل ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی۔"(٥)

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱٤٨٣) كتاب الزكاة : باب فى صلة الرحم' ابو داود (١٦٩١) احمد (٢٥١/٢) طبرى (٤١٧٠) ابن حبان (٣٣٣٧) مستدرك حاكم (٤١٥/١) و فى مسلم (٩٩٥) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة على العيال والمملوك ' معناه]

(٢) [مسلم (٩٩٦) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم' أبو نعيم فى الحلية (١٢٢/٤) ابن حبان (٤٢٤١)]

(٣) [صحيح : هداية الرواة (٣٠٣/٢) ارواء الغليل (٨٣٤)' (٨٩٧) الصحيحة (٥٦٦) ابو داود (١٦٧٧) كتاب الزكاة : باب فى الرخصة فى ذلك]

(٤) [بخارى (٢٥٩٢) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها إذا كان لها زوج' مسلم (٩٩٩) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين' احمد (٢٦٨٨١) طبرانى كبير (١٠٦٧/٢٣) شرح السنة للبغوى (١٦٧٨) بيهقى (١٧٩/٤) نسائى فى السنن الكبرى (٤٩٣١/٣)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤٩٤) ترمذى (٦٥٨)]

(8) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي ؟ قَالَ : إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ﴾

"میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان دونوں میں سے کسے ہدیہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ان میں سے جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے۔"(۱)

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ ﴾

"ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔"(۲)

(2) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ ' فَقَالُو : يَا رَسُولَ اللهِ ! فَمَنْ لَمْ يَجِدْ ؟ قَالَ : يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ ' وَ يَتَصَدَّقُ ' قَالُوا : فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ' قَالَ : يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ ' قَالُوا : فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ' قَالَ : فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ ' وَ لْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ ﴾

"ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا' اے اللہ کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر کسی حاجت مند' مصیبت زدہ کی مدد کر دے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ یہی اس کا صدقہ ہے۔"(۳)

---

(۱) [بخاری (۲۵۹۵) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب بمن يبدأ بالهدية]

(۲) [بخاری (۶۰۲۱) كتاب الأدب : باب كل معروف صدقة ' مسلم (۱۰۰۵) كتاب الزكاة : باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ' ابو داود (۴۹۴۷) كتاب الأدب : باب فى المعونة للمسلم ' احمد (۲۳۴۳۰) بخاری فی الأدب المفرد (۲۳۳) ابن حبان (۳۳۷۸) أبو نعيم فى الحلية (۱۹۴/۷) بيهقى (۱۸۸/۱) ابن أبى شيبة (۵۴۸/۸)]

(۳) [بخاری (۱۴۴۵) كتاب الزكاة : باب على كل مسلم صدقة فمن لم يجد فليعمل بالمعروف ' مسلم (۱۰۰۸) كتاب الزكاة : باب أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ' بخاری فی الأدب المفرد (۲۲۵) شرح السنة للبغوى (۱۶۴۳) احمد (۱۹۵۴۸)]

(3) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً ، وَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً ، وَ كُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً ، وَ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ ، وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَ فِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَ يَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ ، أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ ؟ فَكَذَالِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ ، كَانَ لَهُ أَجْرٌ ﴾

''سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے' اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے' الحمد للہ کہنا صدقہ ہے' لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے' اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے' برے کام سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارے ایک کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے ایک شخص جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے بتاؤ کہ اگر وہ اپنی خواہش حرام طریقے سے پوری کرتا تو کیا اس وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔''(۱)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَ ثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ ، وَ حَمِدَ اللّٰهَ ، وَ هَلَّلَ اللّٰهَ ، وَ سَبَّحَ اللّٰهَ ، وَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ، وَ عَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ ، أَوْ شَوْكَةً ، أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ ، أَوْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَ الثَّلَاثِمِائَةِ ، فَإِنَّهُ يُمْشِي يَوْمَئِذٍ وَ قَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ ﴾

''اولادِ آدم میں سے ہر شخص کو تین سو ساٹھ (360) جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ پس جس نے اللہ اکبر کہا' الحمد للہ کہا' لا الہ الا اللہ کہا' سبحان اللہ کہا' اللہ سے استغفار کیا' لوگوں کے راستے سے کوئی پتھر یا کانٹا یا ہڈی کو ہٹایا' نیکی کا حکم دیا' برائی سے منع کیا' (اس نے یہ تمام کام) تین سو ساٹھ کے عدد کے برابر کیے تو یقیناً وہ اس روز زمین پر اس حال میں چلے گا کہ اس نے خود کو (جہنم کی) آگ سے دور کر لیا۔''(۲)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ : يَعْدِلُ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ ، وَ

---

(۱) [مسلم (۱۰۰۶) كتاب الزكاة : باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ، بخاری فی الأدب المفرد (۲۲۷) احمد (۲۱۵۲۹)]

(۲) [مسلم (۱۰۰۷) كتاب الزكاة : باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ، ابن حبان (۳۳۸۰) بيهقی (۱۸۸/٤)]

يُعِينُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ' وَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ' وَ كُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَ يُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ ﴾

”ہر شخص کے تمام جوڑوں پر ہر روز صدقہ ضروری ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے' کسی آدمی کو اس کی سواری پر (بٹھانے میں) مدد کرنا یا سواری پر اس کا سامان رکھنا صدقہ ہے' اچھی بات کہنا صدقہ ہے' ہر وہ قدم جو نماز کی طرف اٹھایا جائے صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔“(۱)

جس مسلمان کی فصل یا باغ سے کوئی جاندار کچھ کھا جائے تو وہ صدقہ ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ ﴾

”جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چارپایہ کچھ کھا جائے تو وہ اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے۔“(۲)

کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ ﴾

”جس شخص نے کسی چیز کا جوڑا (یعنی دو کپڑے' دو گھوڑے وغیرہ) اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو اسے (جنت میں داخلے کے لیے) جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔“(۳)

---

(۱) [بخاری (۲۹۸۹) كتاب الجهاد والسير : باب من أخذ بالركاب ونحوه ' مسلم (۱۰۰۹) كتاب الزكاة : باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ' ابن حبان (۳۳۸۱) شرح السنة للبغوى (۱٦٤٥) احمد (۸۱۸۹) بيهقى (۱۸۷/٤)]

(۲) [بخارى (٦٠١٢) كتاب الأدب : باب رحمة الناس والبهائم ' مسلم (۱۵۵۳) كتاب المساقاة : باب فضل الغرس والزرع ' ترمذى (۱۳۸۲) كتاب الأحكام : باب ما جاء فى فضل الغرس ' احمد (۱۲٤۹۷)]

(۳) [بخارى (۳٦٦٦) كتاب المناقب : باب قول النبى لو كنت متخذا خليلا ' مسلم (۱۰۲۷) كتاب الزكاة: باب من جمع الصدقة وأعمال البر ' ترمذى (۳٦۷٤) كتاب المناقب : باب فى مناقب أبى بكر وعمر كليهما ' نسائى فى السنن الكبرى (۲۰٤٦/۲) ابن حبان (۳۰۸) ابن أبى شيبة (۷/۳) بيهقى (۱۷۱/۹) احمد (۸۷۹۷) مؤطا (۱۰۲۱)]

صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عنهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ : إِلا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ﴾

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں (3) نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“(۱)

حیوانوں پر صدقہ کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ ، فَقَالَ : لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي ، فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا ؟ قَالَ : فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ ﴾

”ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگ گئی۔ اس نے ایک کنوئیں میں اُتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (دل میں) کہا کہ یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ کنوئیں میں اُترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو بھر کر اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اُوپر آیا اور کتے کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرما دی۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں میں بھی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر جاندار میں اجر ہے۔“(۲)

---

(۱) [مسلم (۱٦٣١) كتاب الوصية : باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد الميت' الأدب المفرد للبخارى (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) نسائى (۲/۱۲۹) مشكل الآثار (۱/۸٥) بيهقى (٦/۲۷۸) أحمد (۲/۳۷۲) ابن حبان (۳۰۱٦) بغوى (۱۳۹) نسائى فى السنن الكبرى (٤/٦٤٧٨)]

(۲) [بخارى (۲۳٦۳) كتاب المساقاة : باب فضل سقى الماء' مسلم (۲۲٤٤) كتاب السلام : باب فضل ساقى البهائم المحترمة وإطعامها' ابو داود (۲٥٥۰) كتاب الجهاد : باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم' ابن حبان (٥٤٤) بيهقى (٤/۱۸٥) احمد (۸۸۸۳) الأدب المفرد (۳۷۸)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهُ بِذَالِكَ ﴾

''ایک زانیہ عورت کو بخش دیا گیا جو ایک کتے کے پاس سے گزری اور وہ ایسے کنوئیں کے قریب تھا جس کی منڈیر نہیں تھی۔ وہ (شدتِ پیاس کے باعث) زبان باہر نکالے ہوئے تھا اور قریب تھا کہ پیاس اسے مار ڈالے۔ اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا' اسے اپنے دوپٹے کے ساتھ باندھا اور پھر کتے کے لیے (کنوئیں سے) پانی نکالا تو اسے اس عمل کی وجہ سے بخش دیا گیا۔'' (۱)

رمضان میں صدقہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ ﴾

''نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے حتی کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۳۳۲۱) كتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب فى شراب أحد كم فليغمسه ' مسلم (۲۲۴۵) كتاب السلام : باب فضل ساقى البهائم المحترمة وإطعامها ' ابن حبان (۳۸۶) بیهقی (۱۴/۸) احمد (۱۰۶۲۶)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۲) كتاب الصوم : باب أجود ما كان النبى ﷺ يكون فى رمضان ' مسلم (۲۳۰۸) كتاب الفضائل : باب كان النبى أجود الناس بالخير من الريح المرسلة ' ترمذی فی الشمائل (۳۴۷) نسائی فی السنن الكبرى (۷۹۹۳/۵) ابن حبان (۳۴۴۰) ابن ابی شیبة (۱۰۲/۹) ابن خزیمة (۱۸۸۹)]

عشرہ ذوالحجہ میں صدقہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ ، يَعْنِي : أَيَّامَ الْعَشْرِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؛ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان دنوں 'یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں' کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔(سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔''(۱)

کیا انسان اپنا سارا مال صدقہ کر سکتا ہے؟

اس مسئلے کی بنیاد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے:

﴿ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ وَ وَافَقَ ذَلِكَ عِنْدِي مَالًا ، فَقُلْتُ : الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا ، قَالَ : فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ ؟ فَقُلْتُ : مِثْلَهُ ، وَ أَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ : **يَا أَبَا بَكْرٍ ! مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ ؟ فَقَالَ : أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ** ، قُلْتُ : لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا ﴾

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔اسی دوران میرے پاس کچھ مال آ گیا۔میں نے خیال کیا کہ اگر کسی روز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے سکوں تو آج کے دن میں ان سے سبقت لے جاؤں گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لے کر آ گیا۔رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) دریافت کیا' تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ تو میں نے کہا اس کی مثل (یعنی آدھا چھوڑ آیا ہوں)۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو

(۱) [بخاری (۹٦۹) کتاب العیدین : باب فضل العمل فی أیام التشریق ' أبو داود (۲٤۳۸) کتاب [illegible] باب فی صوم العشر ' ترمذی (۷۵۷) کتاب الصوم : باب ما جاء فی العمل فی أیام العشر ' ابن ماجة (۱۷۲۷) دارمی (۱۷۸۰'۱۷۸۱) أحمد (۲۲٤/۱) شرح السنة (۱۱۲۵)]

انہوں نے کہا' میں ان کے لیے (صرف) اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے خیال کیا کہ میں کبھی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔"(۱)

(البانی) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ "البانی" سے اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا' جو شخص قوتِ ایمان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مانند ہو اور اس کے گھر والے بھی قوتِ ایمان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی مانند ہوں تو اس کے لیے سارے مال کا صدقہ کرنا جائز ہے۔ تو کیا ایسا کبھی ممکن ہے؟ (یقیناً نہیں) لہٰذا یہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خاص تھا۔(۲)

اس مؤقف کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔"(۳)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُنِيْ وَ أَنَا بِمَكَّةَ وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ يَّمُوْتَ بِالْأَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرَ مِنْهَا ' قَالَ : يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ ' قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهِ ؟ قَالَ : لَا ' قُلْتُ : فَالشَّطْرُ ؟ قَالَ : لَا ' قُلْتُ : الثُّلُثُ ؟ قَالَ : فَالثُّلُثُ ' وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ " **إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ** " وَ إِنَّكَ مَهْمَا أَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةُ الَّتِيْ تَرْفَعُهَا إِلَى فِيْ امْرَأَتِكَ وَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَ يُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا ابْنَةٌ ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کی غرض سے تشریف لائے' اس وقت میں مکہ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ ابن عفراء (یعنی سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا پھر آدھے مال کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا پھر تہائی مال کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت زیادہ ہے' اگر تم اپنے ورثاء کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں'

---

(۱) [حسن : هداية الرواة (۳۹۰/۵) ترمذی (۳۶۷۵) كتاب المناقب : باب في مناقب أبي بكر وعمر كليهما ' ابو داود (۱۶۷۸) كتاب الزكاة : باب في الرخصة في ذلك]

(۲) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۸۴/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۲۶)]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تم اپنی کوئی چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے تو وہ خیرات ہے' یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (وہ بھی صدقہ ہے) اور ممکن ہے کہ اللہ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اعداء اللہ) نقصان اٹھائیں۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی صرف ایک بیٹی تھی۔'' (۱)

(3) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے توبہ کے قصے میں ہے کہ

﴿ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَ إِلَى الرَّسُوْلِ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ' قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ ﴾

''(حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو' یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔'' (۲)

(سید سابق'') صحت مند اور کمانے کے قابل آدمی کے لیے اپنا سارا مال صدقہ کرنا جائز ہے...... علماء نے سارا مال صدقہ کرنے کے جواز کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ صدقہ کرنے والا صحت مند' کمائی کے قابل' صبر کرنے والا ہو اور مقروض نہ ہو۔ نیز اس کے زیر کفالت کوئی ایسا فرد بھی نہ ہو جس کا نفقہ اس پر واجب ہو۔ پس جب یہ شروط پوری نہیں ہوں گی تو اس وقت سارا مال صدقہ کرنا مکروہ ہوگا۔ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) جس میں توکل علی اللہ کی اتنی مضبوط قوت ہو کہ وہ (صدقہ کے بعد) شرمندہ نہ ہو تو وہ اپنا سارا مال صدقہ کر دے۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (۲۷٤۲) کتاب الوصایا : باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس ' مسلم (۱٦۲۸) كتاب الوصية : باب الوصية بالثلث ' ابو داود (۲۸٦٤) كتاب الوصايا : باب ما جاء في ما لا يجوز للوصي في ماله ' ترمذی (۲۱۱٦) كتاب الوصايا : باب ما جاء في الوصية بالثلث ' ابن ماجة (۲۷۰۸) كتاب الوصايا : باب الوصية بالثلث ' نسائی فی السنن الكبرى (٦٤٥۳) الأدب المفرد (۷٥۲) ابن حبان (٤۲٤۹) طيالسی (۱۹٥) أبو يعلى (۷٤۷) بيهقی (٦/۲٦۸)]

(۲) [بخاری (٤٤۱۸) كتاب المغازی : باب حديث كعب بن مالك ' مسلم (۲۷٦۹) كتاب التوبة : باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه ' ابو داود (۲۲۰۲) نسائی فی السنن الكبرى (۳/٥٦۱٥) احمد (۲۷۲٤٥)]

(۳) [فقه السنة (۱/۳۸۳)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳/۱۸۳)]

صدقہ کرنے والے کا شکر ادا کرنا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ ﴾

''جو لوگوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرتا۔'' (۱)

(2) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَشْكَرَ النَّاسِ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَشْكَرُهُمْ لِلنَّاسِ ﴾

''یقیناً لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کا شکر کرنے والا وہ ہے جو ان میں لوگوں کا سب سے زیادہ شکر کرتا ہے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ ، وَمَنْ أَتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللّٰهَ لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ ﴾

''جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کرے اسے عطا کرو اور جو تمہیں دعوت دے اسے قبول کرو اور جو تم سے نیکی کرے اسے پورا بدلہ دو اور اگر (تم اپنے پاس بدلہ دینے کے لیے) کچھ نہ پاؤ تو اس کے لیے اتنی دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ دے دیا ہے۔'' (۳)

(4) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ " جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا " فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ ﴾

''جس شخص سے کوئی نیکی کی جائے اور وہ نیکی کرنے والے سے کہے ''اللہ تمہیں جزائے خیر دے'' تو اس نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔'' (٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (٤٠٢٦) کتاب الأدب : باب شکر المعروف ، ابو داود (٤٨١١)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (٩٧١) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی شکر المعروف ومکافاۃ فاعله ، احمد (٥/٢١٢)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (٤٢٦١) کتاب الأدب : باب فی الرجل یستعیذ من الرجل ، السلسلة الصحیحة (٢٥٤) إرواء الغلیل (١٦١٧) ابو داود (٥١٠٩)]

(٤) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (٢٠٣٥) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الثناء بالمعروف]

صدقہ کی ترغیب میں بیان کی جانے والی چند ضعیف روایات

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ

﴿ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا ﴾

''صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ صدقہ آزمائش کو روک دیتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ

﴿ السَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ ' قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ ' قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ ' بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ ' وَ الْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ ' بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ ' بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ ' قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ ' وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ ﴾

''سخی اللہ کی رحمت کے قریب' جنت کے قریب' لوگوں کے قریب اور جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے جبکہ بخیل اللہ سے دور' جنت سے دور' لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عبادت گزار سے زیادہ محبوب ہے۔'' (۲)

(3) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ

﴿ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَلَا بَخِيْلٌ وَ لَا مَنَّانٌ ﴾

''دھوکے باز' بخیل اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (۳)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ

﴿ إِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ ﴾

''صدقہ بری حالت والی موت سے بچا لیتا ہے۔'' (٤)

---

(۱) [ضعیف جدا : هداية الرواة (۲/۲۸۷) طبراني أوسط (۱/۹۲) اس کی سند میں عیسیٰ بن عبداللہ العلوی راوی ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔]

(۲) [ضعیف جدا : السلسلة الضعيفة (۱۵۳) ترمذی (۱۹۶۱) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في السخاء]

(۳) [ضعیف : ضعيف ترمذی (۳۳٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في البخيل ' ترمذی (۱۹٦۳)]

(٤) [ضعیف : هداية الرواة (۲/۲۹۳) ضعيف ترمذی (۱۰۵) کتاب الزكاة : باب ما جاء في فضل الصدقة ' إرواء الغليل (۸۸۵) ترمذی (٦٦٤)]

باب تجنب المسألة — سوال کرنے سے بچنے کا بیان

حتی الوسع سوال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے

(1) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ﴾

''اُوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ یَکْفُلُ لِیْ أَنْ لَّا یَسْأَلَ النَّاسَ شَیْئًا ، فَأَتَکَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ ؟ فَقَالَ ثَوْبَانُ : أَنَا ، فَکَانَ لَا یَسْأَلُ أَحَدًا شَیْئًا ﴾

''جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا' تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں؟ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (اس بات کی ضمانت دیتا ہوں)۔ چنانچہ پھر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ سوال نہیں کرتے تھے۔'' (۲)

(3) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ یَشْتَرِطُ عَلَیَّ : '' أَنْ لَّا تَسْأَلَ النَّاسَ شَیْئًا '' قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰی تَنْزِلَ إِلَیْهِ فَتَأْخُذَهُ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور مجھ پر (دورانِ بیعت) شرط لگائی کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ میں نے عرض کیا' ضرور۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تیرا کوڑا گر جائے تو پھر بھی اتر کر اُسے خود اُٹھانا' کسی اور کو اس کے اٹھانے کا سوال نہ کرنا۔'' (۳)

❑ جس روایت میں ہے کہ

﴿ وَ إِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ ، فَسَلِ الصَّالِحِیْنَ ﴾

---

(۱) [مسلم (۱۰۳۳) کتاب الزکاۃ : باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی وأن الید العلیا ھی المنفقة وأن السفلی ھی الآخذة ' ترمذی (۲۳۴۳) کتاب الزھد : باب منه ' احمد (۲۲۳۲۸)]

(۲) [صحیح : ھدایة الرواۃ (۲۷۶/۲) ابو داود (۱۶۴۳) کتاب الزکاۃ : باب کراھیة المسألة ' نسائی (۹۶/۵) کتاب الزکاۃ : باب فضل من لا یسأل الناس شیئا]

(۳) [صحیح : ھدایة الرواۃ (۲۷۶/۲) ' (۱۷۹۸) احمد (۱۸۱/۵)]

''اگر تجھے ضرور سوال کرنا ہے تو نیک لوگوں سے سوال کر۔''

وہ ضعیف ہے۔(۱)

جو سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ إِنَّ أُنَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ ، فَقَالَ : مَا يَكُونُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ " وَ مَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَ مَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ ، وَ مَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ " وَ مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ ﴾

''انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دے دیا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عطا کر دیا حتی کہ آپ ﷺ کے پاس جتنا بھی مال تھا وہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' میرے پاس جتنا بھی مال ہو میں کبھی بھی اسے تم سے نہیں روکوں گا لیکن جو شخص خود کو سوال کرنے سے بچائے' اللہ اس کو بچائے گا اور جو شخص استغناء اختیار کرے' اللہ اسے غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کی کوشش کرے گا' اللہ اسے صبر عطا کر دے گا اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخی والا کوئی دوسرا عطیہ نہیں دیا گیا۔''(۲)

اللہ کے دیئے رزق پر راضی رہنا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ ﴾

''مال و متاع کی فراوانی کا نام غنا نہیں بلکہ غنا تو نفس کا غنا ہے۔''(۳)

---

(۱) [ضعیف : هداية الرواة (۲/۲۷۵)' (۱۷۹۳) ابو داود (۱٦٤٦) كتاب الزكاة : باب فى الاستعفاف' نسائى (۵/۹۵)]

(۲) [بخارى (۱٤٦۹) كتاب الزكاة : باب الاستعفاف عن المسألة' مسلم (۱۰۵۳) كتاب الزكاة : باب فضل التعفف والصبر' ابو داود (۱٦٤٤) كتاب الزكاة : باب فى الاستعفاف' ترمذى (۲۰۲٤) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى الصبر' نسائى فى السنن الكبرى (۲/۲۳٦۹) دارمى (۱٦٤٦) عبد الرزاق (۲۰۰۱٤) ابن حبان (۳٤۰۰) أبو يعلى (۱۳۵۲) بيهقى (٤/۱۹۵) بغوى (۱٦۱۳)]

(۳) [بخارى (٦٤٤٦) كتاب الرقاق : باب الغنى غنى النفس' مسلم (۱۰۵۱) كتاب الزكاة : باب ليس الغنى عن كثرة العرض' ترمذى (۲۳۷۳) كتاب الزهد : باب ما جاء أن الغنى غنى النفس' ابن ماجة (٤۱۳۷) كتاب الزهد : باب القناعة' حميدى (۱۰٦۳) ابن حبان (۳۲۲۵) احمد (۱۱۸٦۵) عبد الرزاق (۲۰۰۲۸) طيالسى (۲۱۸۰) أبو يعلى (۱۲٤۲) شرح السنة للبغوى (٤۰۵۱)]

(نوویؒ) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قابل تعریف غنا یہ ہے کہ نفس غنی و بے پرواہ ہو' سیر ہو اور اس کی حرص کم ہو اور یہ غنا نہیں ہے کہ مال و متاع کی کثرت ہو اور مزید حاصل کرنے کی حرص بھی ہو کیونکہ جو زیادتی کا طالب ہے وہ اُس کے ساتھ مستغنی نہیں جو اس کے پاس ہے لہٰذا اس کے پاس غنا نہیں۔(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ ' وَ رُزِقَ كَفَافًا وَ قَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ ﴾

''بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا' اسے بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور جو کچھ بھی اللہ نے اسے عطا کیا اس نے اسی پر قناعت اختیار کر لی۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا ' وَ فِيْ رِوَايَةٍ : كَفَافًا ﴾

''اے اللہ! آلِ محمد کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرما اور ایک روایت میں ہے کہ جس سے بھوک مٹ جائے۔''(۳)

(4) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ : يَا حَكِيْمُ ! " **إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خُلْوَةٌ ' فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ ' وَ كَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَ لَا يَشْبَعُ ' الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى** " قَالَ حَكِيْمٌ : فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! **وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَءُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا** ' فَكَانَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْ حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ ' ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ' فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّأْخُذَهُ ' فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّيَ ﴾

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۷٤/٤)]

(۲) [مسلم (۱۰۵٤) كتاب الزكاة : باب فى الكفاف والقناعة ' ترمذى (۲۳٤۸) كتاب الزهد : باب ما جاء فى الكفاف والصبر عليه ' ابن ماجة (٤۱۳۸) كتاب الزهد : باب القناعة ' شرح السنة للبغوى (٤۰٤۳) بيهقى (۱۹٦/٤) احمد (٦٦۲۰) ابن حبان (٦۷۰)]

(۳) [مسلم (۱۰۵۵) كتاب الزكاة : باب فى الكفاف والقناعة ' ترمذى (۲۳٦۱) كتاب الزهد : باب ما جاء فى معيشة النبى وأهله ' ابن ماجة (٤۱۳۹) كتاب الزهد : باب القناعة ' احمد (۷۱۷٦) ابن حبان (٦۳٤۳) ابن أبى شيبة (۲٤۰/۱۳) بيهقى فى السنن الكبرى (۱۵۰/۲)]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے عطا کر دیا۔ میں نے پھر مانگا اور آپ ﷺ نے پھر عطا کر دیا۔ میں نے پھر مانگا' آپ ﷺ نے پھر عطا فرما دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا' اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو سخی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ (یاد رکھنا کہ) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا حتی کہ میں اس دنیا سے ہی جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملے میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے حتی کہ وفات پا گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال فے سے ان کا حصہ انہیں دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔" (۱)

(5) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ طُوبَىٰ لِمَنْ هُدِيَ لِلْإِسْلَامِ وَ كَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا وَ قَنِعَ ﴾

"اُس شخص کے لیے خوش خبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دی گئی۔ اس کی معاش بقدرِ ضرورت تھی اور اس نے (اسی پر) قناعت اختیار کر لی۔" (۲)

بہترین کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا جائے

(1) حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۱٤۷۲) كتاب الزكاة : باب الاستعفاف عن المسألة ' مسلم (۱۰۳۵) كتاب الزكاة : باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى ' ترمذی (۲٤٦۳) كتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ' نسائی (۲۵۳۰) وفي السنن الكبرى (۲۳۸۲) دارمی (۱٦۵۰) عبد الرزاق (۲۰۰٤۱) ابن حبان (۳۲۲۰) حمیدی (۵۵۳) ابن أبي شيبة (۲۱۱/۳) طبرانی کبیر (۳۰۷۸)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (۸۳۰) كتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة ' ترمذی (۲۳۵۰) كتاب الزهد : باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه ' مستدرك حاكم (۳۵/۱) امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے اور امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

﴿ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ ﴾

''کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ ﴾

''داود علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔'' (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ ﴾

''وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے' اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔'' (۳)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ ﴾

''اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔'' (٤)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ ' وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ ' فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ

---

(۱) [بخاری (۲۰۷۲) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعمله بیده]

(۲) [بخاری (۲۰۷۳) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعمله بیده]

(۳) [بخاری (۲۰۷٤) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعمله بیده' مسلم (۱۰٤۲) کتاب الزکاة : باب کراهة المسألة للناس' ترمذی (٦۸۰) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی النهی عن المسألة' نسائی (۲۵۸۳) احمد (۷٤۹۳) شرح السنة للبغوی (۱٦۱۵) بیهقی (٤/۱۹۵) حمیدی (۱۰۵٦) ابن حبان (۳۳۸۷)]

(٤) [بخاری (۲۰۷۵) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعمله بیده]

سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آجاتی تھی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔" (۱)

بھیک مانگنا پیشہ بنا لینا اور بغیر ضرورت دستِ سوال دراز کرنے کی مذمت

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَازَالَ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ﴾

"آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔" (۲)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ غَنِيٌّ عَنِ الْمَسْأَلَةِ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهِيَ خُمُوشٌ فِي وَجْهِهِ ﴾

"جس نے سوال کیا اور وہ سوال سے غنی تھا تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے میں خراشیں ہوں گی۔" (۳)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ مَسْئَلَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوشًا أَوْ خُمُوشًا أَوْ كُدُوحًا فِي وَجْهِهِ، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ ؟ قَالَ خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهُ مِنَ الذَّهَبِ ﴾

"جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ سوال اس کے چہرے پر چھلا ہوا نشان بن کر آئے گا۔ سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آدمی کو کتنا مال کفایت کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔" (٤)

(4) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ

---

(۱) [بخاری (۲۰۷۱) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۲) [بخاری (۱٤۸٤) كتاب الزكاة : باب من سأل الناس تكثرا، مسلم (۱۰٤۰) كتاب الزكاة : باب كراهة المسئلة للناس، نسائی (۲۵۸٤) كتاب الزكاة : باب المسئلة، نسائی فی السنن الكبرى (۲۳٦٦/۲) ابن أبی شیبة (۲۰۸/۳) شرح السنة للبغوی (۱٦۲۲) بیهقی فی شعب الإيمان (۳۵۰۹)]

(۳) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۸۰۰) كتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة، رواه الطبرانی فی الأوسط بإسناد لا بأس به]

(٤) [صحيح : الصحيحة (٤۹۹) ابن ماجه (۱۵۰۲) كتاب الزكاة : باب من سأل عن ظهر غنى، نسائی (۲۵۹۱) ابو داود (۱٦۲٦) ترمذی (٦۵۰، ٦۵۱)]

تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَّسْأَلَ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا ﴾

''بے شک سوال خراشیں ہیں جس کے ذریعے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے۔ پس جو چاہے اسے اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے' اِلا کہ انسان حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔'' (۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَوْ يَعْلَمُ صَاحِبُ الْمَسْأَلَةِ مَا لَهُ فِيهَا لَمْ يَسْأَلْ ﴾

''اگر سوال کرنے والے کو علم ہو جائے کہ اس میں اس کے لیے کیا (ذلت ورسوائی اور گناہ) ہے تو وہ کبھی سوال نہ کرے۔'' (۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) بغیر ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے خواہ سوال کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ (۳)

سوال فقر وفاقے کا دروازہ کھول دیتا ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثٌ ، وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ : لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا ، وَلَا يَعْفُو عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، **وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ** ﴾

''تین کام ایسے ہیں' اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک میں ان پر قسم اُٹھاتا ہوں۔ (وہ یہ ہیں): صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا لہٰذا تم صدقہ کرو' جو کوئی بندہ ظلم وزیادتی معاف کر دیتا ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قیامت کے روز عزت عطا فرمائیں گے اور جو کوئی بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُس پر فقر وفاقے کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔'' (٤)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح الترغيب (۷۹۲) كتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة ' ابو داود (۱٦۳۹) نسائی (۵/۱۰۰) ترمذی (٦۸۱) ابن حبان في صحيحه (۳۳۸۸)]

(۲) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (۷۹۷) كتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة ' رواه الطبرانی فی الكبير]

(۳) [فتاوی منار الإسلام (۱/۳۱۳)]

(٤) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (۸۱٤) كتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة ' احمد (۱/۱۹۳) أبو يعلى (۸٤۹)]

غنی کرنے والا صرف اللہ ہے لوگ نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ ، لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَ مَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ ، أَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى ، إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ أَوْ غِنًى آجِلٍ ﴾

"جو شخص فقر و فاقہ سے دوچار ہوا' اس نے اپنے فقر و فاقہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کا فقر و فاقہ دور نہیں ہوگا اور جس نے اپنے فقر کو اللہ کے سامنے پیش کیا تو اللہ اسے جلد غنی کر دے گا یا تو جلد موت دے کر یا کچھ تاخیر سے غنی کر کے۔" (۱)

اگر بغیر سوال کیے کچھ مل جائے تو لے لینا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا:

﴿ فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَ أَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَ لَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَ إِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ ﴾

"یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔" (۲)

اللہ کا نام لے کر مانگنے والے کو کچھ دے دینا چاہیے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوْهُ ﴾

"جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کرے اسے عطا کرو۔" (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [حسن : الصحيحة (۲۷۸۷) ابو داود (۱٦٤٥) كتاب الزكاة : باب في الاستعفاف ' ترمذی (۲۳۲٦) كتاب الزهد : باب ما جاء في الهم في الدنيا وحبها]

(۲) [بخاری (۷۱٦۳) كتاب الأحكام : باب رزق الحكام والعاملين ' مسلم (۱۰٤٥) كتاب الزكاة : باب إباحة الأخذ لمن أعطى من غير مسألة ولا إشراف ' أبو داود (۱٦٤۷) كتاب الزكاة : باب في الاستعفاف ' نسائی (۱۰۲/٥)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٤۲٦۱) كتاب الأدب : باب في الرجل يستعيذ من الرجل ' السلسلة الصحيحة (۲٥٤) إرواء الغليل (۱٦۱۷) ابو داود (٥۱۰۹)]

﴿ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا ؟ قِيلَ : نَعَمْ ' قَالَ : الَّذِیْ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِیْ بِهِ ﴾
''کیا میں تمہیں بدترین مرتبے والے شخص کے متعلق خبر نہ دوں؟ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ضرور۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' وہ شخص جس سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے اور وہ اس پر بھی نہیں دیتا۔'' (۱)

❏ جس روایت میں مذکور ہے کہ

﴿ لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ إِلَّا الْجَنَّةَ ﴾

''اللہ کی ذات کے واسطے سے صرف جنت کا ہی سوال کیا جائے۔''

وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔(۲)

" الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف ﴿ كتاب الزكاة ﴾ وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتی ووسيلة دخولی فی جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين "

[بقلم : حافظ عمران ايوب لاهوری]

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۲/۲۸۵) احمد (۱/۳۱۹)]

(۲) [ضعيف : هداية الرواة (۲/۳۰۵) ' (۱۸۸۶) ابو داود (۱۶۷۱) کتاب الزکاة : باب کراهية المسألة بوجه الله تعالى ' اس روایت کی سند میں سلیمان بن قرم بن معاذ راوی ضعیف ہے۔[میزان الاعتدال (۲/۲۱۹)]

فقہی ترتیب پر مشتمل جدید طرزِ تحقیق سے آراستہ کتب
اِسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
سلسلہ فقہ الحدیث
تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری
تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ وفہم کا ذخیرہ ہے۔
☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔
☆ تمام آیات واحادیث اور اقوال و فتاوی جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔
مطبوعہ حصے:
4- کتاب الطهارة (طہارت کی کتاب)
5- كتاب الصلاة (نماز کی کتاب)
7- كتاب الصيام (روزے کی کتاب)
6- كتاب الزكوة (زکوۃ کی کتاب)
9- كتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)
زیرِ طبع حصے:
1- كتاب الايمان (ایمان کی کتاب)
2- كتاب التوحيد (توحید کی کتاب)
3- كتاب السنة (سنت کی کتاب)
8- كتاب الحج (حج کی کتاب)
10- كتاب البيوع (تجارت کی کتاب)
☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔
☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق لگائی گئی ہے۔
☆ اس قسم کی کئی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے میسر تھیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانی اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و افادیت دوچند کر دی ہے۔
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز لاہور
Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com
ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Phone : +92-042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com

پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
تالیف: حافظ عمران ایوب لاہوری
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "ذبح کا اسلامی طریقہ" بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر، ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجیے۔
یہ کتاب مبلغ/65 روپے ذیلی ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر روزانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com

اسلام دین رحمت اور ایک کامل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں جہاں عقائد و عبادات کے بارے میں واضح تعلیمات ملتی ہیں' وہاں انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات کے بارے میں بھی شرعی حدود وقیود کو پیش کیا گیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے حکمرانوں کے لیے نماز اور زکوۃ کے نظام کو ترتیب دینے کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائضِ اربعہ پر توجہ دلائی گئی ہے۔ ان ریاستی فرائض میں زکوۃ و صدقات اپنی فرضیت و حکمت اور آداب و مسائل کے حوالے سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام کی معاشی حکمتِ عملی کی مستحکم اساس نظامِ زکوۃ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی باعث خلافتِ صدیقی میں منکرین و مانعینِ زکوۃ کے خلاف جہاد کرنے کا رویہ ملتا ہے۔

کتاب و سنت میں زکوۃ و صدقات کی اہمیت و فضیلت اور اس کے احکام و مسائل بہت واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہمارے عہد کے ایک نوجوان محقق اور عالم دین "حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ" نے دورِ حاضر کے تقاضوں کے حوالے سے ان احکامات کا ایک جامع عملی نقشہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

"سلسلہ فقہ الحدیث" کے ضمن میں ان کے تحقیقی اور علمی موضوعات کے سلسلے کی یہ تازہ کوشش اس اعتبار سے بہت مفید ہے کہ اس میں دورِ حاضر کے ممتاز سلفی علمائے کرام کے افادات سے کماحقہ استفادہ کیا گیا ہے۔ بالتخصیص محدثِ دوراں "علامہ ناصر الدین البانی" کی تحقیق و تخریج سے مسائل زکوۃ کا استناد فراہم کیا گیا ہے۔ یوں یہ علمی کاوش ہمارے قدیم شیوخِ علم اور جدید علمائے کرام کی علمی اور تحقیقی آراء کا امتزاج بن کر سامنے آئی ہے۔

ادارہ "فقہ الحدیث پبلیکیشنز" نے ماضی میں جن موضوعات پر بہترین علمی، تحقیقی اور عمدہ ذوقِ طباعت کا اظہار کیا ہے۔ پیشِ نظر "کتاب الزکاۃ" اسی تحقیقی معیار اور احساسِ جمال کی آئینہ دار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہلِ علم اور عامۃ المسلمین اس موضوع پر اس کتاب کے مطالعے سے انشاء اللہ مستفید ہوں گے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر حفظہ اللہ
ڈائریکٹر بیت الحکمت، لاہور